بھگوان بُدھ

(مصنّف کی مراٹھی کتاب کا اُردو ترجمہ)

مصنّف

دھرمانند کوسمبی

مترجم

پرکاش پنڈت

ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی

Bhagwan Buddha (Marathi Classic) by Dharmanand Kosambi. Translated into Urdu by Prakash Pandit. Sahitya Akademi, (1960), Price Rs. 7/-.

ساہتیہ اکادیمی، نئی دہلی

کے لئے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی

نے شایع کی

پہلی بار

جون ۱۹۶۰ء

قیمت ——— ۷ روپے

دِلّی پرنٹنگ پریس، کوہ نور پرنٹنگ پریس، دہلی

فہرست

ضمیمہ

تعارُف

زیرِ نظر کتاب کے مصنف جناب دھرمانند کوسمبی پالی زبان وادب کے شہسوار تھے۔ بودھ دھرم سے متعلق تمامتر بُنیادی اور قدیم ادب کا مطالعہ کرکے بحیثیت ایک عالم اُنھوں نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ لیکن اُنھوں نے صرف شہرت حاصل کرنے کے لئے ہی یہ سب کچھ نہیں کیا تھا بلکہ اُنھیں بھگوان بُدھ سے بے پناہ عقیدت تھی اور اسی لئے اُنھوں نے جو کچھ پایا جو کچھ کیا اور اپنے قلم کے ذریعہ جو کچھ دیا وہ سب کا سب "بہوجن ہتائے بہوجن سکھائے" (عوام کی بھلائی کے لئے۔ عوام کے سُکھ کے لئے) کیا تھا۔

ان کا لکھا ہوا بھگوان بُدھ کا یہ سوانح کئی لحاظ سے مستند ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں بھگوان بُدھ کے بارے میں صحیح بُنیادی اور معتبر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

آج کل بھگوان بُدھ کے بارے میں، ہم کو جو کچھ بھی پڑھنے کو ملتا ہے اسمیں

سے اکثر و بیشتر انگریزی مصنفین کی تصانیف کا خلاصہ ہوتا ہے۔ سر ایڈون آرنلڈ نے "لائٹ آف ایشیا" نامی ایک منظوم کتاب لکھی اور اُس کے ذریعے دُنیا کے سامنے بھگوان بُدھ کی "پورانک" داستان پیش کی، یہ کتاب اس قدر دلچسپ تھی کہ مشرق اور مغرب دونوں دُنیاؤں کے تعلیم یافتہ لوگوں پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔ "لائٹ آف ایشیا" میں پیش کردہ بھگوان بُدھ کے سوانح کے لئے دُنیا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایڈون آرنلڈ کی ممنون احسان رہے گی۔ لیکن تھی وہ ایک شاعرانہ تخلیق ہی۔ پال کرس نے بھی اسی قسم کی ایک دلچسپ تصنیف انگریزی نثر میں پیش کی۔ اُن کے بعد بہت سے علماء نے کافی تحقیق و مطالعہ کر کے بُدھ کے سوانح لکھے ہیں۔ دھرمانند کوسمبی کی لکھی ہوئی سوانح عمری غالباً پہلی سوانح عمری ہے جسے کسی ہندوستانی نے پالی زبان کے قدیم ترین بودھ گرنتھ "ترپٹک" اور دیگر بنیادی کتابوں کے عمیق مطالعہ کے بعد اُنھی کی بنیاد پر لکھا ہو۔ اس قدیم مسالے میں بھی جتنا حصہ اُنھیں قابل اعتبار معلوم ہوا اُتنا ہی اُنھوں نے لیا۔

ناقابل یقین معجزے اور تمام ناممکن الوجود باتیں چھوڑ دیں اور جو کچھ بھی لکھا اس کی سندیں مقام مقام پر ثبوت فراہم کئے ہیں۔ اسی طرح بودھ ادب اور جین ادب میں قدیم زمانے کی جتنی سماجی، مذہبی اور سیاسی معلومات مل سکتی تھیں اُن سے استفادہ کر کے پیش نظر کتاب میں بھگوان بُدھ کے زمانے کے حالات پر نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔

بھگوان بُدھ سے غیر معمولی عقیدت رکھتے ہوئے بھی دھرمانند جی نے غیر معمولی حقیقت پسندی سے کام لے کر جو کچھ اُنہیں صحیح معلوم ہوا وہی اس کتاب میں لکھا ہے۔ اور چونکہ اُنھیں "عوام کی بھلائی" کی خاطر لکھنا تھا۔ اس لئے دھرمانند جی نے اس سوانح کے علاوہ اپنی دیگر کتابیں بھی عوام الناس کی علمی سطح کے پیش نظر آسان اور سیدھی سادی زبان میں لکھیں۔

پالی زبان پر اُنہیں اس درجہ عبور حاصل تھا کہ وہ اُن کی مادری زبان معلوم ہوتی تھی۔ اُنھوں نے بودھ گرنتھوں کی جو تفسیریں پالی میں لکھی ہیں اُن میں اُنھوں نے اپنی علمیت کا مظاہرہ آسان باتوں کو دقیق اور دقیق باتوں کو دقیق تر بنانے میں نہیں کیا۔

ہندوستان کے لوگ بھگوان بُدھ کو بھول گئے ہیں اور اُن کی اعلیٰ تعلیمات کے بارے میں علماء صحیح نظر نہیں رکھتے۔ یہ دیکھ کر دھرمانند جی نے اپنے تمام تر مطالعہ کا نچوڑ عام فہم انداز میں مراٹھی زبان میں پیش کر دیا۔ اسی کا گجراتی ترجمہ مہاتما گاندھی کی گجرات ودیا پیٹھ نے شائع کروایا تھا۔

دھرمانند کوسمبی ۱۸۷۶ء میں گوا کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ گوا میں حکومت کی طرف سے تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس لئے اُنھوں نے گھر پر ہی کچھ مراٹھی اور کچھ سنسکرت سیکھی اور وہ اپنا بیشتر وقت اپنے باغیچے کے ناریل کے پیڑوں کی آبیاری میں صرف کرنے لگے۔ اسی دوران میں اُنھوں نے "بال بودھ" نامی بچوں کے

ایک مراٹھی ماہنامے میں بھگوان بدھ کے حالات زندگی پڑھے۔ اس سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بودھ دھرم کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اپنی سوانح عمری میں وہ لکھتے ہیں:۔

"مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ کتنی ہی مشکلات کیوں نہ آ پڑیں' کتنی مصیبتیں کیوں نہ برداشت کرنی پڑیں' اگر مجھے بدھ کی تعلیمات کا صحیح علم حاصل ہو جائے تو میری زندگی کی مراد بر آئے گی۔"

گھریلو مصیبتوں کی وجہ سے دھرمانند جی گھریلو زندگی سے بیزار ہو گئے۔ اور بائیس برس کی عمر میں انہوں نے گھر چھوڑ دیا۔ بمبئی میں "پرارتھنا سماج" کے دفتر میں رہ کر انھوں نے کچھ مطالعہ کیا۔ پونا میں جاکر مہا پنڈت ڈاکٹر بھنڈارکر سے ملے۔ گوالیار اور بنارس میں جاکر سنسکرت زبان و ادب کا بھرپور مطالعہ کیا۔ اُس کے بعد اپنے اصل مقصد یعنی بودھ دھرم سے متعارف ہونے کے لئے وہ پہلے نیپال گئے' کیونکہ وہ بھگوان بدھ کی جنم بھومی ہے۔ وہاں سے وہ بودھی گیا گئے۔ بودھی گیا میں انھیں پتہ چلا کہ بودھ شاستروں کا ——— "تری پٹک" گرنتھوں کا مطالعہ صرف اور صرف لنکا میں ہو سکتا ہے۔

نوجوان دھرمانند بالکل بے یار و مددگار تھے۔ پھر بھی طرح طرح کے مصائب جھیلتے ہوئے وہ لنکا پہنچے۔ وہاں انھوں نے سنیاس لے کر اور مہا ستھویر سُمنگلا چاریہ کے پاس رہ کر پالی گرنتھوں کا گہرا مطالعہ کیا' اُس کے بعد برما جاکر "دھیان مارگ" کا مطالعہ کیا اور پھر ہندوستان

لوٹ آئے ۔ استفسارِ حق کے سلسلے میں اُنھوں نے دیس بدیس کے جو طویل سفر کئے اُن کی روئیداد سُن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سناتن دھرم اور بودھ دھرم میں نمایاں فرق یہ ہے کہ سناتن دھرم میں برہم چریہ، گرہستھ، وان پرستھ اور سنیاس کا سلسلہ بالترتیب رکھا گیا ہے۔ ایک آشرم سے گزر کر ہی دوسرے آشرم میں داخل ہو سکتے ہیں واپس لوٹنے کی اجازت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے گورو کسی کو سنیاسی بنانے سے احتراز کرتے ہیں۔

بودھ دھرم کا نقطۂ نظر اس سے مختلف ہے۔ وہاں والدین یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹے کے باشعور ہوتے ہی اُسے افضل درجہ پر پہنچانا، یعنی بھکشو بنانا اُن کا فرض ہے۔ بعد میں اگر بیٹے کو محسوس ہو کہ یہ اونچا درجہ اُسے راس نہیں آئے گا تو وہ اپنی مرضی سے نیچے اُتر سکتا ہے۔ بودھ دھرم کا اصول ہے کہ بھکشو بننے کے بعد اگر کوئی شخص گرہستھ میں داخل ہونا چاہے۔ تو اپنے گورو کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے۔ دھرمانند جی نے بھی ایسا ہی کیا۔

ہندوستان لوٹنے پر دھرمانند جی نے بودھ تعلیمات کا اپنے لوگوں میں پرچار کرنے کے لئے کلکتہ یونیورسٹی میں ملازمت کر لی۔ وہاں کچھ کام کرنے کے بعد مہاراشٹر میں جا کر وہ مہاراجا بڑودہ شری سیاجی راؤ گائیک واڑ سے ملے۔ اُنھوں نے دھرمانند کو ممبئی کے لئے کھانے پینے کا اور آزادانہ طور پر من پسند کام کرنے کا انتظام کر دیا۔ پونا آتے ہی

دھرمانند جی نے ڈاکٹر بھنڈارکر کی مدد سے بمبئی یونیورسٹی میں پالی زبان کے مطالعہ کو جگہ دلوائی۔

اسی دوران میں امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر جیمس وُڈس ہندوستان آئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پالی زبان کے کسی ماہرِ خصوصی سے "وِسُدھی مگ" جیسی مشکل کتاب کی ترتیب وتدوین ہارورڈ میں کرائی جائے۔ پروفیسر وُڈس کے اصرار پر دھرمانند جی ہارورڈ گئے۔ وہاں کئی طرح کی دِقتوں کی وجہ سے اُنھوں نے وہ کام چھوڑ دیا۔ اور اپنی خودداری کو سنبھال کر وطن واپس لوٹ آئے۔ واپس آکر اُنھوں نے فرگوسن کالج میں پالی پڑھانے کا کام سنبھالا۔ اور بہت سے طلبار کو پالی ادب میں طاق کیا۔ چھ برس بعد وہ دوبارہ امریکہ گئے اور وہاں "وِسُدھی مگ" کا ادھورا کام مکمل کیا۔

ہندوستان میں کلکتہ، بڑودا، احمد آباد، پونا، بنارس وغیرہ جگہوں میں رہ کر اُنھوں نے بہت سے ایسے طلبار تیار کیے جو آج پالی ادب کے ماہرینِ خصوصی کا درجہ رکھتے ہیں۔ مہاتما گاندھی کی گجرات وِدیاپیٹھ سے بُلاوا آنے پر اُنھوں نے وہاں جاکر کئی کتابیں لکھیں اور پنڈت سُکھ لال جی، منی جن وِجے جی، شری بیچر داس جی اور رسِک لال پاریکھ جیسے جین علمار کے تعاون سے جین اور بودھ ادب کے تنقیدی مطالعہ میں بڑی مدد دی۔

۱۹۲۹ء میں پالی زبان کے ایک روسی عالم پروفیسر شیربٹسکی کی دعوت پر وہ روس بھی گئے۔

دھرمانند جی جب امریکہ میں تھے تو وہاں پنجاب کے انقلابی لیڈر لالہ ہردیال سے اُن کی کافی صحبتیں رہیں۔ اور اُن کا رجحان سوشلزم کی طرف ہو گیا روس میں اُنھیں براہِ راست کمیونزم کی عملی صورت دیکھنے کو ملی۔ اپنی نگاہ دوررس سے اُنھوں نے کمیونزم کی خوبیاں، خامیاں دیکھ لیں۔

'بہوجن ہتائے' 'بہوجن سکھائے' جن کا مقصود زندگی ہو' ایسے بھگوان بُدھ کے بھگت کے لئے ملک کی تحریک آزادی سے بے تعلق رہنا ناممکن تھا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں جب وہ روس سے لوٹے تو ہندوستان میں تحریکِ آزادی زوروں پر تھی۔ دھرمانند جی نے اُس میں پورا پورا حصہ لیا۔ نمک ستیہ گرہ میں شریک ہو کر رضاکار تیار کرنے کا کام اپنے ذمے لیا اور قید بھی ہوئے۔ اُس کے بعد وہ چوتھی بار امریکہ گئے۔ وہاں سے لوٹنے پر بنارس کے دوران قیام میں اُنھوں نے 'ہندی سنسکرتی آنی اہنسا' نامی کتاب لکھی۔ مذہب سے متعلق غور و فکر اور بحث و مباحثہ کی بدولت وہ ہندوستانی تاریخ و تمدن کے بارے میں جس نتیجہ پر پہنچے، اُس کا ماحصل اُنھوں نے بڑی بے باکی اور صاف بیانی سے اس کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ قدرتی طور پر اُن کے اخذ کردہ نتائج کافی بحث طلب ہیں۔

اُس کے بعد بمبئی جا کر اُنھوں نے مزدوروں کی ایک بستی میں آشرم کھولا اور وہاں رہنے لگے۔ اُن کا وہ آشرم آج بے شمار پردیسی بودھ سادھوؤں کی قیام گاہ کا کام دیتا ہے۔

بمبئی کا کام چھوڑ کر دھرمانند جی سارناتھ میں جا آباد ہوئے اور وہاں جگدیش کاشیپ جیسے جیّد پالی علمار کا ہاتھ بٹاتے رہے۔

جین دھرم کے ۲۳ ویں اوتار پارشوناتھ کے "چاتُریام دھرم" کا اُن کے دل پر گہرا اثر پڑا تھا۔ اسی میں اُنہیں روحانی سوشلزم نظر آیا۔ پارشوناتھ کے چاتُریام دھرم' پر اس نقطۂ نظر سے اُنھوں نے ایک کتابچہ بھی لکھا۔ جسے اُن کی وفات کے بعد "دھرمانند سمارک ٹرسٹ" نے شائع کیا ہے۔

پارشوناتھ کے دھرم کا اُن پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ بھی ماننے لگے کہ "جسم کے کمزور ہو کر از خود گر پڑنے تک انسان موت کا انتظار کرتا رہے یہ اُسے زیب نہیں دیتا۔ جب تک جسم میں قوت ہے اُسی وقت تک اُسے چلانا چاہیئے۔ جب جسم کے مناسب استعمال کا امکان نہ رہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ کھانا پینا ترک کر کے خود ہی جسم کو ——— اس چولے کو ——— تج دے۔"

پارشوناتھ کا یہ فلسفہ کوسمبی جی کو اس درجہ پسند آیا کہ اُنھوں نے جسم تجنے کے ارادے سے فاقہ کشی شروع کر دی۔ جب گاندھی جی کو اس کا پتہ چلا تو اُنھوں نے کوسمبی جی کو منا لیا۔ دھرمانند جی نے مہاتما جی کا حکم سر آنکھوں پر لیا اور فاقہ کشی چھوڑ دی۔ لیکن بطور انسان زندہ رہنے کی جس خواہش کو اُنھوں نے بڑی کامیابی سے دل سے نکال دیا تھا، وہ از سرِ نو پیدا نہ ہو سکی۔ کچھ دن تک وہ بنارس میں رہے۔ پھر بمبئی میں اور بالآخر اُنھوں نے گاندھی جی کے سیوا گرام آشرم میں رہنا پسند کیا اور وہیں ۵ جون ۱۹۴۷ء

کو اُن کے جسم نے از خود اپنے آپ کو چھوڑ دیا۔
ان کی وفات کی خبر سُن کر مہاتما گاندھی نے اپنی دِلّی کی پرارتھنا سبھا میں کہا تھا۔ "ہم لوگ ایسے بن گئے ہیں کہ جو شخص اپنے کام کا ڈھنڈورا پٹواتا پھرتا ہے اور سیاسی میدان میں اُچھل کود کرتا ہے اُس کو تو ہم آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ لیکن خاموشی سے کام کرنے والوں کو پوچھتے تک نہیں۔ کوسمبی جی ایسے ہی ایک خاموش کارکن تھے۔"
گاندھی جی نے دھرمانند جی کی یادگار قائم کرنے کے لئے ایک باقاعدہ اسکیم بنانے کا حکم دیا اور بودھ دھرم اور ادب کے مطالعہ کی غرض سے چند طلباء کو لنکا بھیجنے کا بھی انتظام کیا۔ ——— دھرمانند جی کی تمام کتابوں کی اشاعت خاطر خواہ ہو سکے، اس کا بھی انتظام کروا دیا۔
سناتن دھرم یا جین دھرم یا بودھ دھرم، کسی بھی دھرم کے لئے کوسمبی جی کے دل میں کدورت نہیں تھی۔ دوستوں کا کہنا ہے کہ جنم سے برہمن دھرم میں پرورش پانے کے باعث اس دھرم کے رسم و رواج کے تئیں اور برہمنوں کے سماجی نظریہ کے تئیں اُن میں کچھ ناگواری اور تلخی آ گئی تھی ——— جو ہو، اُنھوں نے اپنی کتابوں کے ذریعے تقریروں کے ذریعے اور خاص طور سے اپنی کافی بڑی شاگرد جماعت کے ذریعے بھگوان بدھ کی زندگی، شخصیت اور اُن کی تعلیمات کے بارے میں صحیح علم پھیلانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بھگوان بدھ کی تعلیمات آج کے سوشلزم سے کس طرح ہم آہنگ ہو سکتی ہیں، یہ کبھی

بتایا۔
مہاتما جی سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہوئے بھی جہاں کہیں انھیں مہاتما جی کی باتیں سمجھ میں نہ آئیں، اُنھوں نے اُن پر نکتہ چینی کرنے سے کبھی احتراز نہیں کیا۔
دھرمانند جی اس فیصلے پر پہنچے تھے کہ پارشوناتھ کے "چاتر یام دھرم" سے ہی بودھ اور جین دونوں دھرم نکلے ہیں۔ ان کا ایک قول یہ بھی تھا کہ جین اور بودھ سلسلۂ خیال کی بنیاد میں جو فلسفۂ حیات کارفرما ہے، اُسے قبول کرنے سے ہی سوشلزم اور کمیونزم کامیاب ہو سکیں گے۔ اور نسلِ انسانی کی فلاح کی باگ ڈور آج کے انسان کے ہاتھ میں آئے گی۔
یہی سبب تھا کہ مہاتما جی کے خیالات کا دھرمانند جی کے دل پر گہرا اثر پڑا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ گاندھی جی کے نقش قدم پر چلنا ہی صحیح فرض شناسی ہے۔
گوا میں ان کا جنم ہوا تھا۔ اس لئے آخری ایام میں وہ کہتے تھے "آج اگر میرا جسم کسی قابل ہوتا تو گوا کی جنگِ آزادی میں ضرور کچھ نہ کچھ ہاتھ بٹاتا" جسم کے کمزور پڑ جانے پر بھی جب اُنھوں نے مہاتما جی کو نوا کھلی میں کام کرتے دیکھا تو بڑی حسرت سے کہا:۔
"کاش! میں بھی اس طرح گوا میں جا کر مادرِ وطن کی آزادی کی جدوجہد میں اپنا جسم قربان کر سکتا۔"
دھرمانند جی کی بدھ بھگتی کا سچا مظہر ان کی علمیت نہیں، اُن کا

بلند اخلاق و کردار تھا۔ وہ ہر قسم کے کڑے سے کڑے اور مخالف سے مخالف حالات میں رہے لیکن ہمیشہ دُھلے ہوئے چاولوں کی طرح بے داغ۔

یہ اُن کے اعلیٰ اخلاق ہی کا تقاضا تھا کہ اُنھیں شانتی دیوا چاریہ کی کتاب "بودھی چریا وتار" اتنی اچھی لگی کہ اُنھوں نے مراٹھی اور گجراتی میں اس کا ترجمہ کر دیا۔ خود اپنے دل کے سکون کے لئے شانتی دیوا چاریہ نے جو کتاب لکھی تھی اُس میں اول سے آخر تک اعلیٰ اخلاق کی مہک بسی ہوئی ہے۔ اور اسی لئے دھرمانند جی اُس پر فریفتہ ہو گئے تھے۔

اُن کی اخلاقی جرأت کی ایک مثال ناقابلِ فراموش ہے ایک بار دھرمانند جی بڑودا میں مہاراجہ اشوک کے بارے میں تقریر کرنے والے تھے اور جلسہ کے صدر خود مہاراجا بڑودہ شری سیاجی راؤ تھے۔ تقریر کرنے سے پہلے دھرمانند جی کو معلوم ہوا کہ ریاست کے کسی علاقے کی جنتا نے مہاراجا سے گزارش کی تھی کہ اُس علاقے کی شراب کی دوکانیں بند کر دی جائیں۔ اُس کے جواب میں مہاراجہ نے کہا تھا کہ ان دوکانوں سے سرکار کو جو آمدنی ہوتی ہے اگر کسی دوسرے ذریعہ سے اُسے پورا کر دیا جائے تو دوکانیں بند کر دی جائیں گی۔ دھرمانند جی نے اپنی تقریر میں کہا کہ "اشوک نے اپنی سلطنت میں شراب بندی کر دی تھی۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ شراب بندی سے ہونے والی آمدنی کی کمی کو کسی دوسرے ذریعہ سے پورا کر دیا جائے گا تب ہی میں شراب بندی کروں گا۔"

مہاراجا تقریر کے خاتمے پر صرف یہ کہہ کر چلے گئے "کہ" دھرمانند جی!

آج آپ نے ہمیں اچھا سبق سکھایا۔"

لوگوں نے سمجھا کہ مہاراجا خفا ہو گئے ہیں اور وہ دھرمانند جی کو امداد دینا بند کر دیں گے، لیکن نتیجہ دوسرا ہی نکلا۔ دوسرے دن فرمان جاری ہوا کہ مذکورہ تمام دوکانیں بند کر دی جائیں۔

کوسمبی جی کا ادب

بودھ لوگ سنگھ میں داخل ہوتے وقت "تین مامن" کا اعلان کرتے ہیں۔ اسی کی بنا پر دھرمانند جی نے سب سے پہلے بدھ، دھرم اور سنگھ تینوں کے بارے میں کچھ تقاریر کیں اور اُن پر ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا۔

اُس کے بعد اُنھوں نے پالی روایت کے مطابق بھگوان بدھ کے پہلے کے جنموں کی کچھ داستانیں، گوتم بدھ کے مفصل حالاتِ زندگی اور ان کی تعلیمات کا ماحصل تینوں کو جمع کر کے 'بدھ لیلا سار سنگرہ' نامی نہایت دلچسپ اور بلند پایہ کتاب پیش کی۔ یہ کتاب گھر گھر پہنچی اور لوگوں کو بودھ دھرم کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ بھگوان بُدھ نے اپنے ہزاروں بھکشوؤں کی تنظیم اور اُن کی زندگی کو باعمل بنانے کے لئے جو اصول وضع کئے تھے وہ 'وِنے پٹک' میں درج ہیں۔ میں نے اُن کا خلاصہ دھرمانند جی سے مانگا۔ نتیجے میں اُنھوں نے بودھ سنگھا چا پریچہ' نامی کتاب ہمیں دے دی۔

پالی ادب میں بھگوان بدھ کا اُپدیش 'دھمپد' اور 'سُت نپات'
ان دو گرنتھوں میں بڑے خوبصورت انداز میں درج ہے۔ دھرمانند جی نے
ان دونوں کا ترجمہ کیا اور روزانہ وظیفہ کے لئے مراٹھی ترجمہ کے ساتھ
ایک پالی 'لگھو پاٹھ' (مخفف وظیفہ) بھی تیار کر دیا۔ مہایان فرقے
کے سنتوں میں 'شانتی دیو اچاریہ کا درجہ بہت بلند ہے۔ اُن کی تصانیف
میں 'بودھی چریاوتار' سب سے اہم تصنیف مانی جاتی ہے۔ دھرمانند جی
نے اُس کا بھی ترجمہ کر ڈالا۔

بودھ ریاضت سے متعلق اہم ترین تصنیف ہے 'وِسُدھی مگ'
اُسی کی ترتیب و تدوین کی غرض سے کوسمبی جی کو چار بار امریکہ بلوایا گیا تھا۔
اس تصنیف پر انہوں نے پالی زبان میں 'دیپکا' نامی شرح لکھی۔ اور
اُس کا خلاصہ مراٹھی اور گجراتی میں 'سمادھی مارگ' نام سے پیش کیا۔

بودھ ادب میں سب سے دلچسپ ہوتی ہیں — جاتک کتھائیں
جن میں بدھ کے پہلے کے جنموں کی باتیں ہوتی ہیں۔ انھیں جمع کر کے کوسمبی جی اُن کا
گجراتی ترجمہ پیش کر چکے ہیں۔

بدھ کے گھر بار چھوڑنے کے بارے میں اس قسم کی جو بات لوگوں
میں مشہور ہے کہ بیمار، بوڑھے اور مُردے کو دیکھ کر حیران و پریشان راجکمار
سدھارتھ خفیہ طور پر گھر سے نکل بھاگے، محض تخیلی داستان ہے۔ بھگوان
بُدھ نے کس وجہ سے گھر چھوڑا؟ اُسے بڑے اثباتی ڈھنگ سے لوگوں
تک پہنچانے کے لئے دھرمانند جی نے ایک چھوٹا سا ناٹک لکھا جو

'بودھی ستو ناٹک' نام سے مراٹھی میں شائع ہو چکا ہے۔ ابھی دھمّم کی بھی اُنھوں نے 'نونیت ٹیکا' نام سے شرح لکھی ہے اور اس موضوع پر لوگوں سے بھی گجراتی میں لکھوایا ہے۔

گجرات ودیا پیٹھ میں رہ کر اُنھوں نے جس طرح بحیثیت معلم کام کیا اُسی طرح جین دھرم اور ادب کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ امریکہ کے دورانِ قیام اور لالہ ہردیال کی صحبت میں وہ سوشلزم کا مطالعہ کر ہی چکے تھے۔ اس سارے مطالعہ کو پختہ کرنے کی غرض سے اُنھوں نے دو کتابیں لکھیں (۱) ہندی سنسکرتی آنی اہنسا اور (۲) پارشوناتھ کا چاتُریام دھرم۔ اپنے سوانح سے متعلق بھی اُنھوں نے 'نویدن' اور 'خلاصہ' نام کی دو کتابیں لکھیں۔ 'نویدن' گجراتی اور مراٹھی میں طبع ہو چکی ہے۔ 'خلاصہ' ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

کاکا صاحب کالیلکر

پیش لفظ

پالی زبان وادب میں 'تری پٹک' نام کا جو مشہور مجموعۂ کتب ہے اُس کے تین حصے ہیں ——— 'سُتت پٹک' 'وِنے پٹک' اور 'ابھی دھم پٹک'، سُتت پٹک میں بُدھ اور اُن کے ممتاز شاگردوں کے اُپدیش شامل ہیں۔ 'وِنے پٹک' میں بھکشوؤں کے اخلاق و عمل سے متعلق بُدھ کے وضع کردہ اصول، اصول وضع کرنے کے اسباب، وقتاً فوقتاً اُن میں کی گئی ترامیم اور اُن کی تفاسیر شامل ہیں۔ 'ابھی دھم پٹک' کے سات ابواب ہیں۔ اُن میں بُدھ کی تعلیمات میں مذکور بے شمار باتوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

'سُتت پٹک' کے 'دیگھ نکائے'، 'مجھِم نکائے'، 'سنیُت نکائے'، 'انگتّر نکائے' اور 'کھُدّک نکائے' نامی پانچ بڑے حصے ہیں۔ دِیگھ نکائے، چونتیس طویل سُتتوں کا مجموعہ ہے۔ دیرگھ کا مطلب ہے طویل۔ اس لیے اس مجموعے کو 'دیگھ نکائے' کہا گیا ہے۔

'مجھم نکائے' میں اوسط طوالت کے سُتّ شامل ہیں۔ اس لئے اسے 'مجھم (مدھیم = اوسط) نکائے' نام دیا گیا ہے۔ 'سنیُت نکائے' کے پہلے حصّے میں کچھ منظوم سُتّ اور دوسرے حصّوں میں مختلف موضوعات پر سُتّ شامل ہیں، لہٰذا اُسے 'سنیُت نکائے' (آمیختہ) کہا گیا ہے۔ 'انگُتّر' کا مطلب ہے وہ حصّہ جس میں ایک ایک انگ (جز) کا تدریجی ارتقاء ہوا ہو۔ یہ گیارہ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے رسالہ یعنی 'ایک نپات' میں ایک ہی مسئلہ سے تعلق رکھنے والے بُدھ کے بیان کردہ سُتّ شامل ہیں۔ اسی طرح دوسرے تیسرے (دُک تک نپات وغیرہ) سمجھنے چاہئیں۔ 'کھُدک نکائے' کا مطلب ہے مختصر رسالوں کا مجموعہ۔ اس ذیل میں پندرہ رسالے آتے ہیں:

کھُدک پاٹھ، دھمپد، اُدان، اِتی وُتک، سُتّ نپات، ومان وتھو، پیت وتھو، تھیر گاتھا، تھیری گاتھا، جاتک، ندّیس، پٹی سمبھدا مگ، اپدان، بُدھ ونس اور چریا پٹک، ان میں سُتّ پٹک کی تفصیلات ہیں۔ 'وِنے پٹک' کے 'پاراجکا' پاچتیا دی، مہاوگ، چُل وگ اور پریوار پاٹھ' نامی پانچ حصّے ہیں۔

تیسرا ہے 'ابھی دھم پٹک' جو سات کتابوں پر مشتمل ہے ——— دھم سنگنی، وِبھنگ، دھاتو کتھا، پُگل پنتی، کتھا وتھو، یمک اور پٹھان۔

بُدھ گھوش کے زمانے میں یعنی لگ بھگ چوتھی صدی عیسوی میں ان تمام کتابوں کو پالی کہتے تھے۔ بُدھ گھوش کی تصانیف میں تی پٹک کے اقوال کی نشان دہی ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

اے متیھ پالی (یہ یہاں پالی ہے) اور "پالیاں وُتال" (پالی میں کہا ہے) جس طرح پاننی "چھندسی" لفظ سے ویدوں کی اور "بھاشا یام" لفظ سے اپنے زمانے کی سنسکرت زبان کی نشان دہی کرتا ہے۔ اسی طرح بُدھ گھوش 'پالیاں' لفظ سے 'تری پٹک' کی اور 'اٹھ کتھایاں' لفظ سے اس زمانے کی سنگلی زبان میں مروجہ اُٹھ کتھاؤں کے اقوال کی نشان دہی کرتا ہے۔

اٹھ کتھا کے معنی ہیں 'معنی سمیت کتھا' سنگل جزیرے (سیلون) میں رواج یہ تھا کہ پہلے 'تری پٹک' کے اقوال کے معنی بتائے جاتے تھے' اور جہاں ضرورت ہوتی تھی وہاں کوئی کتھا (کہانی) بیان کردی جاتی تھی۔ آگے چل کر یہ آٹھ کتھائیں ضبطِ تحریر میں آگئیں۔ لیکن اُن میں تکرارِ کلام کی بہت سی خامیاں ہونے کی وجہ سے وہ سنگل جزیرے کے باہر کے لوگوں کے لئے زیادہ مفید ثابت نہ ہوسکتی تھیں۔ لہٰذا بُدھ گھوش نے ان میں سے خاص خاص اٹھ کتھاؤں کا اختصار 'تری پٹک' کی زبان میں کیا' وہ اس قدر اعلیٰ ہوگیا کہ اُس کی قدر بھی 'تری پٹک' گرنتھوں کی طرح ہونے لگی۔ اور یوں ان کتھاؤں کو بھی 'پالی' کہا جانے لگا۔ دراصل 'پالی' کسی زبان کا نام نہیں ہے۔ اصل نام اس زبان کا ماگدھی ہے لیکن مندرجہ بالا طریقے سے اُسے یہ نیا نام حاصل ہوگیا۔

بُدھ گھوش کا کہنا ہے کہ 'تری پٹک' کے پہلے حصے راج گرہ کی پہلی سانسل میں طے کئے گئے تھے۔ بھگوان بُدھ کے پری نِروان

کے بعد بھکشو بہت مغموم ہو گئے۔ تب سُبھدر نام کا ایک معمر بھکشو بولا:
"یہ اچھا ہی ہوا کہ ہمارے گورو کا پری نروان ہو گیا۔ وہ یہ کہہ کر ہمیں بندش
میں رکھتا تھا کہ تمھیں فلاں بات کرنی چاہیئے، فلاں نہیں کرنی چاہیئے۔
اب ہم حسب منشا کام کرنے کو آزاد ہیں۔" یہ سُن کر مہا کاشیپ نے سوچا کہ اگر
بُدھ کی تعلیمات کو مرتب نہ کیا گیا تو سُبھدر جیسے بھکشوؤں کو من مانی کرنے کی
آزادی مل جائے گی۔ چنانچہ مہا کاشیپ نے اُسی چوماسے میں پانچ سو بھکشوؤں
کو راج گرہ میں جمع کیا اور اُس کانسل میں سب سے پہلے اُپالی سے پوچھ کر
'ونے' کو ترتیب دی گئی اور پھر آنند سے سوالات کر کے 'سُت' اور 'ابھی دھم'
.... ان دو پٹکوں کو مرتب کیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ کھدرک نکائے
کو 'ابھی دھم' کا جزو سمجھنا چاہیئے۔ اور بعض اُسے 'سُت پٹک' کا جزو
گردانتے تھے۔

یہ ہے 'چُلّ وگ' کی 'نِدان کتھا' میں آئی ہوئی باتوں کا خلاصہ۔
یہ باتیں 'سمنت پاسادِکا' نامی 'ونے اَٹھ کتھا' کی 'ندان کتھا' میں بھی ملتی
ہیں لیکن 'تری پٹک' گرنتھوں میں اُن کی کہیں بُنیاد نہیں ملتی۔ بھگوان بُدھ
کے پری نروان کے بعد راج گرہ میں بھکشو جماعت کی پہلی کانسل ضرور ہوئی
ہوگی۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اس میں موجودہ پٹک
کے حصّے یا پٹک کا نام بھی آیا ہوگا۔ اشوک کے عہد تک بُدھ تعلیمات
کے 'دھرم' اور 'وِنے' نام سے دو حصّے کیے جاتے تھے۔
اس میں سے دھرم کے نو جزو سمجھے جاتے تھے جو اس طرح تھے۔

سُت، گییہ، ویاکرن، گاتھا، اُدان، اِتی وُتک، جاتک، ابھُت دھم اور ویدل ______ ان اجزا کا ذکر مجھم نکائے کے 'الگدو پم سُت' میں اور 'انگتر نکائے' میں سات جگہوں پر ملتا ہے۔

لفظ 'سُت' پالی کا ہے۔ ممکن ہے یہ سنسکرت کے 'سُوکت' یا 'سُوتر' لفظ سے بنا ہو۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ویدوں میں جیسے 'سُوکت' ہیں ویسے ہی یہ پالی سوکت ہیں۔ لیکن مہایان فرقے کی مقدس کتابوں میں اُنھیں سوتر کہا گیا ہے۔ اس لئے اُنھیں سوتر سمجھنا ہی صحیح ہوگا آج کل سوتر لفظ کے وہی معنی لئے جاتے ہیں جو پانِنی کے یا اسی نوعیت کے دیگر سوتروں سے نکلتے ہیں۔ لیکن 'آشولائن گرہ سوتر' وغیرہ سوترن ان مختصر سوتروں سے کچھ طویل ہیں۔ اور غالباً انہیں معنوں میں پالی زبان کے سوتروں کی تخلیق ہوئی ہوگی۔ یہاں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ ان سوتروں سے آشولائن وغیرہ لوگوں نے اپنے سوتروں کی تخلیق کی یا بودھوں نے اُن کے سوتروں کی بُنیاد پر اپنے سوتر تخلیق کئے البتہ یہ بالکل صاف ہے کہ اشوک کے زمانے سے پہلے بُدھ کے اقوال کو 'سُت' کہتے تھے۔ اور وہ بہت طویل نہیں تھے۔

'الگدو سُت' کی اٹھ کتھا میں کہا گیا ہے کہ نظم و نثر کے ملے جُلے سوتروں کو 'گییہ' کہتے ہیں اور اس کی مثال کے طور پر 'سنیت نکائے' کا پہلا حصہ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن تمام گاتھائیں (منظوم فسانے) 'گییہ' کے ضمن میں آتی ہیں لہذا یہ کہنا مشکل ہے کہ 'گاتھا' نام سے اُس کا الگ

حصہ کیوں کیا گیا؟ ممکن ہے 'گییہ' میں مندرجہ بالا قسم کی گاتھاؤں کی شمولیت ہی مناسب سمجھی جاتی ہو۔

'ویاکرن' کا مطلب ہے تشریح۔ کسی سوتر کی طویل یا مختصر تشریح کرنا ویاکرن[1] ہے۔

بُدھ گھوش کا کہنا ہے کہ 'دھمپد' 'تھیر گاتا' اور 'تھیری گاتھا' یہ تین کتابیں 'گاتھا' کے باب میں آتی ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھیر اور تھیری گاتھاؤں کی تخلیق بُدھ کے پری نروان کے بعد تین چار صدیوں تک ہوتی ہی نہیں تھی اور 'دھمپد' تو بالکل مختصر سی کتاب ہے۔ اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ گاتھا کے ضمن میں صرف یہی ایک کتاب آتی تھی یا کچھ دوسری گاتھائیں بھی اس ذیل میں آتی تھیں۔

مندرجہ بالا کھدک نکائے کی فہرست میں 'اُدان' کا ذکر آیا ہے۔ ان اُدانوں یا اسی قسم کے سُت پٹکوں یا دوسری جگہوں پر آئے ہوئے احکامات کو 'اُدان' کہتے تھے ——— یہ بُدھ گھوش کا کہنا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کتنے اُدان اشوک کے زمانے میں موجود تھے۔ بعد ازاں اُن میں ضرور اضافے ہوئے ہوں گے۔

'اِتی وُتک' میں ۱۱۲ رسالے ہیں۔ اس میں کچھ اِتی وُتک اشوک کے زمانے میں یا اُس کے بعد ایک آدھ صدی میں موجود تھے۔ غالباً بعد

---

[1] سنسکرت کے 'ویاکرن' (گرامر) کا اس لفظ سے کوئی تعلق نہیں۔

میں اُن کی تعداد میں اضافے ہوتے رہے۔

'جاتک' نام کی کہانیاں کافی مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض کہانیوں کے مناظر سانچی اور بھرہت کے ستوپوں کے آس پاس کھدے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اشوک کے زمانے میں جاتک کی بہت سی کہانیاں بودھ ادب کا حصہ بن چکی تھیں۔

'ابھت دھم' کا مطلب ہے عجیب و غریب معجزے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ایسی کوئی کتاب موجود تھی جس میں بھگوان بُدھ اور اُن کے ممتاز شاگردوں کے عجیب و غریب معجزے درج تھے۔ لیکن اب اس 'اُبھت دھم' کا کہیں نام و نشان باقی نہیں رہا۔ غالباً اس کے تمام تر حصے موجودہ 'سُت پٹک' میں شامل ہو چکے ہیں۔ بُدھ گھوش کے لیے بھی 'ابھت دھم' کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ کہتا ہے:

"اے بھکشوؤ! جن 'سُتوں' میں بھی عجیب و غریب معجزوں کا ذکر ہے اُنھیں قدیم 'اُبھت دھم' کا حصہ سمجھنا چاہیئے۔"

'مہا ویدل' اور 'چول ویدل' کے دو سُت 'مجھم نکائے' میں ہیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ 'ویدل' رسالہ کس قسم کا ہو گا۔ ان میں سے پہلے سُت میں مہاکوٹھت ساری پُت سے سوال کرتا ہے اور ساری پُت اُن سوالات کا مناسب جواب دیتا ہے۔ دوسرے سُت میں دھمّ دِنّا بھکشونی اور اُس کے زمانۂ ازدواج کے شوہر میں اسی نوعیت کا مکالمہ ہے۔ یہ

دونوں سُتت بدھ کے کہے ہوئے نہیں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سادھوؤں برہمنوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھگوان بُدھ کے جو سوال وجواب ہوئے تھے اُنھیں الگ سے جمع کر لیا گیا تھا اور اُسے ذیدل کا نام دے دیا گیا تھا۔

'وِبھا سُنتنا سُتت' کی اِس مثال سے واضح ہو گا کہ نو حصوں میں تقسیم ہونے سے پہلے یہ سُتت اور گیبیہ' نامی حصوں میں ہی منقسم تھے۔

بھگوان بُدھ آنند سے کہتے ہیں" اے آنند! سُتت اور گیبیہ' کی وضاحت کے لئے چیلے کا گورو کے ساتھ گھومنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ تم نے یہ باتیں پہلے سے سُن رکھی ہیں اور تم اُن سے بخوبی واقف ہو۔"

مطلب یہ کہ بدھ کی تعلیمات اُن کے شاگردوں کو سُتوں، گیبیوں اور اُن کی تشریحات کی صورت میں حاصل ہوئی تھیں۔ آگے چل کر ان میں چھ مزید ابواب کا اضافہ ہوا۔ اور پھر ان میں سے کچھ ابواب کا تعین کر کے بہت سے سُتت تخلیق کیئے گئے، جو اس وقت موجود ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا مشکل ہے کہ اُن میں سے خود بدھ کا موعظہ کون سا ہے اور کون سا بناوٹی۔ تاہم اشوک کے بھابرا یا بھابرد کے کتبے کی بُنیاد پر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ٹکڑوں کے قدیم حصّے کون کون سے ہوں گے۔

اشوک کے بھابرد کے کتبے میں کہا گیا ہے کہ بُدھ کے مندرجہ ذیل سات ابدیش بھکشوؤں، بھکشونیوں، پجاریوں اور پجارنوں کو بار بار سُننے

اور حفظ کرنے چاہئیں۔

(۱) دِنے سِمکسے (۲) آلیہ وسانی (۳) اَناگت بھیانی (۴) مُنی گاتھا (۵) مونییہ سوتے (۶) ایتِس پسنے (۷) لاگھلووادے۔

اولین برگ اور سینار نامی دو مغربی محققین نے ثابت کیا ہے کہ ان میں سے ساتواں ایدیشن 'مجھم نکائے' کا راہلوواد سُت' (۶۱) ہے۔ دوسرے ایدیشنوں سے متعلق معلومات فراہم کرنے کی کوشش پروفیسر رائس ڈیوڈس نے کی ہے۔ لیکن 'سُت نپات' کے 'مُنی سُت' کو چھوڑ کر اُن کے بتائے ہوئے سُتوں کی تمام تر معلومات غلط تھیں۔ نمبر ۲، ۳، ۵ اور نمبر ۶ کے سُتوں کے بارے میں میں نے فروری سنہ ۱۹۱۲ء کے 'انڈین اینٹکویری' رسالہ میں اپنی تحقیق پیش کی تھی۔ اس میں بنائی گئی معلومات اب مستند قرار دی جا چکی ہیں۔ صرف پہلے سُت کی بُنیاد مجھے اُس وقت نہیں مل سکی تھی۔ مجھے ایسا لگا کہ 'دِنے سمکسے' کا کچھ نہ کچھ تعلق 'دِنے گرنتھ' سے ضرور ہوگا۔ لیکن اس نوعیت کا ایدیشن مجھے کہیں نہیں ملا۔ لہٰذا میں نہیں بتا سکتا کہ وہ سُت کون سا ہے۔

لیکن 'دِنے' لفظ کو دِنے گرنتھ قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ 'انگتر نکائے نپات' سوت ۱۱۱، مجھم ست ۱۰۷ اور ۱۴۷ وغیرہ میں 'دِنی' مادہ کا مطلب ہے 'سکھانا' اس وجہ سے آگے چل کر 'دِنے' کے اصولوں کو 'دِنے پٹک' کا نام دیا گیا ہوگا۔ بُدھ نے جب بھکشو جماعت بنانا شروع کی تھی اس وقت دِنے گرنتھ کا نام و نشان تک نہ تھا۔

جو تعلیمات بھی تھیں ست کی شکل میں تھیں۔ سب سے پہلے دھم چک پوتن سُت کہہ کر بُدھ نے پنچ درگیہ بھکشوؤں کو اپنا شاگرد بنایا۔ لہٰذا دِ نے لفظ کے اصل معنی تعلیم یا 'سکھانا' ہی سمجھنے چاہئیں اور اس دِ نے کی نشر و اشاعت ہی بُدھ کا اہم ترین اُپدیش ہے۔ پالی ادب میں 'سموکنس' لفظ اگرچہ بُدھ کے اُپدیش کے معنی میں نہیں ملتا، تاہم 'سامو کنِسکا دھم دیسنا' ——— یہ جملہ جگہ جگہ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر 'دیرگھ نکائے' کے 'امبٹھ سُت' کے آخر کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:۔

(یعنی) جب بھگوان نے جانا کہ پوشکر سادی برہمن کا دل موقع کی مناسبت سے نرم پڑ گیا ہے، اشتیاق سے بھر گیا ہے، کھل گیا ہے، تب اُنھوں نے بُدھ کی 'سامت کرشک دھم دیشنا' بیان کی، وہ کونسی ہے ——— غم، غموں کا مجموعہ، انسدادِ غم اور انسدادِ غم کا راستہ۔

صرف اس سُت میں ہی نہیں بلکہ 'مجھم نکائے' کے 'اپالی ست' جیسے دوسرے سُتوں میں اور 'دِ نے پٹک' میں ان گنت جگہوں پر یہ جملہ آیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں پوشکر سادی برہمن کو خطاب کیا گیا ہے اور وہاں اپالی وغیرہ گرہستھوں کو۔ یوں 'دِ نے سمت کرش' کے معنی ہوئے ——— دنے یعنی اُپدیش اور اُس کا سُمت کرش (پھیلاؤ) یعنی سامت کرشکا دھرم دیشنا' لہٰذا اس میں شک کی بہت کم گنجائش ہے کہ کسی وقت چار بنیادی صداقتوں کے اُپدیش کو

دُ نے سُمکُسے' کہا جاتا تھا۔ 'دھم چک پوتن سُت' کا نام اشوک کے بہت بعد رائج ہوا ہوگا۔ چکرورتی راجاؤں کی کہانیاں جب مقبولِ عام ہو گئیں تب ہی بدھ کے اُس اُپدیش کو یہ شاندار نام دیا گیا۔

اگر ہم مان لیں کہ 'دُ نے سمکسے' ہی 'دھم چک پوتن سُت' ہے تو بھابرو کے کتبہ میں کھدے ہوئے سات اُپدیش بودھ ادب میں اس طرح پائے جاتے ہیں :۔

(۱) دِنے سکمسے = دھم چک پوتن سُت
(۲) الیہ وسانی = اریہ ونسا (انگتر چتک نپات)
(۳) اناگت بھیانی = اناگت بھیانی (انگتر پنچک نپات)
(۴) مُنی گاتھا = مُنی سُت (سُت نپات)
(۵) مونیہ سوتے = نالک سُت (سُت نپات)
(۶) اُپتس پسنے = ساری پُت سُت (سُت نپات)
(۷) لاگھلوواد = راہلوواد (مجھم سُت ۶۱)

ان ساتوں میں سے 'دھم چک پوتن کی سُت' ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی ایک خاص اہمیت اور حیثیت ہے اور اسی لئے اشوک نے اُسے سب سے اول درجہ دیا۔ باقی ماندہ چھ میں سے تین ایک مختصر سے تین سُت نپات میں ہیں، اُس سے سُت نپات کی قدامت ثابت ہوتی ہے، اُس کے آخری دو 'دِگوں پر ادر کھگ وسان سُت' 'پرُیندلس' نام کی طویل تفسیر ہے۔ جس کی شمولیت اسی

'کھدک نکائے' میں کی گئی ہے۔ ایسا سمجھنا چاہیئے کہ 'ست نپات' کے یہ حصّے 'ندیس' سے پہلے کم از کم ایک دو صدیوں سے موجود تھے۔ اس سے بھی ست نپات کی قدامت ثابت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس کے تمام ست قدیم نہ ہوں پھر بھی اُس کے اکثر و بیشتر ست بلا شبہ بہت قدیم ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں بدھ کی سوانح یا بُدھ کی تعلیمات کے بارے میں جو بحث کی گئی ہے اُس کی بنا ایسے ہی قدیم سُتوں پر رکھی گئی ہے۔

اب ہم خاص بُدھ کے سوانح پر غور کرتے ہیں۔ 'تری پٹک' میں ایک ہی جگہ پر بودھ کی پوری سوانحعمری درج نہیں ہے۔ یہ سوانحعمری 'جاتک اٹھ کتھا' کی 'ندان کتھا' میں ملتی ہے۔ یہ اٹھ کتھا غالباً بُدھ گھوش کے زمانے میں یعنی پانچویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھی۔ اس سے پہلے کی سنگلی اٹھ کتھاؤں میں بہت سی باتیں اس اٹھ کتھا میں آئی ہیں۔ بُدھ کی یہ سوانحعمری بطور خاص 'للت وستر' کی بنا پر لکھی گئی ہے۔ للت وستر غالباً پہلی صدی عیسوی میں یا اُس سے کچھ قبل ضبطِ تحریر میں لائی گئی تھی، یہ مہایان کی تصنیف ہے۔ اور اسی کی بنا پر 'جاتک اٹھ کتھا' کے مصنف نے بُدھ کے سوانح کی کہانی ترتیب دی ہے۔ 'للت وستر' کی تخلیق بھی 'دیرگھ نکائے' کے 'مہا پدان سُت' کی بنا پر کی گئی ہے۔ اس سُت میں وپسی بُدھ کے حالاتِ زندگی بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ اور ان حالاتِ زندگی پر للت وستر کے مصنف نے اپنے گرنتھ کی بنا ڈالی ہے۔ اس طرح گوتم بدھ کے حالات زندگی میں بہت سی متضاد اور اوٹ پٹانگ باتیں شامل ہوگئیں۔

مہاپدان سُت کے کچھ حصّے الگ الگ کر کے اُنھیں
سُتا پٹک میں گوتم بُدھ کے سوانح سے منسلک کر دیا گیا
ہے مثال کے طور پر تین محلوں والی بات لے لیجیے دیپتی راج
کمار کے رہنے کے لئے تین محل تھے، اس داستان کی بنا
پر مناسب سمجھا گیا۔ کہ گوتم بُدھ کے رہنے کے لئے بھی ویسے
ہی محل ہونے چاہئیں - اور یہ خود گوتم بُدھ کے منہ سے
یہ جملے کہلوائے گئے کہ اُن کی رہائش کے لئے تین محل تھے
اور ان محلوں میں وہ بڑی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے
تھے۔ اس کہانی کے بے بنیاد ہونے کے سلسلے میں زیر نظر
کتاب کے چوتھے باب میں بحث تو کی گئی ہے۔ لیکن یہ
کہانی انگتر نکائے میں درج ہے - اور اشوک کے کھابرو والے
کتبے میں اُسی نکائے کے دوست کندہ ہیں۔ اسی لئے کبھی وقت
تاریخی اعتبار سے مجھے یہ کہانی صحیح معلوم ہوئی تھی۔
بعد ازاں غور کرنے پر معلوم ہوا کہ انگتر نکائے کے بہت
سے حصّے بعد کے جوڑے ہوئے ہیں۔ تین اشیاء سے تعلق
رکھنے والی جو باتیں 'تک نپات' میں درج ہیں۔ اُن سے
پتہ چلتا ہے کہ قدیم و جدید کا لحاظ نہیں

نہیں کیا گیا[1]

ایسے قصے کہانیوں میں سے بُدھ کے سوانح کے لئے قابل یقین مواد کیونکر نکالا جاسکتا ہے اس مقصد سے ہی میں نے یہ کتاب لکھی ہے ممکن ہے کہ بعض اہم باتیں میرے دھیان میں نہ آئی ہوں اور بعض کو میں نے غیر ضروری اہمیت دیدی ہو لیکن میرے طریقہ تحقیق میں شاید کوئی سقم نہیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس طریقہ تحقیق سے بُدھ کے سوانح اور اس زمانے کی تاریخ پر نئی روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ اس میں سے بعض مضامین کچھ برس پہلے "پرانو" نامی ایک سہ ماہی گجراتی رسالے میں اور بعض "وِدھ گیان دستا" نامی ایک مراٹھی رسالے میں شائع ہوئے تھے لیکن انھیں اسی صورت میں اس کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔ ان میں بہت ردوبدل کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان مضامین کے کئی حصے اس کتاب میں شامل ہیں تاہم یہ کتاب بنیادی طور سے انفرادی حیثیت کی حامل ہے۔

اس کتاب کا مراٹھی مسودہ جب "نو بھارت گرنتھ مالا" کے ایڈیٹر نے پڑھا تو انھوں نے بعض ایسی باتوں کی طرف میری توجہ دلائی جن کی تحقیق بطورِ خاص اس کتاب میں پیش نہیں کی گئی تھی۔ میں نے مناسب یہ

---

[1] مہاپدان سُتت میں مذکور دیپتی بدھ کی داستانیں گوتم بدھ کے سوانح میں کس طرح داخل ہوئیں اور ان میں سے سُت پٹک میں کون کون سی موجود ہیں اس کی وضاحت اس کتاب کے ضمیمہ ۱ میں کی گئی ہے۔

سمجھا کہ اصل کتاب کے بجائے اس ہیئت لفظ میں ہی اِن پر غور کر لیا جائے۔
لہٰذا مختصر طور پر پیش خدمت ہیں:۔

(۱) کیا بدھ کی تاریخ ولادت کے بارے میں متضاد رائیں دے کر مناسب دلائل کے ساتھ اُن کی تائید یا تردید اس کتاب میں نہیں کرنی چاہیئے تھی؟ زمانہ قدیم یا عہد وسطےٰ کے راجاؤں، دھرم گوروؤں، مصنفوں وغیرہ کی سوانح عمریاں لکھنے سے قبل اُن کے زمانے کا تعین کرنے کے لئے بہت سے صفحات صرف کرنے پڑتے ہیں۔ اس کتاب میں وہ بات دکھائی نہیں دیتی۔

اس بارے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ عہد وسطےٰ کے شاعر اور مصنف اپنے سن چلانے والے نہیں تھے۔ اُن کی تاریخ ولادت کے متعلق چاہے جتنی تکرار کی جائے پھر بھی اس کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکتا بدھ کی بات اس سے مختلف ہے۔ ان کے پری نروان سے لے کر آج تک اُن کے نام کا سن چلا آرہا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے بعض مغربی علماء نے طرح طرح کے دلائل دے کر اس تاریخ میں ۵۶ سے لے کر ۶۵ برس تک کا فرق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بالآخر وہی روایت صحیح ثابت ہوئی جو سنگل جزیرے (سیلون) میں جاری وساری ہے۔ لیکن مان لیجئے کہ بدھ کی تاریخ ولادت کے تعین میں تھوڑا بہت فرق پڑ جاتا ہے تو بھی اُن کی سوانح عمری پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اہم بات بدھ کی تاریخ ولادت نہیں، یہ ہے کہ اُن کی پیدائش سے قبل کیا

حالات تھے اور اُن میں سے اُنھوں نے اپنا نیا فلسفہ حیات کس طرح ڈھونڈھ نکالا؟ اگر اس زمانے کے حالات کا بغور تجزیہ کیا جا سکے تو آج کل بُدھ کے بارے میں جو من گھڑت قصے کہانیاں مشہور ہیں اُن کا تدارک ہوگا اور ہم اس زمانہ کی تاریخ کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے اس لئے تاریخ ولادت کے موضوع پر بہت سے صفحات سیاہ کرنے کے بجائے میں نے اُنہیں باتوں پر توجہ دی ہے جن سے بُدھ کے سوانح پر روشنی پڑ سکے۔

(۲) لوگوں کی ایک بڑی تعداد کا کہنا ہے کہ بُدھ کے سکھائے ہوئے اہنسا (عدم تشدد) سے ہندوستانی سماج نامرد بن گیا اور اسی لئے اُسے غیر ملکی حملہ آور شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔ اس کتاب میں لوگوں کے اس الزام کا کوئی جواب ہونا چاہیئے تھا۔

جواب ——— مجھے اس بات کا احساس تک نہیں ہوا کہ بُدھ کے سوانح کے ساتھ لوگوں کے اس خیال کا کوئی تعلق ہے۔ بدھ کا پری نروان ۵۴۳ ق.م میں ہوا تھا۔ اس کے دو صدیوں کے بعد چندر گپت نے اپنی وسیع سلطنت قائم کی تھی کہتے ہیں کہ چندر گپت بذاتِ خود جین دھرمی تھا۔ لیکن یونانیوں کو اس ملک سے نکال باہر کرنے میں اُس کا اہنسا دھرم اُس کے لئے رُکاوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اُس کا پوتا اشوک مکمل طور پر بودھ بن گیا تھا۔ پھر بھی وہ بہت بڑی سلطنت چلاتا رہا۔

محمد بن قاسم نے ۱۲ ۷ صدی عیسوی میں سندھو دیش پر حملہ کیا۔ اُس وقت بودھ دھرم مغربی ہندوستان میں معدوم ہو چکا تھا اور اُس کی جگہ برہمن دھرم کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی خلیفہ کے اس نوعمر سردار نے دیکھتے دیکھتے سندھو دیش کو پیروں تلے روند ڈالا اور وہاں کے ہندو راجہ کو قتل کر کے اُس کی لڑکیوں کو بطور تحفہ اپنے خلیفہ کے پاس بھجوا دیا۔

سندھ اور پنجاب کے کچھ حصّے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے کے سو برس بعد شنکر آچاریہ کا طلوع ہوا۔ اُن کے ویدانت کا تمام تر مقصد یہ تھا کہ شودر لوگ وید نہ پڑھیں۔ اگر کوئی شودر وید منتر سُن لے تو اُس کے کانوں میں (گرم) سیسہ یا لاکھ بھر دیا جائے۔ اگر وہ وید منتر زبان سے ادا کرے تو اُس کی زبان کاٹ لی جائے اور اگر وید منتروں کے ارشادات پر عمل پیرا ہو تو اُسے جان سے مار ڈالا جائے __________ یہ تھا اُن کا ویدانت! مسلمان فاتحوں سے بھی ہمارے ان سناتنی بزرگوں نے کوئی سبق نہ سیکھا، بُدھ ٹھہرا اُن کا دشمن! اُس سے وہ کیا سیکھتے؟

راجپوت لوگ بڑے کٹر سناتنی تھے، اہنسا میں انھیں قطعی یقین نہیں تھا وقت پڑنے پر آپس میں لڑ مرتے تھے۔ پھر ہنسا کے ان بہادر بھگتوں کو محمود غزنوی نے گھوڑوں کے پیروں تلے کس طرح دھول کی طرح روند ڈالا کیا اس لیے کہ وہ بُدھ کے اہنسا کے ماننے والے تھے؟

ہم مراٹھوں کی پیشوائی تو خاص برہمنوں کے ہاتھوں میں تھی۔ آخری

پیشوا باجی راؤ اپنی صلاحیتوں کے لئے کافی مشہور ہیں۔ پیشوائی میں تو ہنسا کی حد ہو گئی تھی۔ اوروں سے تو لڑائیاں تھیں ہی، گھر میں بھی کم لڑائیاں نہ ہوتی تھیں۔ ایک بار دولت راؤ شندے (سندھیا) نے پونا شہر لوٹ لیا تو دوسری بار یشونت راؤ ہولکر نے اُسے جا لوٹا۔ ہنسا کے ایسے پجاریوں کی سلطنت تو پورے ہندوستان میں قائم ہو جانی چاہیئے تھی۔ اُنھیں اپنی نسبت سو گُنا کم مار دھاڑ کرنے والے انگریزوں کی پناہ کیوں لینی پڑی؟ یکے بعد دیگرے مراٹھے سردار انگریزوں کے غلام کیوں بنتے گئے؟ کیا اس لئے کہ وہ بُدھ کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے؟

جاپان گزشتہ ہزار بارہ سو برس سے بودھ دھرمی ہے۔ ۱۸۵۳ء میں جب کموڈور پیری نے اُنھیں توپوں کا نوالہ بنایا تو اُن میں اچانک بیداری پیدا ہو کر اتحاد کہاں سے آ گیا؟ بودھ دھرم نے اُنھیں نامرد کیوں نہیں بنایا؟

ان سوالات کا جواب نکتہ چین حضرات ضرور دیں ــــــــــ

اپنے قصوروں کو دوسرے پر لاد کر تم کیوں ڈینگ ہانکتے ہو؟ مہاراشٹر کے کوی مورو پنت کا یہ حملہ کیا ایسے ہی نکتہ چین حضرات کو خطاب کر کے نہیں کہا گیا ــــــ "؟ اُنھوں نے اور اُن کے بزرگوں نے جو قصور کئے تھے اُنھیں بُدھ پر لاد کر وہ اپنے عقلمند ہونے کی ڈینگ مار رہے ہیں۔"

(۳) بُدھ کے حصولِ کمال کے بعد اُن کے حالاتِ زندگی سلسلہ وار

کیوں پیش نہیں کیئے گئے؟

جواب ———— اس وقت جس قدر قدیم ادب دستیاب ہے اُس کی بنا پر حالات کا سلسلہ وار ڈھانچہ تیار نہیں کیا جا سکتا۔ بُدھ کے اُپدیش بالترتیب پیش نہیں کیے گئے۔ یہی نہیں بلکہ جو اُپدیش ہیں اُن میں بھی بہت سے اضافے ہو گئے ہیں۔ اُن میں سے اصل اُپدیشوں کی تلاش کارے دارد ہے۔ میں نے اس کتاب میں اسی کی کوشش کی ہے۔ بُدھ کے سوانح کا سلسلہ وار ڈھانچہ تیار کرنا ممکن نہ تھا۔

(۴) ویدک تہذیب ہندوستان میں آریاؤں کی آمد کے بعد وجود میں آئی اس سے پہلے "داسوں" کی یعنی برہمنوں کی تہذیب تھی۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب: ———— اس سلسلہ کی تحقیق میں نے اپنی کتاب "ہندی سنسکرتی آنی اہنسا" کے پہلے باب میں پیش کی ہے۔ اگر وہ کتاب اس کتاب کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت سی باتوں کی وضاحت ہو جائے گی۔ میرا یہ اصرار نہیں ہے کہ سب لوگ لازمی طور پر میری بات تسلیم کریں۔ وہ قابل غور ہے اور اسی لئے میں نے اسے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ داسوں اور آریاؤں کی اس تہذیب کا تعلق بُدھ کے سوانح سے بہت کم ہے۔ ان دونوں تہذیبوں کے تصادم سے پیدا شدہ ویدک تہذیب بُدھ کے زمانہ تک راسخ ہو چکی تھی یہ ثابت کرنے کے لئے ہی اس کتاب کا پہلا باب لکھا گیا ہے۔

(۵) کس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اپنشدوں اور گیتا کی تخلیق بُدھ کے بعد ہوئی تھی؟

جواب: ______ اس سلسلہ میں یہ بھی "ہندی سنسکرتی آئی اہنسا" میں کافی بحث کی گئی ہے۔ اس لیے اس بحث کو اس کتاب میں دوہرایا نہیں گیا۔ میں نے کافی مضبوط دلائل کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُپنشد ہی نہیں آرنیک بھی بُدھ کے بعد لکھے گئے تھے۔

"شت پتھ براہمن" (یجروید کی تفسیروں میں سے ایک) اور "برہد ارنیک اپنشد" میں جو شجرہ دیا گیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بُدھ کے بعد ۳۵ پیڑھیوں تک اُن کی روایت جاری رہی تھی۔ شری ہیم چندر چودھری ہر پیڑھی کی مدت تیس برس مقرر کرتے ہیں لیکن اگر فی پیڑھی پچیس برس کی مدت بھی تسلیم کر لی جائے تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ بُدھ کے بعد ۸۷۵ برس بعد تک یہ روایت چلتی رہی تھی۔ یعنی سمندر گپت کے زمانے تک یہ روایت جاری وساری تھی اور اس وقت تک براہمن (ویدوں کی تفسیریں) اور اپنشد مستقل ہو چکے تھے۔ ممکن ہے اس سے پہلے اُن میں یہاں وہاں مناسب تبدیلیاں کر لی گئی ہوں۔ پالی ادب کی بھی یہی کیفیت ہے بُدھ گھوش سے تقریباً دو سو برس پہلے پالی ادب مستقل ہو گیا تھا اور بُدھ گھوش کی اٹھ کتھاؤں (تفسیروں) کے بعد تو اُس پر آخری مہر ثبت ہو گئی۔ اُپنشدوں کی تفسیر تو شنکر آچاریہ جی نے نویں صدی عیسوی میں قلمبند کی تھی۔ اس سے پہلے گوڑپاد کی مانڈوکیہ کارکائیں ضبط تحریر میں لائی جا چکی تھیں جن میں جگہ جگہ بدھ کی حمد وستائش درج ہے

زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اکبر کے زمانے میں لکھے گئے 'انو پنشد' کا شمار بھی اپنشدوں میں کیا جاتا ہے۔

اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اپنشدوں نے آتم واد (روح سے متعلق نظریات) اور تپسیا' سادھو سنیاسیوں کے فرقوں سے لے لئے تھے۔ کیوں کہ ان دو باتوں کا یگیوں کی تہذیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس طرح آج کل کے آریہ سماج اور برہم سماج' بائیبل کے فلسفۂ وحدانیت کو ویدوں یا اپنشدوں پر لادنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اپنشدوں نے آتم واد اور تپسیا کو ویدوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انھوں نے جوں کہ سادھو سنیاسیوں کی اہنسا کو قبول نہیں کیا اس لئے وہ ویدک رہ گئے یا ہم۔ محققین آج بھی اپنشدوں کو زمانہ ویدک کی تخلیق ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو لوگ پالی یا انگریزی ترجمے پڑھ سکتے ہیں، انھیں زمانۂ بدھ کی تاریخ کی تحقیق میں اس کتاب سے مدد مل سکتی ہے۔ ایسی مجھے امید ہے لیکن جن کے پاس اتنی فرصت نہ ہو وہ کم از کم مندرجہ ذیل پانچ کتابیں ضرور پڑھیں۔

(۱) بدھ دھرم آنی سنگھ

(۲) بدھ لیلا سار سنگرہ

(۳) بودھ سنگھا چا پریچے

(۴) سمادھی مارگ۔

(۵) ہندی سنسکرتی آنی اہنسا۔

یہ کتاب قبولِ عوام کی سند حاصل کرنے کے لئے نہیں لکھی گئی
حقیقت کی تحقیق و تفتیش ہی میرا مقصد رہا ہے۔ میری تحقیق و تفتیش قبولِ عوام
کی سند حاصل کرتی ہے یا نہیں، اس سے قطع نظر ناشرین نے اُسے شائع
کیا۔ اس کے لئے میں اُن کا مشکور ہوں۔

دھرمانند کوسمبی

۱۔ آریوں کی فتح

اوشا دیوی[1] سے متعلق وید منتر

"رگ وید میں اوشا دیوی سے متعلق جو منتر درج ہیں اُن کی بنا پر لوکمانیہ بال گنگا دھر تلک نے اپنی کتاب "دی آرکٹک ہوم اِن دی ویداز" میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آریائی لوگ قطب شمالی کی طرف رہتے تھے۔"

"آج اور کل دونوں برابر ہیں۔ دونوں طویل مدت کے لئے تحت الثریٰ میں جاتے ہیں[2]۔" لوکمانیہ کے خیال کے مطابق یہ اشلوک اور اسی قسم کے دوسرے اشلوک قطب شمالی کے علاقوں کی صبح کو پیش نظر رکھ کر لکھے گئے

---

[1] صبح کی دیوی

[2] The Arctic Home in the Vedas. P. 103

ہیں صبحیں طویل مدت کے لئے تحت الثریٰ میں جاتی ہیں یعنی وہاں چھ ماہ تک تاریکی رہتی ہے۔

لیکن اسی وید منتر کے بارہویں اشلوک میں اوشا دیوی کی یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں "جس کے پاس بہت سے گھوڑے اور گئوویں ہیں اور جو سب کے لئے قابل پرستش ہے" قطب شمالی کے قرب و جوار میں آج بھی گھوڑوں اور گئوؤں کا وجود نہیں ملتا۔ اور اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ہزاروں برس قبل کبھی یہ جانور وہاں موجود تھے۔ صرف اس وید منتر میں ہی نہیں۔ اوشا دیوی سے متعلق دیگر وید منتروں میں بھی اس کی ان خصوصیات کا کافی ذکر ملتا ہے کہ وہ گھوڑے اور گئوویں دینے والی ہے۔ گئوؤں کی خالق ہے وغیرہ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اشلوک یا منتر قطب شمالی کے آس پاس تخلیق نہیں ہوئے تھے۔

اِشتر

تو پھر "صبحیں طویل مدت کے لئے تحت الثریٰ میں جاتی ہیں" کا کیا مطلب لیا جائے؟ بابل کے لوگوں میں بہت قدیم زمانے سے مروجہ اشتر دیوی کی داستانوں پر نظر ڈالنے سے اس کے معنی بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں تمج' یا دُمتے (ویدک دموتس) نامی دیوتا سے اشتر کی محبت ہو جاتی ہے۔ لیکن اچانک وہ مر جاتا ہے۔ اُسے از سر نو زندہ کرنے کے لئے امرت لانے کی غرض سے اِشتر تحت الثریٰ میں جاتی ہے وہاں کی رانی الّتو

اشتر کی بہن ہے۔ وہ اشتر کو بے حد اذیتیں پہنچاتی ہے۔ اُس کے تمام زیورات اُتروا کر اور اُسے بیمار کر کے قید میں ڈال دیتی ہے۔ اس طرح چار یا چھ ماہ تک تکالیف سہنے اور قید و بند کی زندگی گزارنے کے بعد اللّٰتو سے اشتر کو امرت مل جاتا ہے اور وہ پھر سے کرۂ ارض پر آ جاتی ہے۔ اشتر سے متعلق اور بھی بہت سی داستانیں ہیں لیکن یہ داستان سب سے اہم معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا تذکرہ پورے بابلی ادب میں پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "رگ وید" کے ایسے اشلوکوں سے اس داستان کا تعلق ہے[1]

اشتر جس موسم میں تحت الثریٰ سے کرۂ ارض پر آئی، اس موسم میں اس کی تقریب منائی جاتی تھی۔ سُرخ بیلوں کی گاڑی میں اُس کا رَتھ کا سفر نکالا جاتا تھا۔ گھوڑوں کی دریافت کے بعد گھوڑے اس کا رَتھ کھینچنے لگے "دیا وشا جس کے رَتھ میں سُرخ بیل جتے گئے ہیں"[2] "شفق رنگ گھوڑوں کے رتھ میں اوشا دیوی آ گئی"[3]

جنگ میں گھوڑوں کا استعمال

۲۰۰۰ سال قبل مسیح تک بابل میں گھوڑوں کے استعمال کا کوئی ثبوت

---

[1] Lewis spence: Myths and legends of Babylonia and Assyria (1926) P. P. 125 131.

[2] رگ وید ۵، ۸۰، ۳

[3] رگ وید ۶، ۶۵، ۲

نہیں ملتا۔ وہاں رتھوں میں بیل یا گدھے جوتے جاتے تھے۔ اور گھوڑوں کو جنگلی گدھا کہا جاتا تھا۔ بابل کے شمال میں پہاڑی علاقوں کے کیشی باشندوں نے پہلے پہل سامان ڈھونے کے کام میں گھوڑوں کا استعمال شروع کیا۔ ان جنگلی گدھوں کو قابو میں کرکے اور ان پر سوار ہو کر وہ اناج جمع کرنے کے دنوں میں بابل آتے تھے اور وہاں کے کسانوں کی امداد کرکے محنتانے کے طور پر ملا ہوا اناج اُن پر لاد کر لے جاتے تھے۔ کیشی باشندے جنگ کے فن سے قطعاً بے بہرہ تھے، یہ فن انھوں نے بابلی باشندوں سے سیکھا اور سب سے پہلے اُنھوں نے ہی جنگ میں گھوڑوں کا استعمال کیا۔[1] اپنی سوار فوج کی طاقت سے کیشی باشندوں کے گدش نامی ایک راجا نے ۱۷۶۰ قبل مسیح میں بابل میں عالمگیر سلطنت کی اور اُس کے بعد اُس کی اُولاد کی روایت شروع ہوئی۔[2] ماحصل یہ کہ مسیح سے اٹھارہ سو برس قبل تک جنگ میں گھوڑوں کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اور ویدوں میں تو جگہ جگہ گھوڑوں کی اہمیت بیان کرکے کیشی باشندوں سے اُن کا قریبی تعلق ظاہر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علاقہ سپت سندھو (سندھ اور پنجاب) پر آریاؤں کے حملے کا زمانہ ۱۷۰۰ قبل از مسیح سے پہلے نہیں ہو سکتا۔

L. W. King: A History of Babylon (1915) P. 125

L. W. King: A History of Babylon (1915) P. 214

داس

آریاؤں کی آمد سے قبل علاقہ سپت سندھو میں داسوں کی حکومت تھی اب لفظ 'داس' کے معنی غلام کے ہو گئے ہیں۔ مگر ویدوں میں 'داس' اور 'داش' دونوں الفاظ کا استعمال 'دینا' کے معنی میں ہوتا ہے' جدید لغات میں بھی یہی معنی دیئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ داس کے اصل معنی 'داتا' یا 'فیاض' (Noble —) کے ہونے چاہئیں۔ 'اوستا' (کتاب بارزرتشت) کے 'فروردین یاست' میں ان داس ملکوں کے بزرگوں کی پرستش کا ذکر ملتا ہے اس میں انہیں داہی کہا گیا ہے۔[۱]

قدیم فارسی میں سنسکرت کے स کا (س) کا تلفظ ह (ہ) ہوتا تھا۔ مثلاً 'سپت سندھو' کو اوستا میں 'ہپت ہندو' کہا گیا ہے۔ اسی طرح 'داہی' یا 'داس' لفظ داہی ہو گیا۔

آریہ

لفظ آریہ سنسکرت کے ऋ کے مادہ سے بنا ہے اور مختلف صیغوں میں جو ऋच्छ مادہ پایا جاتا ہے وہ عموماً حرکت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

---

[۱] We Worship the Fravashis of the Lolymen in Dahi countries.

چنانچہ لفظ آریہ کے معنی ہوتے ہیں، سیلانی یا مسافر، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آریاؤں کو گھر بنا کر رہنا پسند نہیں تھا جس طرح مغل خیموں میں رہتے تھے اسی طرح آریہ لوگ بھی شاید خیموں یا منڈپوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک لحاظ سے انکی یہ روایت اب تک قائم ہے۔ بابل میں یگیہ (ہندوؤں کا ایک طریقہ پرستش ہے جس میں جانوروں کی قربانی دی جاتی تھی) بڑے بڑے مندروں کے احاطے میں ہوا کرتے تھے۔ ہڑپا اور موہنجوڈرو میں ان قدیم شہروں کے کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ ان میں داسی لوگوں کے مندر رہی یگیہ کرنے کی جگہیں ہوتی تھیں۔ آریاؤں نے اس رواج کو ختم کر دیا۔ انھوں نے یہ رسم چلائی کہ یگیہ منڈپ ہونے چاہئیں آگے چل کر آریاؤں کی نسل منڈپوں کے بجائے گھر بنا کر رہنے لگی۔ مگر یگیہ کے لئے منڈپ ہی چاہئے۔ یہ روایت اب تک قائم ہے۔

داسوں کی شکست کا سبب

ان سیلانی آریاؤں نے داسوں ایسے ترقی یافتہ لوگوں کو کیوں کر شکست دی؟ اس کا جواب تاریخ نے ــــــــ خصوصاً ہندوستان کی تاریخ نے بار بار دیا ہے مطلق العنانیت کے زیر نگیں عوام شروع میں چاہے کتنے ہی سکھی اور دولت مند ہو جاتے ہوں لیکن بالآخر اقتدار حکومت ایک چھوٹے سے طبقے کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتا ہے۔ صرف وہی طبقہ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس کے اراکین اختیار و اقتدار کے لئے آپس میں

جھگڑتے رہتے ہیں اس طرح عوام پر مختلف ٹیکسوں کا بار بڑھنے لگتا ہے اور وہ اس با اقتدار طبقے سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں پسماندہ لوگوں کو ایک اچھا موقع ہاتھ آجاتا ہے اور وہ متحد ہو کر حکومت پر دھاوا بول دیتے ہیں اور اُسے کچل ڈالتے ہیں۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آغاز میں غیر مہذب مغلوں کو متحد کر کے چنگیز خاں نے ایسی لاتعداد سلطنتوں کو تہ و بالا کر ڈالا تھا۔ چنانچہ تعجب نہیں کہ آپس میں لڑنے جھگڑنے والے داسوں پر آریاؤں نے باسانی فتح پالی ہو۔

شہروں کو مسمار کرنے والا اندر

داس لوگ چھوٹے چھوٹے شہروں میں رہتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر آپس میں جھگڑتے رہتے تھے، ان داسوں میں سے ورتر داس نامی ایک داس راجہ اندر سے جا لڑا تھا۔ اس کا ذکر رگ وید میں متعدد جگہوں پر ملتا ہے۔ داسوں کی قیادت ورتر نامی ایک برہمن کے ہاتھ میں تھی۔ اسی کے توشٹا نامی ایک رشتہ دار نے اندر کو ایک ہتھیار 'وجر' (ایک قسم کا بھالا) بنا کر دیا تھا اس ہتھیار سے اندر نے داسوں کے شہروں کو مسمار کر دیا اور آخر میں ورتر نامی برہمن کو بھی مار ڈالا۔ رگ وید میں کئی مقامات پر اندر کو 'پرندر' کا لقب دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہوتا ہے شہروں کو مسمار کرنے والا[1]

---

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "بھارتی سنسکرتی آنی اہنسا" صفحہ ۱۷، ۱۹

اندر کی روایت

لفظ اندر 'اِن' (इन) اور 'در' (द्र) کے مرکب سے بنا ہے۔ 'اِن' کا معنی ہے جنگجو، مثلاً 'سبہ انادر تیتے اِتی سینا' (اِن' یعنی جنگجو کے ساتھ جو رہتی ہے وہ سینا یعنی فوج کہلاتی ہے) اور لفظ 'دَر' بابلی زبانوں میں اعلیٰ یا ممتاز کے معنوں میں ملتا ہے۔ لہٰذا اندر کے معنی ہوئے فوج کا مالک یا سپہ سالار۔ رفتہ رفتہ اس نام نے اسم معرفہ کا درجہ حاصل کر لیا۔ جیسے دیویندر، ناگیندر، منوجیندر وغیرہ۔ اندر اول کا نام شکر تھا۔ اس کے بعد اس کی روایت لاتعداد برس تک چلی ہوگی۔ نہش (اجودھیا کا ایک راجا) کے اندر بنائے جانے کی داستان پرانوں میں آتی ہے اور 'رگ وید' میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

لہٰذا اس داستان میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہوگی۔

اندر کی پرستش

عالمگیر راجاؤں کو یگیہ میں بلا کر انہیں سوم رس (ایک قدیم ہندوستانی جڑی کا نشہ آور عرق جسے تبرک کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا) پلانے کی رسم بابل میں رائج تھی۔ اس موقع پر اس راجا کی حمد و ستائش کے گیت گائے جاتے تھے۔ اندر سے متعلق بیشتر ویدمنتر اسی نوعیت کے ہیں۔ اندر کی سبھا (یا حکومت) کے خاتمے کے بعد بھی یہ منتر جوں کے توں برقرار رہے اور

ان کے اُلٹے سیدھے معنی لئے جانے لگے۔ اندر آسمانوں کا دیوتا ہے ــــ یہ تصور محکم ہو گیا اور ان وید منتروں کے مطالب جگہ جگہ اس قسم کے ہو گئے کہ کسی کی سمجھ میں ہی نہ آتے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے یہ فرض کر لیا کہ ان وید منتروں میں ہی جادو کی تاثیر ہے۔

آندر کا مزاج

'رگ وید' میں اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ علاقہ سپت سندھو پر قابض ہونے والا سپہ سالار آندر ایک انسان تھا۔ اُس کے مزاج کی ہلکی سی جھلک 'کوشیتکی اُپنشد' میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"وِ دِوداس کا بیٹا پرتردن جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دے کر آندر کے پسندیدہ محل میں واپس گیا۔" اندر نے اس سے کہا۔ "اے پرتردن! میں تمہیں بردان دیتا ہوں۔" پرتردن نے جواب دیا: "مجھے ایسا بردان دو جس سے انسان کی فلاح و بہبود ہو سکے۔" اندر نے کہا "بردان دوسروں کے لئے نہیں مانگا جاتا۔ تم اپنے لئے ہی مانگو۔" پرتردن نے جواب دیا۔ "مجھے اپنے لئے بردان نہیں چاہیئے۔" تب آندر نے وہ بات بتائی جو سچ تھی۔ کیوں کہ آندر سچ ہے۔ اُس نے کہا۔ "مجھے پہچانو۔ انسان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے جس میں وہ مجھے پہچان لے، توشٹا کے بیٹے تر شیرش کو میں نے مار ڈالا۔ ارُورنگ نامی رشیوں منیوں کو کتوں کی خوراک بنایا۔ ان گنت معاہدوں کی خلاف ورزی کر کے دِدِیہ لوگ (ملکوت) میں پرہلاد کے پیرووں' انت رکش (زمین اور سورج

وغیرہ دُنیاؤں کی درمیانی جگہ ـــ جنت) میں پولوموں اور زمین پر کال کاشیوں کو میں نے مار ڈالا۔ لیکن میرا بال تک بیکا نہیں ہوا۔ لہٰذا جو کوئی مجھے پہچانے گا چاہے اُس نے ماں کا قتل، باپ کا قتل، چوری، حمل کشی وغیرہ گناہ کئے ہوں یا کر رہا ہو، اُسے ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی۔ نہ اُس کے چہرے کا رنگ بدلے گا۔"

اپنا سامراج قائم کرنے کے سلسلے میں اندر نے مذکورہ بالا تمام مظالم ڈھائے تھے۔ جن کا تذکرہ خود رِگ وید میں موجود ہے۔ لیکن اب اندر ہی نہیں، جس کسی کو سامراج قائم کرنا ہو، وہ اپنے پرائے میں تمیز کر سکتا ہے، نہ اپنے دل میں جذبۂ رحم رکھ سکتا ہے۔ اُسے معاہدوں کی خلاف ورزی کی بھی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ شواجی مہاراج نے جب چندر راؤ مورے کو مار ڈالا تھا تو یہ انصاف تھا یا بے انصافی ـــ یہاں یہ بحث لاحاصل ہوگی۔ شواجی مہاراج اگر انصاف اور بے انصافی کے بارے میں سوچنے لگتے تو کبھی سامراج قائم نہ کر پاتے۔ سامراج کے زیرِ نگیں عوام بھی اس قسم کے معمولی گناہ ثواب پر کبھی غور نہیں کرتے۔ وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی سامراج کے قیام سے اُنھیں فائدہ پہنچا ہے یا نقصان؟

آریاؤں کے اقتدار سے فائدے

اس پہلو سے دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اندر یا آریاؤں کے سامراج سے علاقہ سپت سندھو کے عوام کو بہت فائدہ پہنچا ہوگا۔ چھوٹے شہروں میں

آئے دن کے لڑائی جھگڑے بند ہو گئے ہوں گے اور اس سے لوگوں کو ایک گونہ امن و سکون حاصل ہوا ہوگا۔

مرہٹوں کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ خود پیشواؤں کے رشتہ داروں نے پونا کے شنی واڑ واڑے یعنی پیشواؤں کے محل پر انگریزوں کا جھنڈا لہرایا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ پیشواؤں کی حکومت ختم ہونے پر دوسرے ہندوؤں یعنی غیر برہمنوں نے بڑا جشن منایا تھا۔ ٹھیک اسی طرح ورتر برہمن کو مار کر چونکہ اندر نے علاقہ سپت سندھو میں پھیلے ہوئے جھگڑوں اور عداوتوں کو ختم کر دیا۔ اس لئے یہ ایک فطری امر تھا کہ وہاں کے عوام اندر کا خیر مقدم کرتے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ داسوں اور آریاؤں کے تصادم سے جو مفید نتائج برآمد ہوئے اُن میں ایک تو یہ تھا کہ علاقہ سپت سندھو میں ایک طرح کا امن قائم ہو گیا اور دوسرا یہ کہ سیاست میں برہمنوں کی اہمیت ختم ہو گئی۔ 'رگ وید' اور 'یجروید' میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ اندر نے توشٹا کے بیٹے وشوروپ کو پروہت کا عہدہ دے دیا تھا۔ لیکن پھر اس خوف سے کہ کہیں وہ بغاوت نہ کر دے اُسے مار ڈالا تھا۔[1] یہ سب ہونے پر بھی پروہت کا عہدہ کسی نہ کسی برہمن ہی کے پاس رہا۔ سیاست سے الگ ہو جانے کے کارن برہمن لوگ ادب میں خاطر خواہ اضافہ کر سکے۔

---

[1] 'ہندی سنسکرتی آنی آہنسا' صفحہ ۱۹، ۲۰

ویدک زبان

داسوں اور آریاؤں کے تصادم سے ایک نئی زبان وجود میں آئی ۔ جو ویدک زبان کہلاتی ہے جس طرح مسلمانوں اور ہندوؤں کے تصادم سے اُردو نامی ایک نئی زبان پیدا ہوئی، اسی طرح ویدک زبان کا جنم ہوا۔ لیکن ویدک زبان جیسا بلند مقام اُردو کو کبھی حاصل نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی یہ ممکن تھا۔ ویدک زبان دیو بانی بن گئی۔

اس ویدک زبان کے معرضِ وجود میں آنے اور اُس کے ارتقاء کو سمجھنے کے لئے بابلی زبانوں کا علم نہایت ضروری ہے بعض ابتدائی الفاظ کے معنی کس طرح بدل گئے یہ تو 'داس' اور 'آریہ' الفاظ سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ لفظ 'داس' کے اصل معنی 'داتا' کے تھے۔ لیکن اب اُس کا مطلب 'غلام' ہو گیا ہے اور لفظ 'آریہ' کے اصل معنی 'سیلانی' ہوتے ہوئے آج اُسے ممتاز، فراخ دل اور عظیم کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

آریاؤں کی فتح سے نقصان

داسوں اور آریاؤں کے تصادم سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ داسوں کا فنِ تعمیر تباہ ہو گیا۔ سندھ اور پنجاب کے دریافت شدہ قدیم شہروں اور مکانوں کا اندازِ تعمیر ہندوستان سے معدوم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ جنگلوں میں رہنے والے رشیوں منیوں کا طرزِ رہائش معلوم کرنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں رہا۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ اندر نے رشیوں اور منیوں کو کتوں کی خوراک بنایا تھا۔ اصل لفظ ہے سالا ورک (सालावृक) جس کا مطلب بھیڑیئے بھی ہو سکتا ہے اور کتے بھی۔ مفسر نے اس لفظ کو بھیڑیئے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ لیکن اندر کے پاس چونکہ بہت سے شکاری کتے تھے، اس لئے زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اس نے کتوں کو ہی رشیوں منیوں پر چھوڑ دیا ہوگا۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سماج پر ان رشیوں منیوں کا بہت زیادہ اثر تھا ورنہ اندر کو انھیں ہلاک کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن یہ رشی لوگ کیسے تھے، اور لوگ انہیں کیوں مانتے تھے؟ اس قسم کی معلومات کا اب ہمارے پاس کوئی ماخذ نہیں ہے۔

شری کرشن کے ذریعے آریائی تہذیب و تمدن کی مخالفت

تعجب نہیں کہ علاقہ سپت سندھو پر پوری طرح قبضہ جمانے کے بعد اندر نے اپنا رخ وسطی ہند کی طرف موڑ دیا ہو لیکن وہاں اسے ایک بڑے حریف کا سامنا کرنا پڑا۔ دیوکی نندن کرشن گئوؤں کا محافظ اور پرورش کنندہ راجا تھا۔ چونکہ وہ اندر کی یگیہ تہذیب اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے اندر نے اس پر حملہ کر دیا۔ کرشن کے پاس سوار فوج نہیں تھی۔ مگر اس نے جوابی حملہ کے لئے اس درجہ عمدہ جگہ منتخب کر لی کہ اس کے آگے اندر کی ایک نہ چل سکی۔ برہسپتی (ایک رشی) کی مدد سے کسی طرح وہ اپنی جان بچا کر پیچھے ہٹ گیا۔ رگ وید

(۸، ۹۶، ۱۳۔۱۵) کے بعض اشلوکوں اور بھگوت وغیرہ پرانوں میں مذکور داستانوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے[1]

اگر کرشن 'یگیہ تہذیب' کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھا تو پھر وہ کیا مانتا تھا؟ اُسے آنگرس رشی نے یگیوں کا ایک سیدھا سادا طریقہ سکھا دیا تھا۔ اُس یگیہ کے اصول تھے عبادت بخشش، سادگی، عدم تشدد اور راست گوئی[2]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آریوں اور داسوں کے تصادم سے رشیوں منیوں کی جو معاشرت علاقہ سپت سندھو میں تباہ ہو گئی تھی، اُس کا کچھ عنصر گنگا جمنا کے علاقے میں باقی رہ گیا تھا۔ مذکورہ بالا امثال سے ثابت ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں شری کرشن ایسے راجا عدم تشدد کے حامی رشیوں منیوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

ویدک تہذیب و تمدن کا ارتقار

لیکن یہ غیر تشدد دانہ معاشرت زیادہ ترقی نہیں کر سکی۔ برہمنوں نے سیاست سے کنارہ کش ہونے کے بعد ادب اور دیگر مفید عام کاموں کی طرف خاص توجہ دی۔ ہندوستان کا سب سے قدیم دارالعلوم ٹیکسلا میں تھا۔ وہاں برہمن لوگ ویدوں کا درس تو دیتے ہی تھے، ساتھ ہی ساتھ

---

[1] دیکھئے 'بھارتی سنسکرتی آنی اہنسا' صفحہ ۲۲-۲۶

[2] چھاندوگیہ اپنشد (۳، ۱۷، ۴-۶)

تیر اندازی، فنِ طب وغیرہ علوم بھی سکھاتے تھے۔ علاقہ سپت سندھو پر سے اندر کا روایتی نظام ختم ہوگیا لیکن اس نظام سے پیدا شدہ نئی تہذیب کا دور شروع ہوگیا اور وہ ترقی کرتی گئی۔

وسطی ہند میں ویدک تہذیب و تمدن کی فتح

کرشن کے ذریعہ اندر کی شکست کے چھ سات سو برس بعد پانڈو خاندان کے دو راجاؤں ——— پریکھشت اور ان کے بیٹے جنمے جے نے علاقہ سپت سندھو میں مروجہ آریائی تہذیب و تمدن کو گنگا جمنا کے علاقہ میں فروغ دیا۔ ویدک ادب میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ پانڈو لوگ آریائی تہذیب و تمدن کے حامی تھے۔ کرشن کے زمانے میں اور پانڈوؤں کے زمانے میں کم از کم چھ سو برس کا فرق ہوگا۔ مہا بھارت میں شری کرشن سے متعلق جو کہانیاں آتی ہیں، اُن کے سرسری مطالعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعد میں جوڑی گئی ہوں گی۔ کم از کم یہ تو بہر حال تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اندر کے ساتھ جنگ کرنے والا کرشن اور مہا بھارت کا کرشن دونوں ایک نہیں تھے۔ (اتھرو وید کانڈ نمبر ۲ سوکت ۱۲۷) سے یہ بات بخوبی ثابت ہوجاتی ہے کہ پانڈو خاندان کے پریکھشت اور جن مے جے نامی دونوں راجاؤں نے ویدک تہذیب و تمدن کو بہت سہارا دیا تھا۔[۵]

---

[۵] دبھارتی سنسکرتی آنی اہنسا، صفحہ ۳۷، ۳۸

متذکرہ بالا 'چھاندوگیہ اُپنشد' کی مثال اور پالی ادب کے 'سُت نپات' میں مذکور 'براہمن دھامک' نامی سُت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ علاقہ سپت سندھو میں رشیوں منیوں کا طرز معاشرت نیست و نابود ہو گیا تھا، تاہم وسطی ہند میں بدرجہ اتم موجود تھا۔[1] علاقہ سپت سندھو میں مروجہ چار ذاتوں کی تقسیم (برہمن، کھشتری، ویش، شودر) وسطی ہند میں بھی محکم ہو گئی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ علاقہ سپت سندھو کے برہمنوں نے آریاؤں کی فتح سے پیدا شدہ یگیوں کے طریقے کو پوری طرح قبول کر لیا تھا اور وسطی ہند میں اگرچہ برہمن اگنی پوجا (آتش پرستی) کرتے تھے لیکن اس پوجا میں جانداروں کی قربانی نہیں ہوتی تھی۔ چاول، جو، وغیرہ اشیاء سے ہی وہ اگنی دیوتا کی پوجا کر لیتے تھے۔ لیکن برہشت اور جن مےجیے نے جب یگیہ شروع کئے تو اس غیر متشددانہ برہمنی معاشرت کا قریب قریب خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ قربانی کے یگیوں کا رواج زوروں سے پھیلنے لگا۔ علاقہ سپت سندھو کے بجائے گنگا جمنا کے بیچ کا علاقہ ہی آریہ ورت (آریاؤں کا علاقہ) بن گیا۔

عدم تشدد (اہنسا) برقرار رہا

یہ صحیح ہے کہ یگیوں کا قدیم غیر متشددانہ طریقہ بے جان ہو گیا تھا لیکن

---

[1] بھارتی سنسکرتی آنی اہنسا، صفحہ ۲۹-۳۰

پوری طرح ختم نہیں ہوا تھا۔ راج درباروں اور اونچے طبقے کے لوگوں پر اس کا اثر ضرور کم ہو گیا مگر جنگلوں میں کافی حد تک جاری و ساری رہا۔ یعنی جو لوگ غیر متمدنانہ تہذیب و تمدن سے جڑے رہے۔ انھوں نے پھل پھول کھا کر اپنی عبادت جاری رکھی۔ جاتک اٹھ کتھا میں ایسے لوگوں کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

قربانی کے یگیوں کے نئے طریقوں سے عاجز آ کر لاتعداد برہمن اور دوسرے اہم لوگ جنگلوں میں چلے جاتے تھے اور وہاں آشرم بنا کر عبادت کرتے تھے سال بھر میں چند دنوں کے لئے وہ لوگ ترش اور نمکین چیزیں کھانے کے لئے شہروں اور دیہاتوں میں آتے اور پھر اپنے آشرموں کو لوٹ جاتے ——— مطلب یہ کہ علاقہ سپت سندھو کے رشیوں منیوں کی طرح دکھنی ہند کے رشی منی ختم نہ ہو کر جنگلوں کے سہارے عبادت کرتے ہوئے اسی طرح موجود رہے۔

ایک جدید مثال

اس بات کو واضح کرنے کے لئے جدید تاریخ میں سے ایک مثال دی جا سکتی ہے۔ جب مغربی سنگل جزیرے پر پرتگیزوں نے قبضہ کر لیا اور وہاں کے بودھ مندروں اور بھکشوؤں کے مٹھوں کو منہدم کر کے انھیں جبراً رومن کیتھولک بنا لیا گیا تو سنگل کا راجا بدھ کی مورتی کے دانت اپنے ساتھ لے کر کیانڈی کے جنگل میں بھاگ گیا اور وہاں پہاڑ کی اوٹ میں اس نے اپنا نیا دارالخلافہ بنا لیا۔ مغربی سنگل جزیرے میں پرتگیزوں کے ہتے چڑھنے سے بچے ہوئے بھکشو جہاں تک ان سے ممکن ہو سکا، بودھ

دھرم سے متعلق مقدس کتابیں اپنے ساتھ لے کر اُس پہاڑی علاقے میں کیانڈی کے راجا کی پناہ میں چلے گئے۔ ایک حد تک گوا میں بھی یہی ہوا۔ پرتگیزوں نے ساشٹی، باردیش اور تِس واڈا نامی تحصیلیں سب سے پہلے فتح کیں اور چند برس کے بعد وہاں کے مندروں کو مسمار کر کے لوگوں کو جبراً رومن کیتھولک بنانا شروع کر دیا۔ اُس وقت کچھ ہندو اپنی جائیدادیں وہیں چھوڑ، اپنے دیوتاؤں کو ساتھ لے کر 'سنوویکر' نامی ایک قریبی دیسی ریاست میں بھاگ گئے تھے آج بھی پرانے ساشٹی ضلع کے ہندوؤں کے تمام دیوی دیوتا اس سنوویکر ریاست میں موجود ہیں۔ بعدازاں پرتگیزوں نے اس ضلع پر بھی قبضہ کر لیا، لیکن اُنھوں نے ہندوؤں کے مذہب میں پھر دخل اندازی نہیں کی۔ کہا جا سکتا ہے کہ ایک حد تک یہی حالت وسطی ہند کی غیر متشددانہ معاشرت کی ہوئی۔

عدم تشدد کا اثر

پرکھیشت یا جن تمے جئے نے لوگوں کے اوپر قربانی کے یگیوں کی رسم جبراً نہیں لادی۔ اس رسم کو حکومت کی پُشت پناہی ملتے ہی برہمنوں نے از خود اُسے اپنا لیا۔ اور جنھیں یہ رسم پسند نہ آئی وہ جنگلوں میں چلے گئے اور وہاں عبادت کا سہارا لے کر اُنھوں نے اپنی قدیم روایت کو قائم رکھا جس طرح پرتگیزوں کے ہاتھوں رومن کیتھولک بنائے گئے بودھوں اور ہندوؤں پر آج بھی بودھ اور ہندو تہذیب و تمدن کی چھاپ

موجود ہے اسی طرح وسطی ہند کے غیر متشددانہ تہذیب و تمدن کا بھی تھوڑا بہت اثر وہاں کے عوام الناس پر قائم رہا۔ جنگلوں میں رہنے والے رشی منی جب دیہاتوں یا شہروں میں جاتے تھے، تو لوگ اُن سے بڑی عقیدت سے پیش آتے تھے لیکن باقی دنوں میں وہاں یگیہ اور قربانیاں بھی ہوتی تھیں۔

یگیہ تہذیب کا ارتقاء

رشیوں اور منیوں کی قدر و منزلت تو بہت کی جاتی تھی لیکن اس زمانے میں اس طرزِ معاشرت کو قطعی فروغ نہیں ہوا۔ علاقہ سپت سندھو میں ٹیکسلا جیسے جو دار العلوم قائم ہوئے وہی تعلیمی مرکز بن گئے۔ جاتک اٹھ کتھا، کے بے شمار قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کے بیٹے وید پڑھنے اور راجاؤں کے بیٹے تیراندازی سیکھنے کی غرض سے علاقہ سپت سندھو کے ٹیکسلا ایسے دور افتادہ مقامات پر جاتے تھے۔

علاقہ سپت سندھو یا وسطی ہند میں اندر کی سی کوئی طاقتور سلطنت دوبارہ قائم نہیں ہوئی۔ برہسپت یا جن مے جئے کے راج کا مقابلہ اندر کے سامراج سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا کارنامہ یہ تھا کہ اُنہوں نے قربانی کے یگیوں کی پشت پناہی کی اور اُن کی کوششوں سے گنگا جمنا کا درمیانی علاقہ آریہ ورت بنا۔ اُن کے دورِ حکومت کے بعد شاید علاقہ سپت سندھو اور وسطی ہند کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے ہوں گے لیکن آریاؤں اور داسوں کے تصادم سے پیدا شدہ قربانی کے یگیوں کی تہذیب محکم ہو کر وسیع ہوتی چلی گئی۔

۲۔ ہم عہد سیاسی حالات

سولہ ریاستیں

(۱) انگاناں (۲) مگھداناں (۳) کاسی ناں (۴) کوسلاں ناں (۵) وجی ناں
(۶) ملاّناں (۷) جیتی ناں (۸) ونساناں (۹) کوروناں (۱۰) پنچالاناں
(۱۱) مچھاناں (۱۲) سورسیناناں (۱۳) آسکاناں (۱۴) اونتی ناں۔
(۱۵) گندھاراناں۔ (۱۶) کمبوجاناں۔

مندرجہ بالا سولہ ریاستوں کا ذکر "انگتر نکائے" میں چار جگہوں پر ملتا ہے "للت وستر" کے تیسرے باب میں بھی درج ہے کہ بدھ کی پیدائش سے قبل جمبو جزیرے (ہندوستان) میں سولہ ریاستیں تھیں۔ لیکن اُن میں سے صرف آٹھ ریاستوں کے شاہی خاندانوں کا ذکر ہی اس میں ملتا ہے۔ ان ریاستوں کے لئے صیغہ جمع کا استعمال کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریاستیں کسی زمانے میں مہاجنی طرز نظام کے ماتحت تھیں۔ اُن کے مہاجنوں کو راجا کہا جاتا تھا اور اُن کا صدر مہاراجا کہلاتا تھا۔ بدھ کے زمانے میں یہ مہاجنی طرز نظام کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو رہا تھا اور اُس کی جگہ بڑی تیزی

سے مطلق العنانیت لے رہی تھی، اس واقعہ کی وجوہ پر غور کرنے سے پہلے بے محل نہ ہوگا اگر مختصراً متذکرہ بالا سولہ ریاستوں سے متعلق معلومات بیان کر دیجائیں۔

۱۔ انگ:۔ انگوں کی ریاست مگدھ دیش کے مشرق میں تھی۔ اس کے شمالی علاقے کو 'انگتراپئے' کہتے تھے۔ مگدھ دیش کے راجا نے جب انگ دیش کو فتح کر لیا تب وہاں کا مہاجنی طرز نظام تہس نہس ہو گیا پہلے زمانے کے مہاجنوں یا راجاؤں کی نسل وہاں موجود تھی لیکن ان کا شخصی اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ لہذا آگے چل کر 'انگ مگدھ' کے نام سے اس دیش کا مگدھ دیش کے ساتھ مشترکہ طور پر ذکر ہونے گا۔

'تری پٹک' گرنتھ میں کئی جگہوں پر یہ ذکر ملتا ہے کہ بھگوان بدھ اس دیش میں اپدیش دیا کرتے تھے۔ اور اس دیش کے منتخب شہر 'چمپا نگری' میں گگرارانی کے بنوائے ہوئے تالاب کے کنارے 'چاتر ماس' (چوماسے) بتایا کرتے تھے۔ لیکن یہ چمپا نگر بھی غالباً کسی پرانے راجا کے قبضہ میں نہیں تھا۔ راجا بمبسار نے اسے سون ونڈ نامی برہمن کو انعام میں دے ڈالا تھا۔ اس گاؤں سے ملنے والے نذرانوں سے سون ونڈ برہمن بیچ بیچ میں بڑے بڑے یگیہ کیا کرتا تھا۔[۱۵]

۲۔ مگدھ:۔ زمانۂ بدھ کی ریاستوں میں مگدھ اور کوسل دیش متواتر ترقی

---

۱۵ دیکھیے 'دیگھ نکائے'، 'سون ونڈ سوت'۔

کرتے جارہے تھے اور یہ ریاستیں پوری طرح مطلق العنانیت کے غلبہ میں آگئی تھیں۔ چونکہ مگدھوں کے راجا بمبسار اور کوسلوں کے راجا پسینندی (پرسین جت) بہت فراخ دل تھے۔ اس لئے اُن کی مطلق العنانیت عوام کے لئے اطمینان بخش ثابت ہوئی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ یہ دونو راجہ بگیوں کی پشت پناہی کرتے تھے۔ لیکن اُن کے علاقوں میں سادھو سنیاسیوں کو اپنے اُپدیش کی پوری پوری آزادی تھی۔ یہی نہیں راجا بمبسار ان سادھو سنیاسیوں کے قیام وغیرہ کا انتظام کرکے اُن کی حوصلہ افزائی بھی کرتا تھا۔ گوتم جب پہلی بار سنیاس لے کر راج گرہ میں گئے تو راجا بمبسار نے پانڈو پربت کے پاس جاکر اُن سے اپنی فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی لیکن گوتم اپنے تپسیا (ریاضت) کرنے کے فیصلے پر قائم رہے۔ اُنھوں نے گیا کے قریب اُرو ویل میں جاکر تپسیا شروع کی اور بالآخر نجات کا درمیانی راستہ ڈھونڈھ نکالا۔ وارانسی میں پہلا اُپدیش دینے کے بعد اپنے پانچ چیلوں کے ساتھ بھگوان بدھ راج گرہ میں آئے تو راجا بمبسار نے اُن کے اور اُن کے بھکشوؤں کے رہنے کے لئے ویلوبن (وینیودن) نامی باغ دیا۔ اس باغ میں کوئی مٹھ قائم ہوا ہو، اس بات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ راجہ بمبسار نے بدھ اور اُن کے بھکشوؤں کو وہاں آزادانہ طور پر رہنے کی اجازت دے دی۔ یہی اس 'ویلوبن دان' کا مطلب سمجھنا چاہیئے۔ اس سے بھکشوؤں کے لئے بمبسار کی عقیدت کا

پتہ چلتا ہے۔

صرف بدھ کے بھکشوؤں کو ہی نہیں، اُس وقت سادھو سنیاسیوں کی جتنی بڑی بڑی جماعتیں تھیں راجا بمبسار نے اُنھیں بھی ہر ممکن مدد دی۔ اس وقت سنیاسیوں کی یہ جماعتیں راج گرہ کے گرد ونواح میں قائم تھیں۔ 'دیگھ نکائے' کے 'ساماں پھل سُت' میں اور 'مجھم نکائے' کے 'دمسبر ۷۷، مہا سکولوداے سُت' میں اس نوعیت کا تذکرہ ملتا ہے۔

ایک بار راجہ بمبسار کا بیٹا اجات شترو اپنے امیروں وزیروں کے ساتھ پورن ماشی کی رات کو اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا۔ اُس وقت اُسے کسی پہنچے ہوئے سنیاسی سے ملاقات کرنے کی خواہش ہوئی۔ تمام وزیروں نے باری باری سنیاسیوں کی تمام جماعتوں کے قائدوں کی تعریف کی اور راجا سے اُن کے پاس جانے کی درخواست کی۔

اب تک شاہی حکیم جیوک خاموش بیٹھا تھا۔ اجات شترو نے اُس سے پوچھا تو اُس نے بھگوان بُدھ کی تعریف و توصیف کرکے راجا کو اُن سے ملاقات کرنے پر رضامند کر لیا۔ بدھ عمر کے لحاظ سے اگرچہ اِن تمام سنیاسی رہنماؤں سے چھوٹے تھے اور اُن کی جماعت کو قائم ہوئے بھی بہت کم عرصہ ہوا تھا، تاہم اجات شترو نے اُنھیں سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے کنبہ کے ساتھ بُدھ کے درشنوں کے لئے جیوک کے امربن میں گیا۔

اجات شترو نے اپنے باپ کو قید کرکے مار ڈالا اور خود تخت نشین

ہو گیا۔ لیکن اُس کے باپ نے سنیاسیوں کی جو عزت افزائی کی تھی، اُس میں اُس نے کسی طرح کی کمی نہیں آنے دی۔ راجا بمبسار کی موت کے بعد بھگوان بُدھ عام طور پر راج گرہ نہیں جاتے تھے۔ راجا بننے سے قبل اجات شترو کو اپنے ساتھ ملا کر دیودت نے بھگوان بدھ پر نیل گری نامی مست ہاتھی چھوڑنے کی سازش رچی تھی ——— اس قسم کی باتیں 'ونے پٹک' میں درج ہیں لیکن ان باتوں کی صداقت کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے۔ پھر بھی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ دیودت کو اجات شترو کی حمایت حاصل تھی اور شاید اسی لئے بھگوان بدھ راج گرہ سے دور رہتے تھے۔ لیکن جب وہ راج گرہ آئے تو ان سے ملنے میں اجات شترو کو کوئی قباحت نہیں ہوئی۔ اسی زمانے میں راج گرہ کے گرد و نواح میں سنیاسیوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے چھ قائد رہتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجات شترو اپنے باپ سے بھی زیادہ سنیاسیوں کا احترام کرتا تھا۔ یہی نہیں، اُس کے دورِ حکومت میں مگدھ دیش میں یگیوں کی رسم ختم ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ سنیاسیوں کی جماعتیں ترقی کرتی گئیں۔

مگدھوں کی راجدھانی تھی راج گرہ۔ یہ جگہ بہار پردیش میں تلیا اسٹیشن سے سولہ میل دور ہے۔ اُس کے چاروں طرف پہاڑ ہیں اور اُنھیں کے بیچوں بیچ یہ شہر آباد ہے۔ شہر میں داخل ہونے کیلئے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں

صرف دو راستے ہونے کی وجہ سے دشمنوں سے شہر کی حفاظت کرنا آسان تھا غالباً اسی خیال سے یہ شہر وہاں بسایا گیا تھا۔ لیکن اجات شترو کی طاقت اس قدر بڑھ گئی کہ اُسے اپنی حفاظت کیلئے اس 'پہاڑی غار' میں رہنا بے معنی معلوم ہوا۔ بُدھ کے پری نِروان سے پہلے اجات شترو ایک نیا شہر آباد کر رہا تھا۔ بعد ازاں اسی شہر کو اُس نے اپنی راجدھانی بنایا ہوگا۔

اجات شترو کو 'ویدیہی پتر' بھی کہا گیا ہے۔ جس سے کچھ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اُس کی ماں 'ودیہہ' ریاست کی ہوگی جینیوں کے 'آچارانگ سوتر' وغیرہ میں بھی یہ تذکرہ ملتا ہے کہ اُس کی ماں وجّی راجاؤں میں سے ایک راجا کی بیٹی تھی لیکن 'کوسل سنیت' کے دوسرے وگ کے چوتھے سُت کی اُٹھ کتھا میں اُسے پسیندی کا بھانجا کہا گیا ہے۔ پھر للت وستر میں مگدھ دیش کے راج کُل (شاہی خاندان) کو ویدیہی کُل کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاندان آبائی طور پر غیر معروف تھا۔ بعد ازاں اس کے کسی راجا کا رشتہ ویدیہہ دیش کی راج کنیا سے ہو جانے کے کارن اُسے اہمیت حاصل ہوئی اور کچھ راج پتر (راجکمار) اپنے آپ کو ویدیہی پتر کہنے لگے۔

اجات شترو کے ہاتھوں بمبسار کی موت کی خبر سُنتے ہی اونتی کا راجا چنڈ پردیوت بہت خفا ہوا اور اُس نے اجات شترو پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اُس کے خوف سے اجات شترو نے راج گرہ کی چار دیواری کی مرمت کروائی۔[۱۵] بعد ازاں شاید چنڈ پردیوت نے حملے کا خیال ترک کر دیا۔

---

۱۵ دیکھئے مجھم نکائے، میں بے گوپک موگلان سُت کی اُٹھ کتھا۔

چنڈپردیوت ایسا غیر مقامی راجا تو اجات شترو پر خفا ہو گیا لیکن خود نگدھ کے عوام اپنے راجا کے قتل سے چین بچیں تک نہیں ہوئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس ریاست میں مطلق العنانیت کس درجہ مستحکم تھی۔

۳۔ کاسی:۔ کاسی یا کاشی کی راجدھانی وارانسی تھی۔ جاتک اٹھ کتھا سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں کے بیشتر راجاؤں کو برہم دت کہا جاتا تھا۔ اگرچہ ان کے نظامِ حکومت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں تاہم اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ کاشی کے راجا (مہاجن) غایت درجہ فراخ دل تھے۔ ان کے دورِ حکومت میں صنعت و حرفت نے بہت ترقی کی تھی۔ بُدھ کے زمانے میں بھی نفیس چیزوں کو کاسک، یعنی کاشی کی بنی ہوئی کہا جاتا تھا۔ کاسک لباس۔ کاسک چندن وغیرہ الفاظ نری پٹک، ادب میں جگہ جگہ ملتے ہیں وارانسی کے اشوسین راجا کی رانی وآما کے بطن سے جینیوں کے تیئیسویں تیرتھنکر (ہادی) پارشوناتھ نے جنم لیا تھا۔ انھوں نے اپنے اُپدیش کا آغاز گوتم بدھ کی پیدائش سے قبل لگ بھگ ۲۴۲ ویں برس میں کیا تھا۔ اس سے کہا جا سکتا ہے کہ کاشی کے مہاجن صرف صنعت و حرفت میں ہی نہیں مذہبی خیالات کے سلسلے میں بھی ترقی یافتہ تھے لیکن بُدھ کے زمانہ میں یہ آزاد ریاست بکھر ختم ہو کر کوسل ریاست میں مدغم ہو گئی تھی اور انگ مگدھ کی طرح کاسی کوسل، کا مرکب لفظ بھی مستعمل ہو گیا تھا۔

۴۔ کوسل:۔ کوسل دیش کی راجدھانی تھی شراوستی، یہ اچروتی (موجودہ راپتی) دریا کے کنارے آباد تھی۔ اور وہاں پسیندی (پرسنجت) راجا راج

کرتا تھا۔ 'کوسل سُت' کے ایک سُتت سے پتہ چلتا ہے کہ راجا پسینڈی دبدھ دھرم کا پورا مقلد تھا۔ اور بڑے بڑے یگیہ کیا کرتا تھا۔ پھر بھی اس کے راج میں سنیاسیوں کا احترام کیا جاتا تھا۔ اناتھ پنڈک[1] نامی ایک مشہور و معروف بُدھ سیٹھ نے بودھ بھکشوؤں کی حمایت کے لئے شراوستی میں 'جیت بن' نامی ایک مٹھ بنوایا تھا۔ وساکھا نامی ایک مشہور بُجارن نے بھی 'پور وایام' نامی ایک عظیم عمارت بھکشوؤں کے لئے بنوائی تھی۔ ان دونوں جگہوں پر کبھی کبھی بھگوان بدھ اپنے بھکشوؤں کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اُن کے بہت سے چوماسے یہیں بیتے ہوں گے۔ کیونکہ بُدھ کے بیشتر اُپدیشوں کے بارے میں ترپی پٹک ادب میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ وہ اناتھ پنڈک کے مٹھ میں دیئے گئے تھے۔ راجا پسینڈی اگرچہ یگیوں کی تہذیب کا حامی تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی وہ بدھ کے درشنوں کے لئے اناتھ پنڈک کے مٹھ میں جایا کرتا تھا۔ پسینڈی کو بدھ کے دیئے ہوئے اُپدیشوں کا مجموعہ 'کوسل سُتت' میں ملتا ہے۔[2]

'پلت وستر' میں مذکور اس شاہی خاندان کے تذکرے سے

---

[1] اس کا اصل نام 'سُدت' تھا۔ لیکن چونکہ وہ اناتھوں یعنی یتیموں کو پنڈ (کھانا) دیتا تھا اس لئے اُس کو 'اناتھ پنڈک' کہا جاتا تھا۔

[2] اس مجموعے کے پہلے سُتت میں ہی پسینڈی کے بُدھ کے مرید بننے کا قصہ درج ہے لیکن نویں سُتت میں پسینڈی کے مہا یگیہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ راجا پسینڈی بدھ کا مرید تھا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان راجاؤں کا تعلق ماتنگو کی حقیر قوم سے تھا۔ دھمپد اٹھ کتھا میں مذکور وڈوڈبھ (ویڈور بھ) کی کتھا سے بھی للت وستر کے اس حوالہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

راجا پسینڈی بدھ کو بہت مانتا تھا۔ اُس کے شاکیہ خاندان کی کسی راجکماری سے اس نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن شاکیہ راجا کوسل کے شاہی خاندان کو حقیر سمجھتے تھے اس لئے کوسل خاندان کو اپنی بیٹی دینا اُنہیں گوارا نہ تھا۔ مگر شاکیوں پر چونکہ کوسل راجا کا دبدبہ تھا اس لئے اُس کے مطالبہ کو نامنظور کرنا بھی اُن کے لئے ممکن نہ تھا۔ بالآخر اُنھوں نے یہ ترکیب نکالی کہ مہانام شاکیہ اپنی داسی کنیا واسبھ وتیا کو اپنی ذاتی بیٹی کے روپ میں راجا کوسل کو دے دے۔ کوسل راجا کے وزیروں نے اس لڑکی کو پسند کر لیا اور جب اُنھوں نے اس لڑکی کو مہانام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے دیکھا تو اُنھیں یقین ہو گیا کہ وہ اسی کی بیٹی ہے۔ چنانچہ ایک مبارک مہورت پر کوسل کے راجا کے ساتھ واسبھ وتیا کی شادی ہو گئی۔ راجا نے اُسے اپنی پٹ رانی بنایا۔ اُس کا بیٹا وڈوڈبھ سولہ برس کی عمر میں اپنے ننھیال یعنی شاکیوں کے یہاں گیا۔ شاکیوں نے اپنے سب سے بڑے مندر میں اُس کا مناسب استقبال کیا لیکن اس کے چلے جانے کے بعد جس آسن پر وہ بیٹھا تھا، اُسے پانی سے دھو ڈالا۔ کسی طرح یہ بات وڈوڈبھ کے کانوں تک جا پہنچی اور اُسے اپنے داسی کے بیٹے ہونے کا پتہ چل گیا۔ بڑا ہوتے ہی وڈوڈبھ نے کوسل ریاست کو جبراً اپنے قبضہ میں کر لیا اور اپنے بوڑھے باپ پسینڈی

کو شراوستی سے باہر نکال دیا۔ پسینیدی اپنے بھانجے اجات شترو کی پناہ لینے کے لئے خفیہ طور پر راج گرہ کو روانہ ہوا۔ لیکن راستے میں طرح طرح کے مصائب برداشت کرنے کے بعد راج گرہ سے باہر ایک دھرم شالہ میں اُس کی موت ہو گئی۔

اپنے باپ کی موت کے بعد وڈوڈبھ نے شاکیوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن بھگوان بُدھ نے اُپدیش دے کر اُسے دوبار ایسا کرنے سے روک دیا۔ مگر تیسری بار بُدھ کو کچھ کہنے سُننے کا موقعہ ہی نہ ملا اور وڈوڈبھ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہو گیا۔ شاکیوں پر دھاوا بول کر اُس نے اُنھیں پوری طرح شکست دے دی۔ جو پناہ میں آ گئے یا بھاگ گئے اُن کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو اُن کے بیوی بچوں سمیت قتل کر دیا اور اُن کے خون سے اپنا آسن دھلوایا۔

شاکیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد وڈوڈبھ نے شراوستی لوٹتے ہوئے اچروتی دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ اُنھیں دنوں آس پاس کے علاقے میں شدید ترین بارش ہوئی۔ دریا میں خوفناک سیلاب آ گیا اور وڈوڈبھ اور اُس کی فوج اس سیلاب کی نذر ہو گئی۔

وڈوڈبھ کی اس کہانی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مگدھ دیش کی طرح کوسل دیش میں بھی مطلق العنانیت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔ جب وڈوڈبھ نے اپنے ہر دلعزیز باپ کی گدی پر قبضہ کر لیا تو کوسلوں نے اس وقت بھی اُس کے خلاف ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔

۵ - وجّی :- مہاجنی ریاستوں میں صرف تین آزاد ریاستیں رہ گئی تھیں۔ ایک تھی وجیوں کی اور دو تھیں پاوا اور کشنیارا کے ملّوں کی۔ ان تینوں ریاستوں میں وجیوں کی ریاست مقابلتاً خوش حال اور طاقتور تھی۔ اگرچہ اُس کا جلد خاتمہ ہونے والا تھا تاہم اس وقت ستارۂ صبح کی طرح چمک رہی تھی۔ بھگوان بُدھ ایک ایسی ہی مہاجنی ریاست میں پیدا ہوئے ایسے وقت میں جبکہ شاکیوں کی آزادی ختم ہو چکی تھی۔ وجی لوگوں نے اپنے اتحاد اور استقلال سے بدھ کی زندگی میں اپنی آزادی قائم رکھی، اس لئے قدرتی طور پر بھگوان بدھ کے دل میں اُن کے لئے احترام تھا ——

'مہا پری نبان سُت' میں بھگوان بُدھ دور سے آنے والے لچھویوں کو دیکھ کر بھکشوؤں سے کہتے ہیں —— "اے بھکشوؤ! جنھوں نے ابھی تک تیس دیوتا نہ دیکھے ہوں، وہ ان لچھویوں کے گروہ کو دیکھیں —"

وجیوں کی راجدھانی ویشالی نگری تھی اور اُس کے آس پاس رہنے والے وجیوں کو لچھوی کہا جاتا تھا۔ اُن کے مشرق میں پہلے ویدیہوں کی ریاست تھی، جہاں جنک ایسا فیاض راجا ہوا تھا۔ 'للت وستر' سے پتہ چلتا ہے کہ ویدیہوں کا آخری راجا سمتر متھلا نگری میں راج کرتا تھا اس کے بعد ویدیہوں کی ریاست وجیوں کی ریاست میں شامل کر دی گئی ہوگی۔ وجیوں کی ترقی اور عروج کے سلسلے میں بھگوان بدھ کے سات اصولوں کے اُپدیش کا ذکر 'مہا پری نبان سُت' کے آغاز میں اور 'انگتر نکائے'،

کے ُستک نپات ' میں موجود ہے ' مہاپری نبان سُت ' کی اُٹھ کتھا میں ان اصولوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے ۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وجیوں کی ریاست میں ایک قسم کی جیوریوں (پنچوں) کا دستور تھا اور عموماً بے قصور لوگوں کو سزا نہیں دی جاتی تھی ۔ ان کے قوانین تحریری صورت میں ہوتے تھے اور وہ ان قوانین پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے ۔

۶ ۔ مَل :۔ ملّوں کی ریاست وجّیوں کے مشرق میں اور کوسل دیش کے مغرب میں تھی ۔ وہاں وجّیوں ہی کی طرح جمہوری طرزِ حکومت رائج تھا ۔ لیکن مَلّوں میں پھوٹ پڑ گئی اور پاوا کے مَل اور کشنیارا کے مَل کے نام سے اُن کے دو حصّے ہو گئے ۔

مگدھ دیش سے کوسل دیش کی طرف جانے کا راستہ ملّوں کی ریاستوں میں سے ہو کر گذرتا تھا اس لئے بھگوان بدھ بارہا اس راستے پر آتے جاتے تھے ۔ بھگوان بدھ نے پاوا میں رہنے والے چُند نامی لوہار کے یہاں کھانا کھایا اور بیمار پڑ گئے ۔ وہاں سے کُسی نارا جانے پر اُسی رات اُن کا پری نروان ہو گیا ۔ آج وہاں پر ایک چھوٹا سا مندر ہے جس کے درشنوں کے لئے بودھ جاتری وہاں جاتے رہتے ہیں ۔ پاوا یا پڑرونا گاؤں بھی وہاں سے قریب ہی ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاوا کے مَل اور کشنیارا کے مَل پاس پاس رہتے تھے اور ان دونوں ریاستوں میں بدھ کے بہت سے چیلے آباد تھے ۔ یہ ریاستیں آزاد تو تھیں لیکن ان کا اثر و رسوخ وجّیوں کی جمہوری ریاست کا سا نہیں تھا ۔ بلکہ یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ دتبیوں کی طاقتور ریاست کے باعث ہی اُن اقتدار و اختیار قائم رہا ہو۔

۷۔ چیتی:۔ اس ریاست سے متعلقہ معلومات 'چیتیہ' اور 'وسینتر' نامی دو جاتکوں میں ملتی ہیں 'چیتیہ جاتک' (نمبر ۴۲۲) کی رو سے اس ریاست کی راجدھانی شُوتھوتی (سُوستوتی) تھی۔ اس جاتک میں وہاں کے راجاؤں کا شجرہ بھی درج ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ تذکرہ بھی کہ آخری راجا اپچر یا اپچیر نے جھوٹ بولا اور وہ اپنے پروہت کی بددعا سے نرک چلا گیا۔ جب اُس کے پانچ بیٹے پروہت کی پناہ میں گئے تو پروہت نے اُنھیں ریاست چھوڑنے کا حکم دیا۔ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اُنھوں نے کہیں دوسری جگہ پانچ الگ الگ شہر جا بسائے۔

وسینتر کی بیوی مدّی (مادری) مد (مدر) ریاست کی راجکماری تھی 'وسینتر جاتک' کی کتھا سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ریاست کو 'چیتیہ' ریاست بھی کہتے تھے۔ خود وسینتر کا دیش 'شوی'، اس چیتیہ ریاست کے قریب تھا وہاں کے شوی راجا کی ایک برہمن کو اپنی آنکھیں دے دینے کی داستان کافی مشہور ہے۔[۵] 'وسینتر جاتک' کے مطابق وسینتر راجکمار نے بھی اپنا متبرک ہاتھی، اپنی بیوی اور اپنے دونوں بچے برہمن کو دان میں دے دئے تھے۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیویوں اور چیتیوں کی ریاستوں میں برہمنوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی اور اس لیے یہ ریاستیں کہیں

---

[۵] دیکھیے 'سوی جاتک'، نمبر ۴۹۹

دور مغرب میں واقع ہوں گی۔ بدھ کے زمانے میں شہروں اور حیثیتوں کے نام موجود تھے مگر ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ بھگوان بدھ ان ریاستوں میں کبھی گئے ہوں، یا جیسے مگدھوں کی ریاست میں ریاست انگ کی شمولیت ہو گئی تھی ویسے ہی کسی دوسری ریاست میں یہ ریاستیں شامل ہو گئی ہوں گی۔ بہر حال اتنا ظاہر ہے کہ بھگوان بدھ کی زندگی کے ساتھ ان ریاستوں کا کوئی تعلق نہیں۔

۸۔ **ونس (وتس)**:۔ ونس کی راجدھانی کوسمبی (کوشامبی) تھی۔ بدھ کے زمانے میں یہاں کا جمہوری نظام حکومت ختم ہو گیا تھا اور معلوم ہوتا ہے وہاں اُدین نامی ایک انتہائی عیش پرست راجا مختار کل کی حیثیت سے حکومت کرتا تھا۔ 'دھمپدا اٹھ کتھا' میں اس راجا سے متعلق ایک کہانی درج ہے جو اس طرح ہے:۔

ادین اور اجین کے راجا چنڈ پردیوت میں سخت دشمنی تھی، جنگ کے ذریعہ ادین کو شکست دینا ناممکن دیکھ کر پردیوت نے دھوکہ دے کر ادین کو گرفتار کرنے کی سازش رچی۔ راجا ادین ہاتھیوں کو پکڑنے کا منتر جانتا تھا اور جنگل میں ہاتھیوں کے آتے ہی شکاریوں کو ساتھ لے کر ان کے پیچھے لگ جاتا تھا۔ چنڈ پردیوت نے ایک نقلی ہاتھی بنوایا اور اُسے وتسوں کی سرحد پر بھجوا دیا۔ اپنی ریاست کی سرحد پر ایک نئے ہاتھی کی آمد کی خبر پاتے ہی راجا ادین اُسے پکڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس نقلی ہاتھی کے اندر چھپے ہوئے لوگوں نے اس ہاتھی کو دوڑایا۔ اور اُسے اپنی سرحد

میں لے گئے۔ راجا اُدین ہاتھی کے تعاقب میں بھاگا چلا جا رہا تھا کہ تاک میں بیٹھے ہوئے چنڈ پردیوت کے سپاہیوں نے اُسے پکڑ لیا اور اجین لے گئے۔

جب اُسے چنڈ پردیوت کے روبرو لایا گیا تو چنڈ پردیوت نے اس سے کہا کہ "اگر تم مجھے ہاتھی پکڑنے کا منتر سکھا دو تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا ورنہ تمھیں مار ڈالوں گا۔" لیکن اُدین نہ تو لالچ میں آیا اور نہ دھمکی سے ڈرا۔ بولا۔ "مجھے پرنام کر کے اگر تم بحیثیت شاگرد مجھ سے منتر سیکھو گے تو میں سکھا دوں گا۔ ورنہ تمھیں جو کچھ کرنا ہو، کرو۔"

پردیوت بڑا گھمنڈی تھا۔ اُدین کی اس بات پر بہت لال پیلا ہوا۔ لیکن اُدین کو مار کر ہاتھی پکڑنے کا منتر ختم کرنا بھی دانشمندی نہ تھی۔ لہٰذا اُس نے اُدین سے پوچھا کہ کیا تم کسی اور شخص کو یہ منتر سکھانے پر تیار ہو گے؟ اگر تم میری مرضی کے کسی شخص کو یہ منتر سکھا دو تو بھی میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔"

اُدین نے کہا۔ "جو عورت یا مرد مجھے پرنام کر کے بحیثیت شاگرد یہ منتر سیکھنا چاہے گا، میں سکھا دوں گا۔"

چنڈ پردیوت کی بیٹی واسل دتا (واسودتا) بہت چالاک اور ہوشیار تھی اور ہر لحاظ سے منتر سیکھنے کے اہل۔ لیکن چنڈ پردیوت نہیں چاہتا تھا کہ وہ اُدین کے روبرو آئے۔ چنانچہ اُس نے اُدین سے کہا کہ میرے یہاں ایک کُبڑی داسی ہے وہ پردے کی اوٹ میں بیٹھ کر تمھیں پرنام کرے گی اور تمھاری شاگردی قبول کر کے تم سے منتر سیکھے گی۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئی

تو میں تمھیں آزاد کر کے تمھارے علاقے میں پہنچا دوں گا۔"

اُدین نے یہ بات منظور کرلی، اِدھر پردیوت نے واسودتا سے کہا۔

"ایک کوڑھی ہاتھی کو رام کرنے کا منتر جانتا ہے۔ اُس کا منہ دیکھے بغیر پردے کے پیچھے سے پرنام کر کے تم اُس سے وہ منتر سیکھ لو۔"

اُس کے بعد واسودتا نے پردے کے پیچھے سے اُدین کو پرنام کر کے منتر سیکھنا شروع کیا۔ منتر سیکھتے ہوئے اُس کی زبان سے بعض الفاظ کا غلط تلفظ ادا ہو گیا۔ اس پر اُدین خفا ہو کر بولا۔ "اے کبڑی! تیرے ہونٹ بہت موٹے معلوم ہوتے ہیں۔" یہ سُن کر واسودتا کو بہت غصہ آیا۔ سیخ پا ہو کر بولی۔ "ارے او کوڑھی! تیری یہ مجال کہ راجکماری کو کبڑی کہتا ہے۔"

اُدین چکرایا کہ یہ کیا معاملہ ہے، آخر اُس نے بیچ کا پردہ ہٹا دیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پردیوت کی چالبازی اُن کی سمجھ میں آگئی اور وہ دونوں ایک دوسرے پر فریفتہ ہو گئے۔ اب وہ اونتی سے نکل بھاگنے کی ترکیب سوچنے لگے۔ واسودتا نے اپنے باپ سے یہ کہہ کر بھدر وتی نامی ہتھنی منگوائی کہ مبارک مہورت پر منتر کی آزمائش کے لئے ایک جڑی لانی ہے۔ پھر جب پردیوت باغ کی سیر کو چلا گیا تو وہ دونوں بھدر وتی ہتھنی پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے۔ اُدین فیل بانی میں ماہر تو تھا لیکن اُن کے تعاقب میں بھیجے ہوئے سپاہیوں نے اُنھیں راستے میں ہی جا گھیرا۔ اُس کا توڑ بھی واسودتا نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ وہ اپنے باپ کے خزانے سے سنہری سکوں سے بھری ہوئی بہت سی تھیلیاں

لیتی آئی تھی۔ اُن میں سے ایک تھیلی کھول کر اُس نے وہ سکّے راستے میں بکھیر دیے جب سپاہی اُن کو چُننے میں مصروف ہو گئے تو اُدین نے ہتھنی کو سرپٹ ڈال دیا۔ کچھ دیر بعد جب سپاہیوں نے اُنھیں دوبارہ گھیر لیا تو ایک اور تھیلی کا منھ کھول دیا گیا۔ یوں راستے میں سکّے بکھیرتے ہوئے وہ دونوں کوشامبی جا پہنچے۔

اُدین کے بارے میں ایک اور داستان بھی مشہور ہے، ایک بار سیر و تفریح کی غرض سے وہ اپنے باغ میں پہنچا اور وہاں اُسے نیند آگئی۔ وہاں سے قریب ہی ایک پیڑ کے نیچے پنڈول بھاردواج نامی بھکشو بیٹھا تھا۔ راجا کو سویا دیکھ کر اُس کی رانیاں پنڈول بھاردواج کے پاس جا کر اُس کا اُپدیش سُننے لگیں، اتنے میں راجا اُدین جاگ اُٹھا اور اُس نے پنڈول بھاردواج کے جسم پر لال چیونٹیاں چھوڑنے کا حکم دیا ——— اس نوعیت کا تذکرہ 'سنیت نکائے' کی اٹھ کتھا میں ملتا ہے۔ لیکن بعد ازاں پنڈول بھاردواج کا اُپدیش سُن کر اُدین خود بُدھ کا بھگت بن گیا۔

'انگُتر نکائے' کی اٹھ کتھا اور 'دھمپد اٹھ کتھا' میں درج ہے کہ کوشامبی میں 'گھوشِت'، 'کُکٹ' اور 'پاوارِک' نامی تین امیروں نے بالترتیب 'گھوشت رام'، 'کُکٹ رام' اور 'پاوارک رام' نام سے تین مٹھ بنائی تھیں۔[۵۱] اُدین کی ایک چہیتی رانی ساماوتی اور اُس کی داسی کُھجّرا (کُبجا اُترا) دونوں بھگوان بُدھ کی خاص بھگت تھیں۔ ان داستانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ

---

۵۱ دیکھیے 'بودھ سنگھا چا پریچہ'، صفحہ ۲۳۷-۲۴۵

راجا اُدین کو بھگوان بدھ سے کوئی خاص عقیدت نہیں تھی پھر بھی کوشامبی کے بہت سے لوگ بدھ کے بھگت تھے۔ اور وہ اس بات کے لئے کوشاں رہتے تھے کہ بھکشوؤں کی زندگی بہتر طریق سے گذر سکے۔

کورو۔ کورو دیش کی راجدھانی اندر پرستھ تھی اور بدھ کے زمانے میں وہاں کورویہ نامی راجا راج کرتا تھا ــــــــ اس سلسلے میں بس اتنی معلومات ہی دستیاب ہیں۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہاں کا نظامِ حکومت کس انداز سے چلتا تھا۔ اس دیش میں بدھ کے بھکشوؤں کی جماعت کے لئے ایک بھی مٹھ نہیں تھا۔ بھگوان بدھ اُپدیش کرتے کرتے جب اس دیش میں جاتے تو کسی پیڑ کے نیچے یا ایسی ہی کسی دوسری جگہ قیام کرتے تھے۔ پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دیش میں بہت سے لوگ بدھ کا اپدیش سُننے کے خواہشمند تھے ان میں سے راشٹر پال نامی ایک امیر و کبیر نوجوان کے بھکشو بن جانے کی داستان 'مجھم نکائے' میں بڑی تفصیل کے ساتھ دی گئی ہے۔ 'سُت پٹک' میں درج ہے کہ بھگوان بُدھ نے کورو دیش کے کمّا سدّم (کلماشدمیہ) نامی شہر کے قریب 'سُتی پٹھان' جیسے اعلیٰ اُصولوں کا اپدیش دیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کے عوام الناس تو بدھ کا احترام کرتے تھے لیکن وہاں کے حاکموں میں ان کا کوئی عقیدت مند نہیں تھا اور وہاں ویدک دھرم کا بول بالا تھا۔

۱۰-۱۱- پنچال (پانچال) اور مچھ (متسیہ):- 'جاتک اٹھ کتھا' میں کئی جگہوں پر درج ہے کہ پانچالوں کی راجدھانی کمپّل (کامپلیہ)

تھی۔ لیکن متسیہ دیش کی راجدھانی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ کے زمانے میں ان دونوں ریاستوں کی کوئی خاص اہمیت نہیں رہی تھی اور چونکہ بھگوان بدھ نے ان ریاستوں کا دورہ نہیں کیا تھا اس لئے وہاں کے لوگوں اور شہروں کے بارے میں بودھ گرنتھوں میں برائے نام معلومات ملتی ہیں۔

۱۲۔ سورسین (شورسین) :۔ سورسین ریاست کی راجدھانی مُدھرا (متھرا) تھی۔ وہاں اونتی پُتر نامی راجا راج کرتا تھا۔ ورنا شرم دھرم (برہمن کھشتری ویش، شودر وغیرہ) کے بارے میں اونتی پتر اور مہا کاتیاین میں جو گفتگو ہوئی تھی اُس کا ذکر 'مجھم نکائے' میں ملتا ہے۔ اس دیش میں بھگوان بُدھ شاید ہی جاتے تھے 'انگتر نکائے' کے 'پنچک نپات' کے مندرجہ ذیل سُت (ترجمہ) سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں مُدھرا سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔

"اے بھکشوؤ! متھرا میں پانچ بُرائیاں ہیں۔ کونسی پانچ ؟ وہاں کے راستے اوبڑ کھابڑ ہیں۔ وہاں دھول بہت ہے۔ کُتے بدمعاش ہیں، اُمرا بے رحم ہیں اور وہاں بھکشا ملنا بہت مشکل ہے۔ بھکشوؤ! متھرا میں یہ پانچ بُرائیاں ہیں۔"

۱۳۔ اسّک (اسمک) :۔ سُت نپات کے 'پارائن وگ' کے شروع میں جو داستانیں درج ہیں، اُن سے کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اَسکوں کی ریاست کہیں گوداوری ندی کے آس پاس تھی۔ شراوستی کا ایک باشندہ

باوری نامی برہمن اپنے سولہ شاگردوں کے ساتھ اس ریاست میں جا آباد ہوا تھا۔

" وہ (باوری) اشمک کی ریاست میں اور الک کی ریاست کے قریب گوداوری کے کنارے بھیک اور پھلوں پر گذر بسر کرتے ہوئے آباد ہو گیا۔"

اٹھ کتھا کے مصنف کا کہنا ہے کہ اسک اور الک دونوں آندھر (اندھک) راجا تھے اور اُن کی ریاستوں کے بیچوں بیچ باوری نے اپنے سولہ شاگردوں کے ساتھ ایک نئی بستی بسائی جو برابر بڑھتی گئی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ دکن میں ویدک دھرم کے مبلغین کی یہ پہلی بستی تھی بدھ یا ان کے ہم عصر بھکشو یہاں تک نہیں پہنچے تھے اس لئے بودھ ادب میں ان ریاستوں سے متعلق زیادہ معلومات نہیں ملتیں پھر بھی بدھ کا شہرہ وہاں تک جا پہنچا تھا۔ جسے سُن کر باوری نے اپنے سولہ شاگردوں کو بدھ کے درشنوں کے لئے بھیجا۔ وہ سفر کرتے کرتے مدھیہ پردیش میں پہنچے۔ اور آخر راج گرہ میں بھگوان بدھ سے ملاقات کر کے ان کے شاگرد بن گئے۔ یہ سب باتیں متذکرہ بالا 'پارائن وگ' میں ہی درج ہیں۔ لیکن اس کے بعد ان شاگردوں نے واپس گوداوری کے علاقہ میں جا کر جو اُپدیش دیا اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔

۱۴۔ اونتی :۔ اونتی کی راجدھانی اجین اور وہاں کے راجا چنڈ پردیوت کے بارے میں کافی معلومات ملتی ہیں۔ جب چنڈ پردیوت بیمار ہو گیا تو اُس کے بلاوے پر مگدھ دیش کا مشہور وَئید جیوک کو مار بھرتیہ بغرض علاج اُجین گیا۔ پردیوت کی غیر معمولی سنگدلی کی وجہ سے اُس کے نام کے ساتھ "چنڈ"

(خوفناک) کی صفت لگائی جاتی تھی اور جیوک اس بات سے بخوبی واقف تھا راجا کو دوا دینے سے پہلے اُس نے جنگل سے جڑی بوٹیاں لانے کے بہانے سے راجا سے بھدّ دتی نامی ایک ہتھنی مانگی اور راجہ کو دوا دیتے ہی اس ہتھنی پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دوا استعمال کرتے ہی پردیوت کو قے پر قے آنے لگیں۔ غصے میں آکر اُس نے جیوک کو حاضر کرنے کا حکم دیا لیکن جیوک وہاں سے نکل چکا تھا۔ اُس کے تعاقب میں راجا نے کاک نامی اپنا ایک داس بھیجا۔ کاک نے کوشامبی تک دوڑ دھوپ کر کے جیوک کو پکڑ لیا۔ اُس پر جیوک نے اُسے ایک آنولہ کھانے کو دیا جسے کھاتے ہی کاک کی حالت ابتر ہو گئی۔ اور جیوک پھر سے بھدّ دتی پر سوار ہو کر بخیر و عافیت راج گرہ جا پہنچا۔ ادھر پردیوت بالکل تندرست ہو گیا۔ داس کاک بھی چنگا ہو کر اُجین پہنچ گیا۔ بیماری دور ہو جانے اور توبہ توبہ ہو جانے سے پردیوت جیوک سے بہت خوش ہوا اور اُس نے جیوک کے لئے سویئک نامی کپڑوں کا جوڑا راج گرہ بھجوایا۔[1]

یہ کہانی اور 'دھمپد اٹھ کتھا' کی کہانی ایک دوسری سے بہت ملتی جلتی ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کسی ایک کی تخلیق دوسری کی بنیاد پر ہوئی یا دونوں کی تخلیق الگ الگ وقتوں میں ہوئی۔ البتہ

---

[1] دیکھیے 'مہاوگ' آٹھواں حصہ

دونوں کہانیوں سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ پردیوت ایک انتہائی عصیلہ مطلق العنان راجا تھا۔

بھگوان بُدھ پردیوت کی راجدھانی میں کبھی نہیں گئے۔ اُن کے ممتاز شاگردوں میں سے ایک یعنی مہاکاتیائن پردیوت کے پروہت کا بیٹا تھا۔ باپ کی وفات کے بعد اُسے پروہت کا عہدہ مل گیا لیکن اُس سے مطمئن نہ ہو کر وہ مدھیہ دیش میں جا کر بُدھ کا شاگرد بن گیا۔ مہاکاتیاین کے واپس اپنی ریاست میں لوٹنے پر پردیوت اور دیگر لوگوں نے اس کا بہت احترام کیا۔[1] متھرا کے راجا اونتی پُتر سے ذات پات کے امتیاز کے سلسلے میں مہاکاتیائن سے جو گفتگو ہوئی وہ مجھم نکائے کے "مدھریا سُتّ" میں درج ہے۔ متھرا اور اجین میں اگرچہ مہاکاتیاین کافی مشہور و مقبول تھا پھر بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ بھگوان بُدھ کی زندگی میں وہاں بُدھ دھرم زیادہ پھیلا ہو۔ بدھ کے بھکشو معدودے چند تھے۔ لہٰذا اس علاقے کے سلسلے میں بھگوان بدھ نے اجازت دے رکھی تھی کہ پانچ بھکشو بھی کسی شخص کو مذہبی درس دے دے کر اپنی جماعت میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے مدھیہ دیش میں کم از کم بیس بھکشوؤں کی ضرورت رہتی تھی۔[2]

---

[1] مزید معلومات کے لئے دیکھیے :۔ 'بودھ سنگھا چا پریچہ'، صفحہ ۱۶۵، ۱۶۸

[2] 'مہاوگ'، آٹھواں حصہ

'بودھ سنگا چا پریچہ'، صفحہ ۳۰۔ ۳۱

۱۵۔ گندھار (گاندھار):۔ اس کی راجدھانی ٹکسلا (تکھشلا) تھی، یہاں پکوساتی نام کا راجا راج کرتا تھا۔ ڈھلتی عمر میں وہ تخت سے دستبردار ہو گیا اور راج گرہ تک پیدل سفر کر کے بھکشوؤں کی جماعت میں جا شامل ہوا۔ اس کے بعد پاترا اور چیور (کشکول اور لبادے) کی تلاش میں گھومتے ہوئے اُسے ایک مست گائے نے مار ڈالا۔ گائے کے ذریعے اُس کے مارے جانے کی داستان مجھم نکائے کے 'دھاتو وبھنگ سُتّ' میں درج ہے۔ وہ تکھشلا کا راجا تھا۔ راجا بمبسار سے ساتھ اُس کی دوستی کیوں کر ہوئی، اُن تمام باتوں کی تفصیل اُس سُت کی اَٹھ کتھا میں ملتی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: تکھشلا کے کچھ بیوپاری راج گرہ گئے۔ راجا بمبسار نے حسب دستور اُن کا خیر مقدم کیا اور اُن سے اُن کے راجا کے بارے میں پوچھا جب اُسے بتایا گیا کہ تکھشلا کا راجا نہایت شریف، نیک طینت اور قریب قریب اُس کا ہم عمر ہے تو راجا بمبسار کے دل میں اُس کے لئے محبت و احترام پیدا ہوا اور اُس نے اُن بیوپاریوں کا محصول معاف کر کے اُن کے ذریعے راجا پکوساتی کو دوستی کا پیغام بھیجا۔ اس پر راجا پکوساتی بمبسار پر بہت خوش ہوا۔ اُس نے بھی مگدھ دیش سے آنے والے بیوپاریوں کا محصول معاف کر دیا۔ اور اپنے ملازم ان بیوپاریوں کے ہمراہ کر کے راجا بمبسار کے لئے آٹھ پنج رنگی قیمتی دوشالے بھیجے۔ اس تحفے کے بدلے میں راجا بمبسار نے ایک بڑھیا پٹارے میں سُورن پٹ، (سُنہری کپڑا) بھیجا جس پر زری کے بڑے نفیس کام میں بُدھ دھرم اور بھکشو

جماعت کی خوبیاں درج تھیں، اس تحریر کو پڑھتے ہی پُکوساتی پر بدھ دھرم کی دُھن سوار ہو گئی اور راج پاٹ چھوڑ کر راج گرہ پہنچا۔

راج گرہ میں ایک کمہار کے یہاں کیسے بدھ سے اُس کی ملاقات ہوئی، بُدھ نے اُسے کیا اُپدیش کیا اور آخر گائے سے وہ کیوں مارا گیا وغیرہ تمام تفصیلات متذکرہ بالا دُھاتو وِبھنگ سُتّ، میں درج ہیں۔

گاندھاروں اور اُن کی راجدھانی ٹکھشلا کا ذکر جا بجا اٹھ کتھا میں کئی جگہ پر ملتا ہے۔ ٹکھشلا صنعت و حرفت کی طرح علم کے میدان میں بھی کافی آگے تھا۔ دور دور کے علاقوں سے برہمنوں کے بیٹے وید پڑھنے، کھشتریوں کے بیٹے تیر اندازی اور طریقۂ حکومت سیکھنے اور نوجوان ویش دستکاری اور دیگر پیشوں کی تربیت کی غرض سے ٹکھشلا آتے تھے۔ راج گرہ کے مشہور ترین وید جیوک کومار بھرتیہ' نے آیوروید کا مطالعہ یہیں کیا تھا۔ ہندوستان کا سب سے قدیم اور مشہور دارالعلوم ٹکھشلا ہی میں تھا۔

۱۶۔ کنبوج (کامبوج):۔ بقول پروفیسر رائس ڈیوڈس کنبوجوں کی ریاست شمال مغربی علاقے میں تھی۔ اور اُن کی راجدھانی کا نام دُوار یکا تھا[۵] لیکن مجھم نکائے، کے اسلاین سُتّ، میں یون کنبو جیسو کہہ کر اس ریاست کو یونوں کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے

---

[۵] بُدھسٹ انڈیا، صفحہ ۲۸

کہ یہ ریاست گاندھار کے اس پار تھی اسی سُت میں کہا گیا کہ 'یون کامبوج' دیش میں آریہ اور داس دو ہی قومیں آباد تھیں اور کبھی کبھی کوئی شخص آریہ سے داس اور داس سے آریہ بن جاتا تھا۔ بعض جاتک کتھاؤں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ گاندھاروں کی ریاست میں چار ذاتوں کی تفریق محکم ہو چکی تھی۔ خود ٹکھشلا میں بیشتر گورو برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے لیکن کامبوج میں یہ تفریق داخل نہیں ہوئی تھی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کامبوج کی ریاست گاندھار کے اس پار تھی۔

'کُنال جاتک' کی اٹھ کتھاؤں سے پتہ چلتا ہے کہ اس ریاست کے لوگ جنگلی گھوڑوں کو پکڑنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے جنگلی گھوڑے جس جگہ پانی پینے کے لئے آتے تھے، یہ لوگ اس پانی پر جمی ہوئی کائی اور اس کے آس پاس اُگی ہوئی گھاس پر شہد چھڑ دیتے تھے۔ اور یوں گھوڑے اس گھاس کو کھاتے کھاتے ان لوگوں کے تیار کردہ ایک بڑے احاطے میں پہنچ جاتے تھے۔ گھوڑوں کے احاطے میں داخل ہوتے ہی احاطے کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔ (آج کل اسی سے ملتے جلتے طریقے پر میسور میں ہاتھیوں کو پکڑا جاتا ہے) یہ لوگ جنگلی گھوڑوں کو پکڑ کر کامبوج کے بیوپاریوں کے ہاتھ بیچ ڈالتے تھے اور پھر وہ بیوپاری وسطی ہند کے بنارس وغیرہ شہروں میں جا کر ان گھوڑوں کی خرید و فروخت کرتے تھے[1]

---

[1] مثال کیلئے دیکھئے 'تنڈلنالی جاتک'

کامبوج دیش کے بہت سے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ کیڑے مکوڑوں کو مار ڈالنے سے روح پاک ہو جاتی ہے۔

"کیڑے، پتنگے، سانپ، مینڈک، مکھیاں وغیرہ مارنے سے انسان پاک ہوتا ہے ———— کامبوج کی اکثریت اس قسم کے غیر آریائی اور بے بنیاد فلسفہ میں یقین رکھتی ہے۔"[۱۵]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی زمانہ سرحدی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی طرح کامبوج کے لوگ بھی کافی پسماندہ تھے۔

'منورتھ پورنی اٹھ کتھا' میں مہاکپن کی جو کہانی درج ہے اس کے مطابق مہاکپن سرحدی ریاست کی ککٹ وتی نامی راجدھانی میں راج کرتا تھا اور بعد از اں بُدھ کا شہرہ سُن کر مدھیہ دیش میں آیا تھا۔ جیندر بھاگی ندی کے کنارے بھگوان بُدھ سے اُس کی ملاقات ہوئی اور وہاں بھگوان نے کپن کو اُس کے وزیروں سمیت بھکشو جماعت میں شامل کر لیا۔۔۔ وغیرہ[۱۶]

مہاکپن ایک راجا تھا اور ککٹ وتی میں راج کرتا تھا اُس کا تذکرہ سنیت نکائے' میں بھی درج ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ راجدھانی ککٹ وتی کامبوج میں تھی یا اُس کے گرد و نواح کی کسی پہاڑی ریاست میں۔

البتہ اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ بُدھ کی زندگی میں ہی

---

۱۵ 'بھوری پت جاتک'، اشلوک ۲۰۳۔۹

۱۶ 'بودھ سنگھا چا پریچے'، صفحہ ۲۰۳

سرحدی علاقوں کے باشندے ان کی شہرت اور عظمت سے متاثر ہو گئے تھے۔

اس سلسلے میں دورِ جدید کی ایک مثال دی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ پنجاب کے مختلف فرقوں میں گاندھی جی کا جتنا اثر ہے اُس سے کہیں زیادہ سرحد کے پٹھانوں میں ملتا ہے۔ کچھ یہی بات بدھ کے زمانے میں ہوئی ہو تو اس میں تعجب نہیں۔

للت وستر میں سولہ ریاستوں کا تذکرہ

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ 'للت وستر' میں ان سولہ ریاستوں کا تذکرہ موجود ہے متعلقہ موضوع یہ ہے کہ جب بودھی ستو دگوتم بدھ جب تک کمال کو نہیں پہنچے تھے اُس وقت تک کے لئے اُنھیں بودھی ستو کہا جاتا ہے) تشت دیو بھون دسورگ میں دیوتاؤں کے مسکن) میں تھے تو اُنھوں نے سوچا کہ کس ریاست میں جنم لے کر نسلِ انسانی کو نجات کا راستہ دکھائیں؟ اس وقت بعض دیوپتروں ددیوتاؤں کے بیٹے نے اُنھیں مختلف شاہی خاندانوں کی خوبیاں بتائیں اور بعض نے اُنھیں خاندان کی خوبیاں:-

بعض دیوپتروں نے کہا:- "مگدھ دیش

۱۔ مگدھ کا شاہی خاندان:- میں ویدیہی خاندان بہت خوش حال ہے اس لئے وہی بودھی ستو کے جنم لینے کے لئے مناسب و موزوں ہے۔"

اس پر دوسرے دیوپتر بولے:- "یہ خاندان مناسب نہیں کیونکہ خون کے لحاظ سے پاک نہیں ہے۔ غیر سنجیدہ ہے اور کثیر الاتواب سے اس منصب کے نہیں

پہنچا۔ اُس کی راجدھانی باغوں اور تالابوں سے آراستہ نہیں بلکہ جنگلی لوگوں کے رہنے کے قابل ہے۔

کچھ دیوپتروں نے کہا: "یہ کوسل خاندان

۲۔ کوسل کا شاہی خاندان:۔ فوج اور دھن دولت کے اعتبار سے مالامال ہونے کے کارن بودھی ستو کے شایان شان ہے"۔ اُس پر دوسرے دیوپتر بولے:۔ "یہ خاندان چنڈال نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ پاک خون سے عاری اور حقیر مذہب پر ایمان رکھنے والا ہے لہذا کسی طرح موزوں (مناسب) نہیں۔"

بعض دیوپتروں نے کہا۔ "یہ ونش

۳۔ ونش کا شاہی خاندان:۔ خاندان بہت خوشباش و خوشحال ہے اُس کی ریاست ہر اعتبار سے بھری پوری ہونے کے باعث بودھی ستو کے جنم لینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔"

اُس پر دوسرے دیوپتر بولے۔ "وحشی اور خوفناک ہے، اس خاندان کے بہت سے راجا اصلی نطفے سے پیدا نہیں ہوئے۔ پھر اس خاندان کا موجودہ راجا ناستک (ملحد) ہے لہذا ہرگز ہرگز موزوں نہیں۔"

کچھ دیوپتروں نے کہا۔ "یہ ویشالی کا

۴۔ ویشالی کے راجا۔ عظیم شہر دولت مند، خوشحال اور خوش ذوق انسانوں سے معمور ہے، مکانوں اور محلوں سے آراستہ اور باغ باغیچوں سے مزین ہے۔ ایک طرح سے یہ دیوتاؤں کی راجدھانی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس لئے

بودھی ستو کے جنم لینے کیلئے نہایت موزوں معلوم ہوتا ہے۔"

اس پر دوسرے بولے۔ "وہاں کے راجا ایک دوسرے سے انصاف نہیں برتتے۔ مذہبی رسومات کے پابند نہیں، روشن دماغ اور قابل قدر اور بوڑھے لوگوں کا احترام نہیں کرتے، ہر کوئی اپنے کو ہی راجا سمجھتا ہے، کوئی کسی کا شاگرد نہیں بننا چاہتا۔ کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ شہر بودھی ستو کے قابل نہیں۔"

۵۔ اونتی کا شاہی خاندان:۔ ایک دیوپتر نے کہا:۔ "یہ متھرا نگری بہت خوش حال اور خوش و خرم لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ کنس خاندان کے شورسینوں کے راجا سُباہو کی راجدھانی ہے۔ یہ بودھی ستو کے قابل ہے۔"

اس پر دوسروں نے کہا۔ "اس خاندان کے راجا سنگدل، ظالم، بدزبان، بدخلق ہیں۔ وہ کرموں (فلسفۂ اعمال) میں یقین نہیں رکھتے۔ لہٰذا یہ خاندان بھی بودھی ستو کے شایانِ شان نہیں۔"

۷۔ کورو کا شاہی خاندان:۔ ایک دیوپتر نے کہا: "اس ہستنا پور میں پانڈو خاندان کا بہادر اور شکیل راجا راج کر رہا ہے۔ یہ خاندان دشمنوں کو شکست دیتا ہے۔ لہٰذا یہی بودھی ستو کے لئے موزوں ہے۔"

اس پر دوسروں نے کہا۔ "پانڈو خاندان کے راجاؤں نے اپنے خاندان کو پریشان کر رکھا ہے۔ یدھشٹر کو دھرم کا، بھیم سین کو ہوا کا، ارجن کو اندر کا اور نکل اور سہدیو کو اشونیوں کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ خاندان بھی بودھی ستو کے قابل نہیں۔"

۸۔ میتھل کا شاہی خاندان:۔ ایک دیوپتر نے کہا: میتھل راجا سُمترکی راجدھانی کا یہ میتھلا نگری بہت خوبصورت اور قابلِ دید ہے۔ اس راجا کے یہاں ہاتھی، گھوڑے اور بہت بڑی پیدل فوج ہے۔ اس کے پاس سونا، موتی اور جواہرات ہیں۔ جنگجو جیسے جنگجو راجاؤں کی فوجیں اُس کے رعب و دبدبے سے کانپ اُٹھتی ہیں۔ وہ رحمدل، شفیق اور دھرماتما ہے۔ اس لئے یہ خاندان بودھی ستو کے لئے ہر اعتبار سے موزوں اور مناسب ہے۔" اس پر دوسرے بولے۔ "یہ راجا ایسا ہے تو ضرور لیکن اُس کے بہت سے بال بچّے ہیں اور انتہائی معمر ہو جانے سے بیٹا پیدا کرنے کے قابل نہیں رہا۔ لہٰذا یہ خاندان بھی بودھی ستو کے شایانِ شان نہیں۔"

یوں ان دیوپتروں نے جمبو جزیرے کی سولہ ریاستوں میں جو چھوٹے بڑے شاہی خاندان تھے اُن سب پر تنقید کر ڈالی اور انھیں ان سب میں خامیاں نظر آئیں۔ل

صرف آٹھ خاندانوں کی معلومات

ملک کی سولہ ریاستوں میں سے یہاں صرف آٹھ ریاستوں کے شاہی خاندانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اُن میں سے سمتر کا شاہی خاندان شاید اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ اور اُس کی ریاست وجیوں کی ریاست میں شامل ہو گئی

ل یہ اصل تذکرے کا خلاصہ ہے۔

تھی۔ باقی ماندہ سات ریاستوں میں پانڈووں کی نسل کا کونسا راجا راج کرتا تھا۔ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس سے متعلق کسی طرح کی معلومات بودھ ادب میں بھی نہیں ملتیں۔ "رٹھپال سُت" میں یہ ذکر ملتا ہے کہ کورو دیش میں کورو نامی راجا راج کرتا تھا لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ یہ کورو پانڈو خاندان میں سے تھا۔ دوسرے چھ شاہی خاندانوں سے متعلق جو معلومات یہاں دی گئی ہیں تقریباً ویسی ہی معلومات "تری پٹک" گرنتھوں میں پائی جاتی ہیں۔

شاکیہ خاندان

بودھ گرنتھوں میں شاکیہ خاندان سے متعلق کافی تفصیلات ملتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ متذکرہ سولہ ریاستوں میں شاکیوں کے نام تک کا ذکر نہیں آیا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اس فہرست کے تیار ہونے سے قبل ہی شاکیوں کی آزادی ختم ہو چکی تھی اور اُن کی ریاست کوسلوں کی ریاست میں مدغم ہو گئی تھی۔

جب بودھی ستو گھر بار چھوڑ کر راج گرہ گئے تھے تو راجا بمبسار نے اُن سے مل کر پوچھا تھا کہ "تم کون ہو؟" تب بُدھ نے کہا تھا:۔

"اے راجا! یہاں سے سیدھے ہمالیہ کی تلہٹی میں ایک علاقہ ہے جس کا شمار کوسل دیش میں ہوتا ہے۔ گوت وہاں کے باشندوں کا آدتیہ ہے اور ذات شاکیہ۔ اے راجا! اس خاندان سے نفسانی خواہشات ترک کر کے میں جگہ جگہ گھومنے والا

سنیاسی بن گیا ہوں۔"[1]

"جس کا شمار کوسل دیش میں ہوتا ہے" سے ظاہر ہے کہ شاکیوں کی آزادی کبھی کی ختم ہو چکی تھی۔

شاکیہ لوگ کوسل راجا کو مالیہ دیتے تھے۔ اور داخلی انتظامات خود کرتے تھے۔ مہانام کی داسی کنیا سے راجہ پسینڈی کی شادی کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ پروفیسر رائس ڈیوڈس کے خیال میں یہ کہانی بے بنیاد ہے۔ شاید اُن کا کہنا یہ ہے کہ اگر شاکیوں کو کوسل راجا کا تسلط منظور تھا تو پھر اُسے اپنی لڑکی دینے میں اُنھیں کیا عذر ہو سکتا تھا[2] لیکن اُس وقت ہندوستان میں ذات پات کا کس درجہ شدید امتیاز تھا، یہ شاید پروفیسر رائس ڈیوڈس کو معلوم نہ تھا۔ اودے پور کا راجا پرتاپ سنگھ اکبر کا تسلط تسلیم کرتا تھا لیکن وہ اپنی لڑکی اکبر کو دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ 'للت وستر' میں کہا گیا ہے کہ کوسل خاندان 'ماتنگچیو تپوتین' تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاندان ماتنگوں (چنڈالوں) کی ذات سے اوپر اُٹھا تھا۔ ایسے گھرانے کے ساتھ خون کا رشتہ قائم کرنے سے اگر شاکیوں نے ناپسندیدگی ظاہر کی ہو تو اس میں تعجب نہیں۔

---

[1] 'سُت نپات' ۔۔۔ 'پبّجا ست'

[2] 'بُدھسٹ انڈیا' صفحہ ۱۱-۱۲

جمہوری ریاستوں کا نظام حکومت

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ یہ ریاستیں ایک زمانے میں جمہوری یا مہا جنی تھیں۔ ورجی، ملّ یا شاکیہ وغیرہ کے بارے میں جو معلومات تری پٹک گرنتھوں میں ملتی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ ان ریاستوں میں دیہاتوں کے مکھیاؤں کو راجا کہا جاتا تھا۔ یہ تمام راجے متفقہ طور پر اپنا ایک سردار منتخب کر لیتے تھے۔ اُس کا عہدہ اس کی زندگی تک ہی برقرار رہتا تھا۔ یا ایک مقررہ مدّت تک۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ورجیوں میں کوئی مہا راجا بھی گذرا ہے۔ ورجیوں کے سپہ سالار کا تو ذکر ملتا ہے مگر مہاراجا کا نہیں۔ شاید اتنے وقت کے لئے اپنا سردار منتخب کر کے وہ اپنا کام چلا لیتے ہونگے ان جمہوری ریاستوں میں انصاف اور نظام حکومت کے سلسلہ میں کچھ قوانین اور اصول وضع کئے گئے تھے جن کے مطابق راجا لوگ اپنا راج کاج کرتے تھے۔

جمہوری ریاستوں کی تباہی کے اسباب

سولہ ریاستوں کا جمہوری نظام حکومت ختم ہو گیا اور تقریباً سبھی ریاستوں میں مطلق العنانیت قائم ہو گئی۔ صرف ملّوں کی دو چھوٹی چھوٹی اور ورجیوں کی ایک طاقتور، یہ تین آزاد جمہوری ریاستیں بچ رہی تھیں۔ لیکن وہ بھی مطلق العنانیت کے شکنجے میں پھنستی جا رہی تھیں۔ اس کے اسباب کیا تھے؟

میرے خیال میں جمہوری راجاؤں کی عشرت پرستی اور سیاست میں برہمنوں کا بول بالا ہی اس انقلاب کا اہم سبب رہا ہو گا۔

جمہوری راجاؤں کا انتخاب نہیں ہوتا تھا۔ باپ کے بعد اس کا بیٹا راجا بنتا تھا۔ آبائی طور سے یہ حق مل جانے کے کارن اُن کا عیش پرست اور غیر ذمہ دار ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ اور پُر للت وِستر' سے وجیوں سے متعلق جو تذکرہ دیا گیا ہے۔ اس سے کچھ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ جمہوری راجا طاقتور تھے تاہم اُن کے دل میں ایک دوسرے کے لئے عزت واحترام نہیں تھا اور تمام جمہوری راجا اپنے ہی کو مہاراجا تصور کرتے تھے۔ غالباً اسی لئے بُدھ کے پری نروان کے بعد وجیوں کے راجاؤں میں پھوٹ ڈال کر راجا اجات شترو بہ آسانی اس ریاست پر قابض ہو گیا تھا۔

ان جمہوری راجاؤں کو عوام الناس کی حمایت حاصل ہونا ممکن نہیں تھا اگر کوئی راجا بلا وجہ لوگوں پر ظلم ڈھانے لگتا تو لوگوں میں یا دوسرے راجاؤں میں اُسے روکنے کی استطاعت نہیں ہوتی تھی۔ اُس کے مقابلے میں عوام الناس کے نزدیک مطلق العنانیت یعنی لاتعداد راجاؤں کے بجائے ایک حکمراں کے ماتحت رہنا زیادہ سودمند تھا۔ یہ مہاراجا اپنے افسران سے بدتمیزی سے پیش آتا۔ اگر اس کی راجدھانی کے آس پاس کوئی حسین لڑکی مل جاتی تو اُسے اپنے حرم میں ڈال لیتا ——— اس قسم کی غیر اخلاقی باتیں بھی اگر اس سے ہو جاتیں تو بھی اُس کے مظالم جمہوری راجاؤں کی سی کثرت سے نہیں ہوتے تھے۔ جمہوری راجا گاؤں

گاؤں میں رہتے تھے اور یوں شاید ہی کوئی فرد ان کے مظالم سے بچ پاتا تھا۔ مالیے اور بیگار کی شکل میں یہ راجا ہر کسی کو زچ کرتے ہوں گے مطلق العنان مہاراجا کو اس طرح کسانوں کو ستانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ وہ اپنے عیش و عشرت کے لیے مقررہ مالیے کی شکل میں ضروری سرمایہ بہ آسانی فراہم کر سکتا تھا۔ لہٰذا عجب نہیں اگر عوام الناس کو اس جمہوریت کے مقابلہ میں مطلق العنانیت زیادہ پسند آئی ہو۔

مطلق العنان ریاست کے پروہت کا کام خاندانی روایات کے مطابق یا برہمن جماعت کے مشورے سے برہمن ہی کو ملتا تھا۔ پردھان منتری وغیرہ کے عہدے بھی برہمنوں کو ہی ملتے تھے۔ چنانچہ برہمن لوگ مطلق العنانیت کی پُرزور حمایت کرنے لگے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ برہمن گرنتھوں میں جمہوری راجاؤں کا نام و نشان تک نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کو جمہوری نظامِ حکومت قطعی ناپسند تھا۔ "انبٹھ ست" میں درج ہے کہ "شاکیوں جیسے جمہوری راجا برہمنوں کا احترام نہیں کرتے" یہ الزام انبٹھ برہمن نے اُن پر لگایا تھا۔ جمہوری ریاستوں میں یگیوں کی قطعی پُشت پناہی نہیں ہوتی تھی۔ اور مطلق العنان ریاستوں میں خاندانی روایت کے مطابق مہاراجا یگیہ وغیرہ رسومات سرانجام دینے کے لئے برہمنوں کو جاگیر یا دوسرے انعامات عطا کرتے تھے۔ "ست پٹک" سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا بمبسار کی ریاست میں سون دنڈ، کوٹ دنت وغیرہ برہمنوں کو اور کوسل دیش میں پوکھر ساتی (پوشکر سادی) تارو کھ

دتا روکھش) وغیرہ برہمنوں کو بڑے بڑے انعام و اکرام ملے تھے۔ لہٰذا فطری طور پر برہمن قوم اور مطلق العنانیت طرزِ حکومت کا اثر ایک دوسرے کی مدد سے روزافزوں ہوتا گیا۔

اگلے باب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بُدھ کے زمانے میں برہمنوں کی نسبت سادھو سنیاسیوں کی اہمیت روز بروز بڑھ رہی تھی، سادھو سنیاسی جمہوری ریاستوں کو قدر کی نظر سے دیکھتے تھے کیوں کہ ان ریاستوں میں یگیہ وغیرہ رسومات کو قطعی دخل نہ تھا۔ لیکن روحانیات سے متعلق غور و فکر میں مگن رہنے کے باعث سیاسی موضوعات پر غور کر کے جمہوری ریاستوں کے لئے اصلاح کا راستہ ڈھونڈھ نکالنا اُن کے لئے ممکن نہ تھا۔ شاید وہ سوچتے تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ناگزیر ہے۔

جمہوری راجاؤں سے بدھ کا لگاؤ بڑی واضح شکل میں دکھائی دیتا ہے اُنھوں نے وجیوں کو اُن کے فروغ اور ترقی کے جو سات اصول بتائے تھے اُن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ لیکن بوسیدہ نظامِ حکومت میں سے نئی اور مضبوط بنیادیں کیونکر کھڑی کی جا سکتی ہیں، اس بارے میں بھی اُنھوں نے کچھ کیا ہو ______ ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ان جمہوری راجاؤں میں سے کوئی راجا ظلم کرے تو کیا دوسرے راجا مل کر اُسے روک دیں یا پھر ان تمام جمہوری راجاؤں کو لوگ موقع بہ موقع منتخب کر کے اُن پر اپنا دباؤ قائم رکھیں ______ اس قسم کی باتوں سے متعلق بودھ ادب میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

بُدھ کے مریدوں نے جمہوری ریاستوں کے تصور کو یکسر ترک کر دیا تھا۔ 'دگھ نکائے' میں معیاری نظامِ حکومت پیش کرنے والے 'چک وتی سُتّ' اور 'مہاسُدسّن سُتّ' نامی دو سُتّ ہیں۔ اُن میں چکرورتی راجا کی اہمیت بتاتے ہوئے مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ برہمنوں کے سمراٹ اور اس چکرورتی راجا میں صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر عوام الناس کی بھلائی بُرائی سے بے تعلق رہتے ہوئے بہت سے یگیہ وغیرہ کر کے صرف برہمنوں کے سکھ کا خیال رکھتا ہے اور موخرالذکر ساری جنتا سے منصفانہ برتاؤ کر کے اُسے سُکھی بنانے میں کوشاں رہتا ہے۔ ریاست میں امن وسکون قائم ہوتے ہی وہ لوگوں کو تلقین کرتا ہے کہ :

" جانداروں کو نہیں مارنا چاہیئے، چوری نہیں کرنا چاہیئے۔
زنا نہیں کرنا چاہیے جھوٹ نہیں بولنا چاہئیے شراب نہیں پینا چاہیئے۔"

یعنی بودھ دھرم کے عقیدت مندوں کے لئے جو پانچ اصول یا اصول کار ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین چکرورتی راجا کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ برہمنوں اور بُدھ کے مریدوں' دونوں کے لئے مطلق العنان نظامِ حکومت بہتر ثابت ہوا اُن میں کوئی بُنیادی اختلاف نہ رہا" اگر رہا تو اُس کی حیثیت ضمنی تھی ______ لیکن خود گوتم بودھی ستو پر جمہوری نظامِ حکومت کا گہرا اثر تھا۔ جماعت کی تخلیق وتعمیر بُدھ نے جمہوری ریاستوں کے نظامِ حکومت ہی کی بُنیاد پر کی ہوگی۔ اس لئے ان جمہوری ریاستوں سے جو کچھ بھی معلومات ملتی ہیں۔ ان کی ایک خاص اہمیت ہے۔

۳- بدھ عہد مذہبی حالات

گمراہ کن خیالات

آج کل بیشتر علمار کا عقیدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول اول برہمنوں کی تمامتر توجہ ویدوں پر تھی۔ پھر انھوں نے یگیوں کو اہمیت دی۔ اس میں سے اپنشدوں کا فلسفہ پیدا ہوا۔ اور پھر بُدھ نے اس فلسفے کی اصلاح کر کے اُس کے مطابق اپنے فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ طریقۂ فکر نہایت گمراہ کن ہے اور اسے نظر انداز کئے بغیر بدھ کا حقیقی کردار سمجھ میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا اس باب میں مختصر طور پر یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ بُدھ کے زمانے میں مذہبی حالات کی کیا نوعیت تھی۔

یگیہ تہذیب کی ترویج

پہلے باب میں بتایا گیا ہے کہ آریاؤں اور داسوں کے تصادم سے علاقہ 'سپت سندھو' میں یگیہ تہذیب کی داغ بیل پڑی اور پرکھشت

اور اُس کے بیٹے جن مے جے کے دورِ حکومت میں اس ویدک تہذیب نے کورودیش میں اپنا مستقل اڈا جما لیا۔ لیکن اس تہذیب کی ترویج کورودیش کے اس پار مشرق کی طرف زیادہ سرعت سے نہیں ہوئی۔ ایک لحاظ سے یہ تہذیب کورودیش میں ہی محدود ہو کر رہ گئی۔ اور اہم وجہ اس کی یہ تھی کہ مشرقی علاقوں میں رشیوں منیوں کی اہنسا اور تپسیا کو اہمیت دینے والے کافی اکثریت میں تھے۔

تپسوی رشی مُنی

'جاتک اٹھ کتھا' میں تپسوی رشی منیوں کی بے شمار داستانیں درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جنگلوں میں جا کر تپسیا کیا کرتے تھے۔ اُن کی تپسیا کا اہم موضوع یہ تھا کہ کسی بھی جاندار کو دُکھ نہ دیا جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو، اپنے جسم کو ایذا پہنچائی جائے۔ یہ لوگ تنہا بھی رہتے تھے اور باجماعت بھی۔ جاتک اٹھ کتھاؤں میں لکھا ہے کہ تپسویوں کی ان جماعتوں میں پانچ پانچ سو تک افراد ہوا کرتے تھے جنگلوں میں پائے جانے والے کند مول پھل وغیرہ پر ان کی گذر بسر ہوتی تھی اور خاص خاص موقعوں پر کھٹّی اور نمکین چیزیں کھانے کی غرض سے وہ آبادیوں میں جایا کرتے تھے۔ لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور اُنھیں مطلوبہ چیزیں دیتے تھے۔ لوگوں پر رشیوں منیوں کا بہت اثر تھا۔ مگر وہ رشی منی اُنھیں دھرم کا اُپدیش نہیں دیتے تھے اُن کے ذاتی کردار کے کارن ہی لوگ اہنسا کو مانتے تھے۔

رشیوں منیوں کی سادہ لوحی

یہ تپسوی چالاکی اور دھوکہ دہی کی باتوں سے ناواقف ہونے کے باعث کبھی کبھی دُنیا داری کے چکر میں بھی پھنس جاتے تھے۔ رِش شرنگ کو عورتوں کے پھانسنے اور ستیہ وتی سے ساتھ پراشر کے جسمانی تعلقات کا ذکر تو پرانوں میں بھی موجود تھے۔ 'جاتک اٹھ کتھا' میں ان رشیوں منیوں کے بھٹکنے کی بے شمار داستانیں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک حسب ذیل ہے:۔

قدیم زمانے میں جب وارانسی نگری میں راجا برہمدت راج کرتا تھا تب کاشی راشٹر میں اودِچیہ نامی برہمن خاندان میں بودھی ستو نے جنم لیا۔ بڑا ہونے پر اُنھوں نے سنیاس لے لیا اور اپنے پانچسو شاگردوں سمیت ہمالہ کی تلہٹی میں رہنے لگے جب برسات کا موسم قریب آیا تو اُن کے شاگردوں نے اُن سے کہا۔ "گورو دیو! ہم لوگ آبادی میں کھٹی اور نمکین چیزیں استعمال کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔" گورو دیو بولے۔ "اے میرے عزیزو! میں یہیں رہتا ہوں۔ تم لوگ جا کر جسم کے لئے مناسب غذا استعمال کر آؤ۔"

وہ تپسوی وارانسی پہنچے۔ اُن کا شہرہ سُن کر راجا نے اپنے باغ میں چوماسا گذارنے کی درخواست کی اور اُن کے کھانے پینے کا انتظام اپنے محل میں کروا دیا۔ ایک دن شہر میں جشنِ مے نوشی ہو رہا تھا۔ سنیاسیوں کو جنگل میں شراب کہاں سے ملتی، لہٰذا راجا نے اُنھیں بہت عمدہ شراب پلائی مدہوش ہوتے ہی تپسوی ناچنے اور گانے لگے۔ ہوش آنے پر اُنھیں بہت

ندامت ہوئی اور وہ اسی دن راجا کا باغ چھوڑ کر ہمالہ کو روانہ ہو گئے اور اپنے آشرم میں پہنچکر گورو دیو کو پرنام کر کے چپ چاپ ایک طرف بیٹھ گئے گورو دیو نے اُن سے پوچھا "تم لوگوں کو آبادی میں بھکشا وغیرہ کی کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی اور تم لوگ مزے میں تو رہے ؟"

اُنھوں نے جواب دیا۔ "گورو دیو! ہم بڑے آرام سے رہے لیکن جس چیز کا استعمال نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ بھی ہم نے استعمال کر لی۔

ہم نے شراب پی، ہم ناچے، ہم گائے، اور ہم روئے، بدمست کرنے والی (شراب)، پی کر ہم بندر نہیں بنے۔ بس یہی کسر رہ گئی۔"[1]

رشیوں منیوں میں ذات پات کا امتیاز نہیں تھا

تپسوی رشیوں منیوں میں ذات پات کے امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں تھی کسی بھی قوم یا ذات سے تعلق رکھنے والا شخص جب تپسوی بن جاتا تھا تو پوری برادری میں اس کا احترام ہوتا تھا۔ مثال کے طور پر ہم "جاتک" میں سے ماتنگ رشی کی کہانی یہاں مختصراً پیش کرتے ہیں:۔

ماتنگ شہر وارانسی کے باہر ایک چنڈال خاندان میں پیدا ہوا تھا جب وہ بڑا ہوا تو...... ایک دن راستے میں اُس نے وارانسی کے مہاجن کی دِرشٹ منگلکا نامی نوجوان لڑکی کو آتے دیکھا۔ ماتنگ اُسے دیکھ کر ایک طرف کھڑا

---

[1] سُرا پان جاتک، نمبر ۸۱

ہو گیا۔ درشٹ منگلکا نے اپنے محافظوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو ایک طرف کھڑا ہے؟ جب اُس کے محافظوں نے بتایا کہ وہ چنڈال ہے تو اُسے بدشگون سمجھ کر منگلکا وہیں سے واپس لوٹ گئی۔

درشٹ منگلکا مہینے دو مہینے کے بعد ایک بار باغ میں جا کر حاجتمندوں میں پیسے بانٹتی تھی۔ اُس کے لوٹ جانے سے وہ لوگ بہت مایوس ہوئے اور اُنھوں نے ماتنگ کو بُری طرح زدوکوب کیا اور بے ہوش کر کے راستے میں ڈال دیا۔ جب کچھ دیر بعد ماتنگ کو ہوش آیا تو وہاں سے اُٹھ کر سیدھا درشٹ منگلکا کے باپ کے دروازے کی سیڑھیوں پر جا لیٹا جب اُس سے پوچھا گیا کہ تم اپنے آپ کو یہ اذیت کیوں پہنچا رہے ہو؟ تو اُس نے جواب دیا۔ "درشٹ منگلکا کو لئے بغیر میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا" وہ سات دن تک اسی حالت میں وہاں پڑا رہا۔ بالآخر مہاجن نے مجبور ہو کر اپنی بیٹی اُسے سونپ دی اور ماتنگ درشٹ منگلکا کو اپنے ساتھ چنڈال گاؤں میں لے آیا۔

درشٹ منگلکا حالانکہ ماتنگ کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہنے پر رضامند تھی پھر بھی ماتنگ نے اُس کے ساتھ بحیثیت شوہر زندگی گزارنے کے بجائے جنگل میں جا کر کڑی تپسیا کرنا شروع کر دی۔ سات دن کے بعد ماتنگ لوٹ آیا اور اُس نے درشٹ منگلکا سے کہا۔ "تم یہ اعلان کر دو کہ میرا شوہر ماتنگ نہیں بلکہ مہابرہما ہے اور وہ پورنیما کے دن چندر منڈل (چاند) سے اُترنے والا ہے۔"

درشٹ منگلکا نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ پورنیما کی رات کو

چنڈال گاؤں میں درشٹ منگل کا کے گھر کے سامنے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔ تب مانگ رشی چندر منڈل سے نیچے اُترا اور اپنی جھونپڑی میں داخل ہو کر اُس نے اپنے انگوٹھے سے درشٹ منگلکا کی ناف کو چھوا۔

وہاں جمع ہوئے برہما کے بھگتوں نے جب یہ عجیب و غریب کرشمہ دیکھا تو وہ درشٹ منگل کا کو اُٹھا کر واپس وارانسی میں لے گئے۔ شہر کے بیچوں بیچ ایک بہت بڑا منڈپ کھڑا کر کے اور درشٹ منگلکا کو اُس میں رکھ کر وہ اُس کی پوجا کرنے لگے۔ نو مہینے کے بعد اسی منڈپ میں درشٹ منگل کا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ منڈپ میں ہونے کی وجہ سے اُس لڑکے کا نام مانڈویہ رکھا گیا۔ لوگوں نے اس منڈپ کے پاس ہی ایک شاندار محل تعمیر کروا کے درشٹ منگلکا اور اُس کے بیٹے کو اُس میں پہنچا دیا اُن کی پوجا بدستور ہوتی رہی۔

مانڈویہ کمار کو اُس کے زمانہ بچپن میں ہی بڑے بڑے ویدک پنڈت اپنی مرضی سے پڑھانے آئے۔ اُس نے تینوں ویدوں پر عبور حاصل کیا اور برہمنوں کی ہر ممکن مدد کرنے لگا۔ ایک دن بھکشا مانگتے مانگتے جب مانگ رشی مانڈویہ کے دروازے پر پہنچا تو مانڈویہ نے اُسے دیکھ کر پوچھا:- "چیتھڑے لٹکائے، بھوت کی طرح یہاں کھڑے رہنے والے تم کون ہو؟"

مانگ نے کہا: "تمھارے یہاں کھانے پینے کا بہت سامان

ہے۔ میں اس لئے یہاں کھڑا ہوں کہ مجھے بھی اس میں سے کچھ جوٹھن مل جائیگی۔"
مانڈویہ نے کہا۔ "لیکن یہ سامان تو برہمنوں کے لیئے ہے تم جیسے حقیر بھکمنگوں کے لیئے نہیں۔"

اس طرح بہت دیر تک دونوں میں بحث ہوتی رہی۔ بالآخر مانڈویہ نے اپنے تین پہرے داروں سے ماتنگ کو دھکے دے کر وہاں سے نکلوادیا اس مار پیٹ سے ماتنگ کی گھگھی بندھ گئی' آنکھیں الٹ گئیں اور وہ نیم مُردہ حالت میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ادھر اُس کی یہ حالت ہوئی۔ ادھر مانڈویہ اور بعض برہمنوں کے چہرے سُت گئے۔ اور وہ زمین پر لوٹنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر درشٹ منگلکا بہت خوفزدہ ہوئی۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ ایک بدحال تپسوی کی بے عزتی کے کارن اُس کے بیٹے اور برہمنوں کی یہ دُرگت ہوئی ہے تو وہ اس تپسوی کو ڈھونڈنے نکل پڑی۔ اُدھر ماتنگ رشی ایک جگہ بیٹھ کر بھکشا میں ملا ہوا مانڈ کھا رہا تھا۔ درشٹ منگلکا نے اُسے پہچان لیا اور اُس سے اپنے بیٹے کو معاف کر دینے کی التجا کی۔ ماتنگ رشی نے اُسے اپنے جوٹھے مانڈ کا کچھ حصہ دے کر کہا۔ "یہ مانڈ اپنے بیٹے اور دوسرے برہمنوں کے منہ میں ڈال دو گی تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔" جب درشٹ منگلکا نے ایسا ہی کیا تو وہ سب تازہ دم ہو گئے۔ لیکن جب وارانسی میں یہ بات پھیلی کہ برہمن چنڈال کی جوٹھن سے ٹھیک ہوئے ہیں تو لوگوں سے شرمندگی کے باعث وہ برہمن میبجھ (مدھیہ) راشٹر میں چلے گئے۔ مانڈویہ البتہ وہیں رہا۔

بعدازاں گھومتے گھومتے جب ماتنگ رشی میجھ راشٹر میں پہنچا تو ہاں کے
کے ساتھی برہمنوں نے میجھ کے راجا کو یہ پٹی پڑھادی کہ نووارد بھکاری جادوگر
ہے اور وہ پورے راشٹر کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اس پر راجا نے اپنے
سپاہیوں کو ماتنگ کی تلاش میں بھیجا۔ سپاہیوں نے ماتنگ کو ایک دیوار
کے پاس بیٹھے بھیک میں ملا ہوا اناج کھاتے دیکھ لیا۔ اور وہیں جان سے
مار ڈالا۔ اس پر دیوتا بہت خفا ہوئے اور اُنھوں نے اس راشٹر کو
تہس نہس کر دیا۔

ماتنگ کی موت پر میجھ راشٹر کو تہس نہس کر دینے کا تذکرہ بہت
سے جاتکوں میں درج ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس داستان میں
حقیقت کہاں تک ہے لیکن 'وسل سُتّ' کے مندرجہ ذیل اشلوکوں
(ترجمہ) سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ماتنگ رشی چنڈال تھا
اور برہمن اور کھشتری اُس کی پوجا کرتے تھے۔

(۱) اس کے لئے میں ایک مثال دیتا ہوں۔ کُتّے کا گوشت کھانے
والے ایک چنڈال کا بیٹا ماتنگ کے نام سے مشہور تھا۔

(۲) اس ماتنگ کو بے مثل نیک نامی حاصل ہوئی۔ بہت سے
برہمن اور کھشتری اُس کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

(۳) نفسانی خواہشات پر قابو پانے کے عظیم راستے سے دیویان
(دیوتاؤں کا رتھ۔ سمادھی) پر سوار ہو کر وہ برہم لوک (عالم لاہوت) میں
گیا۔ برہم لوک میں پیدا ہونے کے لئے اُس کی ولادت (چنڈال ہونا)

مانع نہیں ہوئی۔

شنبوک کی فرضی داستان

شنبوک نامی ایک شودر جنگل میں تپسیا کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں ایک برہمن کا لڑکا مر گیا جب شری رام چندر کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے جنگل میں جا کر شنبوک کا سر کاٹ ڈالا اور برہمن کے لڑکے کو پھر سے زندہ کر دیا۔ یہ کہانی رامائن میں بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ کچھ خوبصورت شکل دے کر بھوبھوتی نے اس تذکرے کو 'اتر رام چرتر' میں بھی لے لیا ہے۔ لیکن ایسا کوئی واقعہ بُدھ سے قبل یا بودھ دھرم کے ہندوستان میں پھیلنے کے بعد پیش آیا ہو، اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ اس داستان کے مصنف کو غالباً یہ دکھانا مقصود تھا کہ راجا کو ایسا برتاؤ کرنا چاہیے۔

شرمن یعنی سادھو

جنگل میں رہنے والے ان رشیوں منیوں کو 'تاپس' یا 'پری وراجک' کہتے تھے۔ وہ کس طریقے سے تپسیا کرتے تھے، اس سلسلے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ انھیں تپسوی لوگوں کی جماعتوں میں سے آبادیوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کو اُپدیش دینے والے الگ الگ شرمن سنگھ نکلے۔ لفظ 'شرمن' شرم مادے سے بنا ہے۔ اس کا مطلب ہے، پرشرم (محنت) کرنے والا۔ جس طرح آج جسمانی محنت (شرم) کرنے والے مزدوروں کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے،

اسی طرح بدھ کے زمانے میں شرمنوں کی اہمیت بڑھ رہی تھی۔ لیکن مزدوروں اور شرمنوں میں فرق یہ ہے کہ مزدور سماج کے لئے ضروری اشیاء پیدا کرنے کے سلسلے میں محنت کرتے ہیں اور شرمن سماج میں روحانی بیداری پیدا کرنے کے لئے تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ شاید انھیں شرمن اسی لئے کہا گیا ہوگا کہ یہ لوگ تپسیا کے ذریعے اپنے جسم کو شرم یا ایذا پہنچاتے تھے۔ لیکن جنگلوں میں رہنے اور تپسیا کرنے والے رشیوں، منیوں کو شرمن نہیں کہا جاتا تھا۔ حالانکہ وہ بھی تپسیا کے ذریعہ اپنے جسم کو ایذا پہنچاتے تھے۔ لہٰذا زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی خاطر خود تکالیف برداشت کرنے والوں کو ہی شرمن کہا جاتا تھا۔

تیرستھ شرمن پنتھ (فرقے)

بدھ کے زمانے میں اس قسم کے تیرستھ چھوٹے بڑے فرقے موجود تھے۔ 'یانی چہ تینی یانی چہ رٹھ' اس جملے میں جن تین اور ساٹھ کا ذکر ہے، ان میں بدھ دھرم بھی شامل ہے یا نہیں، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر وہ شامل ہے تو پھر پالی ادب میں لاتعداد جگہوں پر مذکور باسٹھ متوں (دواسٹھ دٹھی گتانی) کا مطلب بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ یعنی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدھ کے فرقے کے علاوہ اس وقت اور بھی باسٹھ فرقے موجود تھے۔ 'دیگھ نکائے کے پہلے برہم جال سُت' میں ان باسٹھ فرقوں کے اصول بالتفصیل بتانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن وہ تفصیل محض تخیلی معلوم

ہوتی ہے۔ جب یہ سُت لکھا گیا تھا تو باسٹھ کی تعداد کے علاوہ مزید معلومات دستیاب نہیں تھیں۔ لہٰذا مصنف نے باسٹھ کی تعداد کو پورا کرنے کیلئے نئی تفصیل تراش کر اُس سُت میں ڈال دی ہوگی۔ ان باسٹھ فرقوں کی تفاصیل شاید اس لئے ناپید ہو گئی تھیں کہ اُن میں سے مشہور فرقے معدودے چند تھے اور چھوٹے چھوٹے فرقے بڑے فرقوں میں مدغم ہو گئے تھے۔ آج کل اگر 'بابا' 'بیراگی' فرقوں کا شمار کیا جائے تو اُن کی بہت بڑی تعداد ملے گی لیکن اُن میں کبیر، دادو، اُداسی وغیرہ مشہور فرقے چند ایک ہی ملیں گے۔

تپسیا کی قسمیں

بُدھ کے زمانے میں شرمنوں کی بڑی جماعتیں صرف چھ تھیں۔ جن میں جین فرقے کی جماعت پیش پیش تھی۔ اس فرقے کے تاریخی مرتب پارشو مُنی تھے۔ جن کی وفات بُدھ کی پیدائش سے ۱۹۳ برس قبل ہو چکی تھی وفات سے پہلے کم از کم چالیس برس تک پارشو مُنی اپنے دھرم کا اُپدیش دیتے رہے تھے۔ اُن کے اور دوسرے شرمن رہنماؤں کے فلسفہ پر آئندہ صفحات میں غور کیا جائے گا۔ یہاں صرف اُن کی تپسیا کے طریقے کا ذکر ہی مناسب ہوگا۔ کیوں کہ اس سے تاپسوں کی تپسیا سے متعلق کچھ معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ شرمنوں کی تپسیا کے طریقے بے شمار سُتوں میں ملتے ہیں لیکن اُن میں سے مجھم نکائے، 'کے مہا سینہاسُت' میں مذکور

تپسیا کا بیان خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہم اس کا اختصار پیش کر رہے ہیں۔

بھگوان بُدھ ساری پُت سے کہتے ہیں:۔

"اے ساری پُت! مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے چار طرح کی تپسیا کی۔ میں تپسوی (عابد) ہوا۔ روکھش (خشک سوکھا، مڑا ہوا)۔ جگوپسی (اہنسا کا خاص خیال رکھنے والا) پَرِوِدت (بے اعتنا) ہوا۔"

تپسیا کا طریقہ

"اے ساری پُت! میں بتاتا ہوں کہ تپسوی بننے کے دنوں میں میری کیا کیفیت تھی ——— (۱) میں ننگا رہتا تھا دنیاوی اخلاقیات کا پابند نہیں تھا۔ ہتھیلی پر بھکشا لے کر کھاتا تھا۔ اگر کوئی کہتا کہ "بھکشو، اِدھر آؤ۔" تو میں نہیں سنتا تھا۔ اگر کوئی کہتا کہ "اے بھکشو کھڑے رہو۔" تو میں اُسے بھی نہیں سنتا تھا۔ مجھ بیٹھے ہوئے کو لاکر دیا ہوا کھانا، کسی کا اپنے لئے تیار کیا ہوا کھانا اور کھانے کی دعوت کو میں قبول نہیں کرتا تھا۔ جس برتن میں کھانا پکایا گیا ہو اگر اسی برتن میں مجھے لاکر دیا جاتا تو میں اُسے نہیں لیتا تھا۔ اوکھلی میں سے اگر کوئی اناج لاکر دیا جاتا تو میں اُسے قبول نہیں کرتا تھا دہلیز کے اُس پار سے دی ہوئی بھکشا کو میں نہیں لیتا تھا۔ دو آدمی کھانا

کھاہیے ہوں اور اُن میں سے ایک اُٹھ کر بھکشا دے دے تو میں اُسے قبول نہیں کرتا تھا۔ حاملہ، بچے کو دودھ پلانے والی یا مرد کے ساتھ تخلیے میں رہنے والی عورت سے میں بھکشا نہیں لیتا تھا میلے یا تیرتھ یاترا میں تیار کیے گئے کھانے کی بھیک میں نہیں لیتا تھا جہاں کُتا کھڑا ہو یا مکھیوں کی بھرمار ہو اور بھنبھناہٹ ہو وہاں بھکشا نہیں لیتا تھا۔ مانس، مچھلی، شراب وغیرہ چیزیں نہیں لیتا تھا[1] ایک ہی گھر سے بھکشا لے کر اور اُس کے ایک ہی لقمے پر میں رہتا تھا ___ یا دو گھروں سے بھکشا لے کر دو لقموں پر اور اس طرح سات دن تک سات گھروں سے بھکشا لے کر میں سات لقموں پر گزارہ کرتا تھا۔ میں صرف ایک کلچھا اناج لیتا تھا اور اس طرح سات دن تک سات کلچھے لے کر گزارا کرتا تھا۔ ایک دن چھوڑ کر یعنی ہر تیسرے دن کھانا کھاتا تھا۔ پھر دو دن چھوڑ کر یعنی ہر چوتھے دن کھانا کھاتا تھا۔ اس طرح فاقوں کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے ہفتے میں ایک بار یا پکھواڑے میں ایک بار کھانا کھاتا تھا۔"

(۱۳) " ساگ پات، گھٹیا قسم کی کنگنی، خودرو دھان، چمار کے پھینکے ہوئے چمڑے کے ٹکڑے، کائی، بھوسا، جلا ہوا اناج، گھاس

---

[1] جین سادھو مچھلی اور ماس لیتے تھے لیکن شراب لینے کا ثبوت کہیں نہیں ملتا اُن کے ماس کھانے کا ذکر گیارھویں باب میں موجود ہے۔

پھونس یا گائے کا گوبر کھا کر میں اپنا وقت کاٹتا تھا۔ جنگل میں سن کے کپڑے پہنتا تھا۔ لاشوں پر ڈالے ہوئے کپڑے اوڑھتا تھا۔ ہرن کی کھال پہنتا تھا۔ میں سن یا ٹاٹ اپنے جسم پر لپیٹتا تھا۔ میں انسان کے بالوں کا کمبل یا گھوڑے کے بالوں کا کمبل یا اُلّوؤں کے پروں سے بنا ہوا لبادہ اوڑھتا تھا۔"

(ن) "میں ڈاڑھی، مونچھیں اور بال اُکھاڑ ڈالتا تھا۔ میں کھڑا رہ کر تپسیا کرتا تھا۔ اُکڑوں بیٹھ کر تپسیا کرتا تھا۔"

(ی) "میں کانٹوں کی چارپائی پر سوتا تھا۔ دن میں تین بار نہاتا تھا اس طرح بے شمار طریقوں سے اپنے جسم کو اذیت پہنچاتا تھا۔ یہ تھا میری تپسیا کا طریقہ۔"

روکھشتا (سوکھا پن)

"اے ساری پُت! میں بتاتا ہوں، میری روکھشتا کیسی تھی:۔

(ن) برس ہا برس کی دھول مٹی سے میرے جسم پر میل کی تہیں جم گئی تھیں۔ جس طرح تیندو کے درخت کا تنا لاتعداد برسوں کی دھول سے اٹ جاتا ہے، میرے جسم کی وہی حالت ہو گئی تھی۔ لیکن مجھے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی کہ میل کی وہ تہیں خود اُتار دوں یا کوئی دوسرا اُتار دے۔ ایسی میری روکھشتا تھی۔"

(جگپسا (اہنسا کا خاص خیال)

"اب میں بتاتا ہوں کہ میری جگپسا کیسی تھی۔"

(نی) "میں چلنے پھرنے میں بہت احتیاط برتتا تھا۔ پانی کی بوندوں کیلئے بھی میرے دل میں رحم کا جذبہ تھا۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کی موت بھی میرے ہاتھوں سے نہ ہو اس بات کا میں خاص خیال رکھتا تھا۔ ایسی میری جگپسا تھی۔"

پرِوِوکتتا (انسانوں سے بے اعتنائی)

"اے ساری پت! اب میں بتاتا ہوں کہ میری پرِوِوکتتا کیسی تھی:۔

(ای) جب میں کسی جنگل میں رہتا تھا تو کسی چرواہے، گھسیارے، لکڑہارے یا جنگل کے محافظ کو دیکھتے ہی گھنے جنگل سے، نچلے یا سپاٹ میدان سے بھاگ نکلتا تھا۔ میرے وہاں سے بھاگنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ مجھے دیکھیں، نہ میں انہیں دیکھوں۔ جیسے جنگلی ہرن انسان کو دیکھ کر دوڑتا ہے، اسی طرح میں دوڑا کرتا تھا۔ ایسی تھی میری پرِوِوکتتا"

وِکٹ بھوجن (خطرناک غذا)

"جہاں گائیں باندھی جاتی تھیں یا جہاں سے گائیں اسی وقت چرنے

گئی ہوتی تھیں میں وہاں ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگتا ہوا پہنچتا اور بچھڑے کا گوبر کھاتا تھا۔ جب تک میرا پاخانہ پیشاب رُک نہ جاتا تھا میں اسی پر گذر بسر کرتا تھا۔ ایسا تھا میرا وکٹ بھوجن۔"

اپکیھشا (ذہنی اطمینان)

(نی) "میں کسی بھیانک جنگل میں رہتا تھا۔ وہ جنگل اتنا بھیانک ہوتا تھا کہ اگر کوئی عام انسان اُس میں آجائے تو اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، جاڑوں میں برف گرنے کے زمانے میں رات کو میں کھلی جگہ پر رہتا تھا اور دن کو جنگل میں گھس جاتا تھا۔ گرمی کے موسم کے آخری مہینے میں دن کے وقت میں کھلی جگہ پر رہتا تھا اور رات کو جنگل میں چلا جاتا تھا میں مرگھٹ میں انسانوں کی ہڈیاں سر کے نیچے رکھ کر سوتا تھا۔ گنوار لوگ آکر مجھ پر تھوکتے، پیشاب کرتے، دھول پھینکتے یا میرے کانوں میں تنکے ٹھونستے لیکن اُن کے لئے میرے دل میں کبھی کدورت پیدا نہیں ہوئی۔"

آہار برت (فاقہ کشی)

(ای) کئی سادھوؤں اور برہمنوں کا عقیدہ ہے کہ فاقے سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ وہ صرف بیروں پر گزارا کرتے ہیں، بیروں کا سفوف کھاتے ہیں، بیروں کا شوربا پیتے ہیں یا بیروں کی کوئی دوسری

چیز بنا کر کھاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں صرف ایک بیر کھایا کرتا تھا۔ ساری پُت! تم یہ مت سمجھو کہ اس زمانے میں بیر بہت بڑے ہوتے تھے۔ جس طرح کے بیر آج کل ہیں۔ اُسی طرح کے اُس زمانے میں ہوتے تھے۔ لہٰذا صرف ایک بیر پر گزارا کرنے سے میرا جسم بجید کمزور پڑ جاتا تھا۔ آستیک وتی یا کال دتی کی گانٹھوں کی طرح میرے جسم کا جوڑ جوڑ صاف دکھائی دیتا تھا۔ میرا کولھا اونٹ کے پاؤں جیسا دکھائی دیتا تھا۔ میری ریڑھ کی ہڈی سوت کی تکلیوں کی مال کی طرح دکھائی دیتی تھی جس طرح گرے ہوئے مکانوں کی بلّیاں اوپر نیچے ہو جاتی ہیں میری پسلیوں کی بھی وہی حالت تھی میری آنکھیں کسی گہرے کنوئیں میں ستاروں کے عکس کی طرح اندر کو دھنس گئی تھیں۔ جیسے کچا کڑوا کدو کاٹ کر دھوپ میں ڈال دینے سے سوکھ جاتا ہے ویسے ہی میرے سر کی چمڑی سوکھ گئی تھی۔ میں جب پیٹ پر ہاتھ پھیرتا تھا تو میرے ہاتھوں میں ریڑھ کی ہڈی آجاتی تھی اور جب پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا تھا تو ہاتھ پیٹ کی چمڑی تک پہنچ جاتا تھا۔ اس طرح میری پیٹھ اور پیٹ برابر ہو گئے تھے۔ جب حاجاتِ ضروری کیلئے بیٹھتا تو وہیں گر پڑتا ۔۔ جسم پر ہاتھ پھیرتا تو بال جھڑنے لگتے۔ اس فاقہ کشی کے باعث میری یہ حالت ہو گئی تھی۔

"کئی سادھو اور برہمن مونگ کھا کر، تل کھا کر یا چاول کھا کر گزارا کرتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ ان اشیاء کا استعمال سے تزکیۂ نفس

ہوتا ہے۔ اسے ساری پت ایں ایک ہی تل، ایک ہی چاول یا ایک ہی مونگ کے دانے پر گزارا کرتا تھا۔ تم یہ مت سمجھو کہ اس زمانے میں اُن کے دانے بہت بڑے ہوتے تھے، وہ دانے آج جیسے ہی ہوتے تھے۔ اس فاقہ کشی سے میری حالت ویسی ہی (یعنی متذکرہ بالا حالت جیسی) ہوتی تھی۔"

مصنف کا کہنا ہے کہ بھگوان بُدھ نے یہ تپسیا کسی پہلے جنم میں کی تھی اُس وقت بیر وغیرہ چیزیں آج ہی ایسی ہوتی تھیں" اس بات سے مصنف کا قول مدلل معلوم ہوتا ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بدھ کے زمانے میں مروجہ مختلف تپسیاؤں کی لغویات پیش کرنے کے لئے سُت کے مصنف نے متذکرہ باتیں بھگوان کی زبان سے کہلوادی ہیں۔

علاوہ دوسرے فرق کے 'ب' ضمن میں آئی ہوئی تپسیا نِرگرنتھ (جین سادھو) کرتے تھے۔ آج بھی بال اُکھاڑنے، فاقہ کرنے وغیرہ کی رسومات اُن میں رائج ہیں۔

'ای' ضمن میں آئی ہوئی تپسیا دوسرے فرقوں کے سادھو اور برہمن کرتے تھے۔ اُس کی تقریباً تمام رسومات بابا، بیراگی وغیرہ فرقوں میں اب تک جاری ہیں۔

اپنی غلاظت کھانے کی رسم

'اگھوری' جیسے فرقوں میں آج بھی اپنی غلاظت کھانے کی مثالیں ملتی

ہیں۔ کاشی میں تیلنگ نامی ایک سادھو تھے جو ننگے رہتے تھے۔ کاشی میں اُنھیں کی طرح ننگے گھومنے والے اور بھی بہت سے سادھو تھے۔ اس زمانے میں وہاں گوڑون نامی ایک بہت مقبول کلکٹر تھا جسے کاشی کے لوگ گووند صاحب کہتے تھے۔ اُس نے ہندو لوگوں کے رسم و رواج سے متعلق کافی معلومات حاصل کیں اور "ننگے بابا لنگوٹی باندھ کر گھوما کریں" اس کے لئے یہ تدبیر کی کہ راستے میں گھومتے ہوئے جب کوئی ننگا بابا پولیس والوں کو ملتا تو وہ اُسے صاحب کے پاس لے جاتے۔ صاحب اُس سے پوچھتا "کیا تم سادھو ہو؟" جب وہ ہاں کہتا تو صاحب اُسے اپنے یہاں کھانا کھانے کو کہتا۔ بھلا ننگا بابا صاحب کا کھانا کیسے کھاتا؛ بابا کے انکار پر صاحب کہتا۔ "شاستروں میں کہا گیا ہے کہ سادھو لوگ کسی قسم کا بھید بھاؤ نہیں مانتے اور تمھارے دل میں بھید بھاؤ موجود ہے لہٰذا تمھیں ننگا نہیں گھومنا چاہئے۔" اس طرح اس نے بہت سے ننگے باباؤں کو لنگوٹی پہننے پر مجبور کر دیا۔

ایک بار تیلنگ سوامی پر بھی یہی وقت آ گیا۔ جب شہر میں یہ بات پھیل گئی کہ سپاہی تیلنگ سوامی کو کلکٹر صاحب کے بنگلے میں لے گئے ہیں تو اُن کے پیرو اور عقیدت مند بڑے بڑے پنڈت اور دیگر مشہور اشخاص صاحب کے بنگلے پر پہنچ گئے۔ صاحب نے اُن سب کو بٹھا لیا۔ اور اُن کے سامنے تیلنگ سوامی سے پوچھا:-

"کیا آپ سادھو ہیں؟"

سوامی جی نے اثبات میں جواب دیا تو صاحب نے دوسرا سوال کیا:
"کیا آپ یہاں کھانا کھائیں گے؟"

اس پر سوامی جی نے پوچھا: "کیا آپ میرا کھانا کھائیں گے؟"

صاحب نے جواب دیا۔ "اگرچہ میں سادھو نہیں ہوں، پھر بھی ہر کسی کا دیا ہوا کھانا کھالیتا ہوں۔"

سوامی جی نے اُسی وقت اپنے ہاتھ پر گو کیا اور ہاتھ آگے بڑھا کر گورنمنٹ صاحب سے بولے۔ "لیجئے یہ ہے میرا کھانا۔ اسے کھاکر دکھایئے۔"

صاحب کو بڑی گھن آئی اور وہ غصے سے بولا: "کیا یہ انسان کے کھانے کی چیز ہے؟"

اس پر سوامی جی نے وہ غلاظت خود کھائی اور ہاتھ جھاڑ پونچھ کر صاف کرلیا۔ یہ دیکھ کر صاحب نے سوامی جی کو چھوڑ دیا۔ "اور پھر کبھی اُن کا نام تک نہیں لیا۔

جب ۱۹۰۲ء میں میں کاشی میں تھا، تو وہاں کے پنڈتوں نے بڑی عقیدت کے ساتھ مجھے یہ کہانی سُنائی تھی اور اس سے پہلے اتنی ہی عقیدت اور احترام کے ساتھ 'کاشی یاترا' نامی کتاب میں یہ شائع بھی ہوئی تھی۔

جلد بد تپسیا

یہی تیلنگ سوامی سخت جاڑے کے دنوں میں صرف سر باہر نکال کر گنگا میں بیٹھتے تھے اور سخت گرمی کے زمانے میں، جہاں چلنے سے پیروں میں چھالے پڑ جاتے تھے، ایسے گنگا کے ریتلے میدانوں میں بیٹھا کرتے تھے۔

لوہے کے کانٹوں کی کھاٹ بنوا کر اس پر سونے والے بیراگی بہتوں نے دیکھے ہوں گے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک ایسا ہی بیراگی کاشی میں بندو مادھو کے مندر کے پاس رہتا تھا۔ لکڑی کی لنگوٹی پہن کر گھومنے والے بابا بیراگی بھی میں نے دیکھے ہیں۔

سادھو سنیاسیوں کے دل میں تپسیا کی قدر

تپسیا کی متذکرہ بالا قسموں میں سے ساگ پات اور جنگل میں آسانی سے ملنے والے کند مول پھل وغیرہ پر گزر بسر کرنے کا طریقہ جنگل میں رہنے والے رشی منی اپناتے تھے، وہ درختوں کی چھال پہنتے تھے اور اکثر ہون بھی کرتے تھے۔ لیکن ان نئے فرقوں نے ہون چھوڑ دیا۔ اور جنگل میں رہنے والے رشیوں، منیوں کی بہت سی تپسیاؤں کو لے کر اُن میں چمڑے کے ٹکڑے وغیرہ کھانے کی تپسیائیں شامل کریں۔

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ بُدھ کے زمانے میں جین فرقہ بہت زوروں پر تھا اس کے علاوہ پورن کاشیپ، مکھلی گوسال، اجن کیس کمبل، پکدھ کا تیاین اور سنجے بیلٹھ پُت نامی پانچ شرمن رہنماؤں کے فرقے بہت مشہور تھے۔ ان لوگوں کے فلسفے پر ساتویں باب میں مختصراً بحث کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اشیاء کے عناصر ترکیبی کے متعلق اُن میں بہت اختلاف رائے تھا۔ پھر بھی دو باتوں میں وہ ایک دوسرے کے ہم خیال تھے۔

(۱) ان سب کو یگیہ وغیرہ پسند نہیں تھے اور

(۲) تپسیا کی کرم وبیش اُن کے دل میں قدر تھی۔

طریقۂ تبلیغ

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ان سادھو سنیاسیوں کا اثر لوگوں پر بہت گہرا تھا۔ یہ سادھو مشرق میں چمپا (بھاگلپور) مغرب میں کوروں کے دیش، شمال میں ہمالہ اور جنوب میں دندیہ تک برسات کے چار مہینوں کے علاوہ باقی ماندہ آٹھ مہینے لگاتار گھومتے رہتے تھے۔ اور لوگوں میں اپنے اپنے فلسفۂ حیات کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس طرح لوگوں کے دل میں یگیوں کے لئے ناقدری اور تپسیا کے لئے قدر پیدا ہوئی۔

یگیوں کی توسیع

لیکن راجا لوگ جنگ میں فتح پانے کی خاطر یگیہ کو ضروری سمجھتے تھے یگیوں کو جاری وساری رکھنے کے لئے کوسلوں کے راجا پسینندی نے 'اُکٹھا' نامی ایک گاؤں پوکھرساتی (پشکر سادی) اور سالوتیکا نامی گاؤں لوہیچ (لوہیتیہ) برہمن کو بطور جاگیر دیئے تھے۔ اس طرح مگدھ دیش کے راجا بمبسار نے چمپا نامی گاؤں سونڈ برہمن کو اور کھانومت نامی گاؤں کوٹ دنت برہمن کو بطور جاگیر دئے تھے۔ ان انعامات کا تذکرہ 'دیگھ نکائے' میں درج ہے۔ اس کے 'کوسل سُنیت' کے نویں ست کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راجا پسینندی یگیہ کرتا تھا لیکن

ان یگیوں کی توسیع کوسل کے پسیندی اور مگدھ کے بمبسار راجاؤں کی ریاست تک ہی محدود تھی کیونکہ بڑے یگیہ کرنا راجاؤں اور جاگیر یافتہ برہمنوں کیلئے ہی ممکن تھا۔

ایسے وسیع پیمانے پر یگیہ کرنا چونکہ عوام الناس کی توفیق سے باہر کی بات تھی اس لئے یگیوں کے مختصر طریقے اختیار کئے گئے۔ 'دیگھ نکائے' کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمن لوگ عوام الناس سے یہ کہہ کر ہون کروایا کرتے تھے کہ فلاں قسم کی لکڑی سے فلاں ڈھنگ کے چمچ سے چھلکے، بھوسی، فلاں قسم کے چاولوں اور فلاں قسم کے گھی، فلاں قسم کے تیل، فلاں جانداروں کے خون سے ہون کرنے سے فلاں مقصد پورا ہوتا ہے۔ اور کچھ سادھو سنیاسی بھی ان میں حصہ لیا کرتے تھے۔[1] لوگ اگرچہ مقصد براری کے لئے ہون کرتے تھے پھر بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انھیں مذہب کا جزو نہیں مانتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ہون کرنے والے برہمنوں اور سادھوؤں کو لوگ زیادہ نہیں مانتے تھے۔

دیوتاؤں کی پوجا

جس طرح آج کل ہندو لوگ دیوی دیوتاؤں اور بھوت پریتوں کو مانتے ہیں اور انھیں منانے کے لئے بھینٹ چڑھاتے ہیں اسی طرح بدھ کے

---

[1] دیکھئے 'سامن پھل ست'، 'برہم جال'۔ 'دیگھ نکائے' وغیرہ

ہندو لوگ اسی طرح دیوتاؤں کو مانتے تھے اور قربانی دیتے تھے فرق صرف اتنا ہے کہ آج کل کے بہت سے دیوتاؤں کے لئے پجاریوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پجاری عموماً برہمن ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ آج کل کے دیوتا بدھ کے زمانہ کی طرح تخئیلی ہونے کے باوجود ان میں سے بہتوں کے پُران (مذہبی کتب) بن چکے ہیں۔ لیکن بدھ کے زمانے میں یہ سب کچھ نہیں تھا۔ اس زمانے میں لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ دیوتا برگد ایسے بیڑ پر کبھی پہاڑ یا کسی جنگل میں رہتے ہیں اور اُن کی منّتیں ماننے سے وہ خوش ہوتے ہیں اور وہ بکروں، مرغیوں وغیرہ جانداروں کی بلی دے کر اپنی منتیں پوری کرتے تھے۔ ' پلاس جاتک (نمبر ۳۰۷) کی کتھا سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوتاؤں کی پوجا برہمن بھی کیا کرتے تھے لیکن اس بات کا کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ اُنھوں نے اپنی گزر بسر کے لئے ان دیوتاؤں کا پجاری بننا قبول کیا ہو۔ جس طرح آج پسماندہ طبقوں اور آدی باسی لوگوں کے دیوتاؤں کے لئے برہمن پروہت نہیں ہوتے، اسی طرح بدھ کے زمانے میں وہ کسی بھی دیوتا کے لئے نہیں ہوتے تھے۔ لوگ منّتیں مانتے تھے اور کسی کی توسط کے بغیر ہی اپنے ہاتھوں بلی دیتے تھے۔ سجاتا نے برگد کے پیڑ پر رہنے والے دیوتا سے دودھ کی کھیر کی منت مانی تھی اور آخر میں اس پیڑ کے نیچے بیٹھے ہوئے۔ گوتم بودھی ستو کو وہ کھیر کھانے کو دی تھی

بودھ ادب میں یہ کتھا بہت مشہور ہے اور بودھی فنِ مصوری پر اس کا کافی اثر معلوم ہوتا ہے۔ ماحصل یہ کہ ان دیوتاؤں کی پوجا کے لئے برہمن پجاریوں کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

سادھو سنیاسیوں کا عروج

چونکہ ان دیوتاؤں کے پیچھے پُران پُجاری نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اُنھیں آج ایسا درجہ حاصل نہیں تھا۔ تمام طبقوں کے لوگ اپنے اوپر آنے والی مصیبتوں کو ٹالنے کے لئے یا اپنی منتیں پوری ہونے کے کارن دیوتاؤں کو بھینٹ دیتے تھے۔ لیکن یہ کام مذہب کے زمرے میں شامل نہیں ہوتا تھا برہمنوں کے یگیوں کو ویدوں اور ویدک ادب کی تائید حاصل ہونے کے باعث اُن کا شمار مذہب سے متعلقہ رسومات میں ہوتا تھا لیکن بہت بیش خرچ ہونے کی وجہ سے یہ یگیہ عوام الناس کی بساط سے باہر ہوتے تھے۔ ان میں سینکڑوں گئویں اور بیل ذبح کئے جاتے تھے۔ کھیتی باڑی کے لئے استعمال کئے جانے والے یہ جانور چونکہ راجاؤں اور دیگر سربرآوردہ لوگوں کو دوسروں سے زبردستی چھیننے پڑتے تھے اس لئے عام لوگ ان یگیوں کو بڑی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے لگے اس کے برعکس وہ سادھو سنیاسیوں کا بے حد احترام کرتے، چوماسے کے دنوں میں جھونپڑیاں وغیرہ بنا کر اُن کے رہنے کا انتظام کرتے اور اُن کا اپدیش سُننے کے خواہشمند رہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سادھو سنیاسیوں کی جماعتوں کا عروج روزافزوں تھا۔

اُپنشدوں کے زمانے کے رِشی

آج کل یہ تصوّر عام ہے کہ ویدوں نے اپنشد اور اُن سے بودھ، جین

وغیرہ دھرم نکلے ہیں اور اس لئے' یہ دھرم بھی ویدک دھرم ہی ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ متذکرہ بالا حوالہ جات سے یہ بات صاف ہو گئی ہو گی کہ بودھوں اور جینیوں کی روایت اپنشدوں سے نہیں بلکہ ویدوں کے زمانے سے قبل وسطی ہند میں قائم شرمن رشیوں منیوں کی روایت سے نکلی تھی۔ پھر بھی بے محل نہ ہو گا۔ اگر یہاں مختصر طور پر اس موضوع پر بحث کر لی جائے کہ اُپنشدوں میں مذکور برہمنوں کی حالت بدھ کے زمانے میں کیسی تھی :

میں نے اپنی کتاب 'ہندی سنسکرتی آنی اہنسا' میں اس بات کے کافی ثبوت فراہم کر دیئے ہیں کہ آرنیک اور اُپنشد بدھ کے زمانے کے کافی بعد تصنیف ہوئے تھے۔ پھر بھی ہم یہ مان سکتے ہیں کہ بُدھ کے زمانے میں اُپنشدوں میں مذکور برہمنوں جیسے کچھ برہمن اور کھشتری موجود تھے۔ لیکن جاتک کی ان گنت کہانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُن میں سے بیشتر 'ہوم ہون' کا دھرم چھوڑ کر 'شدھ شرمن' ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں 'ننگٹھ جاتک' (نمبر ۱۴۴) کا خلاصہ پیش کرتے ہیں :

وارانسی میں جب راجا برہمدت راج کرتا تھا تو بودھی ستو نے اودیچیہ نامی برہمن خاندان میں جنم لیا۔ اُن کے جنم دن پر اُن کے ماں باپ نے 'جات اگنی' (ایک دستور کے مطابق بچے کی پیدائش پر آگ جلا کر اُسے محفوظ رکھا جاتا تھا) رکھی۔ جب وہ سولہ برس کے ہوئے تب اُنھوں نے اُن سے کہا :

"دیکھو بھائی، تمھارے جنم دن پر آگ کو محفوظ کیا گیا تھا۔ اگر تم

دُنیادار بن کر رہنا چاہتے ہو تو تین ویدوں کا مطالعہ کرو۔ لیکن اگر تمہاری خواہش ان بندھنوں سے آزاد ہونے کی ہے تو یہ آگ لے کر جنگل میں جاؤ اور اُس کی وساطت سے برہم دیو کی عبادت کر کے مُکتی حاصل کر لو۔"

بودھی ستو کو گرہست بننا پسند نہیں تھا۔ لہٰذا وہ اس آگ کو لے کر جنگل میں لے گئے اور وہاں آشرم بنا کر اس آگ کی پوجا کرتے رہے۔ ایک دن ایک کسان نے بودھی ستو کو دکھشنا کے طور پر ایک بیل دے دیا۔ بودھی ستو نے سوچا کہ اس بیل کی بھینٹ دے کر اگنی دیوتا کی پوجا کرنی چاہیئے لیکن آشرم میں نمک ختم ہو گیا تھا۔ جب وہ نمک لانے گاؤں میں چلے گئے تو اُن کی عدم موجودگی میں کچھ غنڈوں نے اس بیل کو مار ڈالا اور ضرورت کے مطابق اس آگ پر اُس کا گوشت پکا کر کھایا اور باقی ماندہ اپنے ساتھ لے گئے۔

بودھی ستو جب نمک لے کر واپس لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بیل کی کھال، دُم اور ہڈیاں ہی بچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ اگنی دیوتا اگر خود اپنی بلی کی حفاظت نہیں کر سکتا تو میری کیا حفاظت کرے گا۔" اور یہ کہہ کر اُنھوں نے اپنا اگنی ہوتر کا برتن پانی میں پھینک دیا اور سنیاسی بن گئے۔

بُدھ کا اُپدیش سُن کر اُر ووِیل کاشیپ، ندی کاشیپ اور گیا کاشیپ نامی تین برہمن بھائیوں نے بھی اپنے اگنی ہوتر ندی میں پھینک دیئے

تھے ـــــــ بودھ ادب میں یہ کہانی کافی مشہور ہے۔

اپنشدوں کے رشی

کچھ برہمنوں میں کھلے بندوں شرمن دھرم قبول کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ ویدک یگیوں اور شرمنوں کے فلسفہ کے درمیان لٹکے رہتے تھے۔ اشومیدھ[1] (اشومیدھ) وغیرہ پر کہانیاں گھڑ کر اُن میں سے علم الحقائق نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ مثال کے طور پر 'برہدارنیک اپنشد' کے پہلے باب کے دوسرے 'براہمن' (وید کا وہ حصہ جو منتر نہیں کہلاتا)، کی کتھا دیکھئے۔ وہاں رشی کہتا ہے۔" اس دُنیا میں تخلیق سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا۔ موت نے یہ سب کچھ ڈھانپ رکھا تھا۔ ایسا کیوں؟ کیا کھانے کی خواہش سے؟ کیوں کہ کھانے کی خواہش ہی کو موت کہتے ہیں۔ اسے خواہش ہوئی عالم وجود میں آیا

---

[1] قدیم زمانے کا ایک خاص یگیہ جس میں گھوڑے کے ماتھے پر فتح کی نشانی باندھ کر اُسے پوری دنیا میں گھومنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ گھوڑے کے ساتھ کچھ بہادر سپاہی بھی رہتے تھے۔ جب کسی علاقے کے راجا کو اشومیدھ یگیہ کرنے والے کا تسلط منظور نہ ہوتا تو وہ اس گھوڑے کو باندھ لیتا تھا اور گھوڑے کے ساتھ ساتھ چلنے والے بہادر سپاہیوں سے جنگ کرتا تھا۔ وہ سپاہی اس راجا کو شکست دے کر اور گھوڑے کو چھڑا کر آگے بڑھتے۔ اس طرح جب وہ گھوڑا پوری دُنیا کا چکر کاٹ کر لوٹتا تو اُسے مار کر اُس کی چربی سے ہَوَن کیا جاتا۔ یہ خاص یگیہ کوئی طاقتور مہاراجا ہی کرتا تھا۔ (مترجم)

جائے۔ اس نے یگیہ کرنے کی خواہش کی۔ اس خواہش کے ماتحت وہ سب کچھ چھوڑ کر ریاضت کرنے لگی۔ اُس کی اُس ریاضت سے یگیہ اللہ جو ہر پیدا ہوئے۔ جان ہی حرکت اور وہی جوہر ہے۔ اس طرح جب وہ جان جسم کو چھوڑ کر چلی گئی تو پرجاپتی کا جسم پھول گیا۔ پھر بھی اُس کی روح اُس کے جسم میں تھی۔ میرا یہ جسم میدھیہ یگیہ سے وابستہ (پاک) ہو جائے اور اس میں سے میں جسمانی وجود اختیار کروں ——— یہ خواہش اس نے کی۔ کیونکہ جسم میری جدائی سے حرکت اور جوہر سے عاری ہوتا گیا' پھول گیا۔ لہٰذا وہ اشو (پھولا ہوا) ہو گیا۔ اور چونکہ میدھیہ ہوا اس لئے وہی اشو میدھیہ کا اشو میدھ پن ہے۔ جو اس آشو کو اس طرح جانتا ہے وہی اشو میدھ کو جانتا ہے۔"

اس میں اشو میدھ کے توسط سے تپسیا غالب اہنسا دھرم بنانے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ "کھانے کی خواہش ہی موت ہے۔ اُس نے جسمانی وجود اختیار کیا اور اُسے یگیہ کی خواہش ہوئی۔ اس خواہش سے حرکت اور جوہر یہ دو اوصاف نکلے۔ وہ حقیقی جان ہے۔ اگر وہ چلی جائے۔ تو جسم کو مرا ہوا اور پھولا ہوا سمجھنا چاہیئے اور وہ جلانے کے قابل ہے۔ جو اس حقیقت سے واقف ہے وہی اشو میدھ سے واقف ہے۔

(چھاندوگیہ اُپنشد' (۴-۵) میں پرواہن جیولی ارُون کے بیٹے سے کہتا ہے۔ "اے گوتم! دیولوک ہی اگنی ہے' دیوتا ہی اس کی سمدھا

دیگیہ میں جلانے کی لکڑی، کرن ہی دھواں، دن ہی شعلہ، چاند ہی انگارا، اور ستارے ہی چنگاریاں ہیں۔"

اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان رشیوں کے دلوں پر شرمن تہذیب کی گہری چھاپ تھی لیکن کھلے بندوں اس کے اصولوں پر عمل پیرا ہونا اُنھیں مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی لئے وہ اس قسم کی تشبیہات کی زبان استعمال کرتے تھے۔

اُپنشدوں کے رشی بھی نسلی امتیاز روا نہ رکھتے تھے

زمانۂ قدیم کے رشی منی، شرمن اور اپنشدوں کے رشی ایک سلسلہ میں ہم خیال تھے اور وہ تھا نسلی امتیاز روا نہ رکھنا۔ ماتنگ رشی کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رشیوں منیوں کے دل میں ذات پات کی کوئی تفریق نہ تھی۔ شرمن جماعتوں میں تو اس کی قطعی گنجائش نہیں تھی۔ مندرجہ ذیل کہانی سے معلوم ہوگا کہ اپنشدوں کے رشی بھی ذات پات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔

ستیہ کام نے اپنی ماں جبالا سے کہا۔ "ماں! میں علم الحقائق سے متعارف ہونا چاہتا ہوں، یہ بتاؤ کہ میرا گوترکون سا ہے؟"

اس پر ماں نے اُس سے کہا۔ "بیٹا! یہ تو میں نہیں جانتی کیونکہ جوانی میں میں بہت سے مردوں کے ساتھ رہی ہوں۔ اور اسی زمانے میں تم پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا میں تمھارا گوتر نہیں جانتی۔ میرا نام جبالا اور تمھارا نام ستیہ کام ہے

جہاں ضرورت پڑے تم اپنا نام 'ستیہ کام جابال' بتاؤ۔"

وہ (ستیہ کام) ہارِ دِرومت گوتم سے بولا۔ "میں روحانی بصیرت حاصل کرنے آپ کے پاس آیا ہوں۔"

گوتم نے پوچھا۔ "تمھارا گوتر کیا ہے؟"

ستیہ کام نے جواب دیا۔ "یہ تو میں نہیں جانتا۔ میں نے ماں سے پوچھا تو اس نے کہا، 'جوانی میں ان گنت مردوں سے میرا تعلق ہو جانے کے باعث مجھے تمھارا گوتر معلوم نہیں۔ ضرورت پڑنے پر تم اپنا کام ستیہ کام جابال بتانا۔"

گوتم نے جواب دیا۔ "تم اصل سے پیدا نہیں ہوئے۔ غیر برہمن کیلئے روحانی بصیرت حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا سِمدھا (ہون میں ڈالنے کی لکڑیاں) لے آؤ۔ میں تمھارا اُپنین (جنیو وغیرہ پہنا کر شُدھ کرنا) کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس رِشی نے اس کا اُپنین کیا۔[1]

گپتوں کے دورِ حکومت سے نسلی امتیاز میں اضافہ ہو گیا

اپنشدوں کے رِشی اگرچہ ذات پات کو مانتے تھے لیکن نسل کے بجائے وہ اصل کا زیادہ لحاظ کرتے تھے، یہ بات ستیہ کام کی کہانی سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن انھیں اُپنشدوں کو گڈمڈ کرنے کی کوشش کرنے والے یا درائن وید

---

[1] چھاندوگیہ اُپنشد۔ (۴-۴)

دیاس اور شارح شنکر آچاریہ نسلی امتیاز کا کیسا ڈھول پیٹتے ہیں:

"...... اور اس لیے شودر کو روحانی بصیرت حاصل کرنے کا حق نہیں کیوں کہ سمرتی نے اُسے ویدوں کو سُننے اور اُس کے مطالعے سے منع کر رکھا ہے سمرتی نے شودر کو ویدوں کا پاٹھ سُننے، ویدوں کا مطالعہ کرنے، اُن کے معانی جاننے اور اُن پر عمل پیرا ہونے سے منع کر رکھا ہے۔ سننے کی ممانعت اس نوعیت کی ہے کہ اگر وہ ویدوں کے اشلوک سُن لے تو اس کے کانوں کو لاکھ اور سیسے سے بھر دیا جائے۔ شودر ایک چلتا پھرتا مرگھٹ ہے لہٰذا شودر کے آس پاس ویدوں کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اسی لیے مطالعہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے، کیوں کہ جس کے آس پاس مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے وہ خود کیونکر مطالعہ کر سکتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ وید منتروں کو زبان سے ادا کرے تو اُس کی زبان کاٹ لی جائے۔ اگر وہ وید منتروں کے ارشاد کے مطابق عمل پیرا ہو تو اُسے جان سے مار دیا جائے لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ وید منتروں کے معانی جاننے اور انہیں استعمال کرنے کا مستحق نہیں۔ شودر کو عقل نہیں دینی چاہیئے۔"

شنکر آچاریہ جی نے شودروں کو زچ کرنے کے لیے گپت راجاؤں کے زمانے میں لکھی گئی "گوتم دھرم سوتر" وغیرہ کتابوں سے کچھ بنیادیں مستعار لی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سمدر گپت سے (چوتھی صدی عیسوی) سے لے کر شنکر آچاریہ تک (نویں صدی عیسوی کے آغاز تک) ہمارے بیش رو برہمن شودروں کو دبا کر اپنی عظمت برقرار رکھنے کی مسلسل کوشش کر رہے تھے۔ 'دھرم سوتر' کے مصنف کے زمانے اور شنکر آچاریہ کے

زمانے میں صرف اتنا فرق تھا کہ اول الذکر کے زمانے میں مسلمانوں نے اس علاقے میں قدم نہیں رکھا تھا اور موخر الذکر کے زمانے میں سندھ کا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں چلا گیا تھا اور وہاں بڑے وسیع پیمانے پر اسلام پھیل رہا تھا۔ ہمارے آچاریہ جی کو کم از کم انہیں سے مساوات کا درس لینا چاہئے تھا لیکن اس کے برخلاف یہ آچاریہ جی برابر نسلی امتیاز کا اپنا بے سرا راگ الاپتے رہے۔ اس بدبخت ملک کو اس کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑا، تاریخ اس کی شاہد ہے۔

راہباؤں کی جماعتیں

تپسوی رشیوں منیوں یا ویدک رشیوں میں عورتیں شامل نہیں تھیں گارگی واچکنوی ایسی عورتیں علم الحقائق کی بحثوں میں حصہ لیتی تھیں[۱] لیکن ان کی آزادانہ جماعتیں نہیں تھیں۔ عورتوں کی آزادانہ جماعتوں کا قیام بدھ کے زمانے سے ایک دو صدی قبل ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سب سے قدیم جماعت جین راہباؤں (بھکشونیوں) کی تھی۔ اور سُبھدرا، کُنڈل کیشا وغیرہ کی کتھاؤں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جین بھکشونیاں مذہبی مناظرہ میں طاق ہوتی تھیں۔

زمانہ قدیم کے رشی منی جنگلوں میں رہتے تھے اور کبھی کبھی ہی آبادیوں

---

[۱] برہدارنیک اپنشد ۳-۶-۱ وغیرہ

ہیں جاتے تھے لہٰذا عورتوں کی جماعتیں قائم کرنا اُن کے لئے ممکن نہ تھا۔ شرمن لوگوں نے آبادیوں کے گرد و نواح میں رہنے اور حالات سازگار ہونے کی وجہ سے یہ کام سرانجام دیا۔ بودھ اور جین ادب کے مطالعہ سے جو خاص بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عورتیں بھی مردوں کی طرح مذہبی مسائل میں ترقی پسند تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جمہوری طرز نظام کی ریاستوں میں عورتوں کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ بھگوان بُدھ نے وجّیوں کو ترقی کے جو سات اصول بتائے تھے ان میں پانچواں یہ تھا کہ عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورت سے کسی طرح بھی زنا بالجبر نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اس اصول کے مطابق کم از کم بدھ کی وفات تک تو وجّیوں نے اپنا اخلاق سنبھالے رکھا ہوگا۔ ہم یہ بھی مان سکتے ہیں کہ وجّیوں کی طرح ملّوں کی ریاست میں بھی عورتوں کا احترام ہوتا ہوگا۔ انگ، کاشی، شاکیہ کولیہ وغیرہ جمہوری طرز نظام کی ریاستوں کی آزادی ختم ہونے پر بھی چونکہ داخلی انتظامات انھیں کے ہاتھ میں تھے اس لئے اُن کی ریاستوں میں آزادئ نسواں کو کوئی خاص دھکّا نہیں پہنچا تھا۔

مگدھ اور کوشل دیشوں میں مطلق العنانیت اگرچہ کافی مستحکم ہو چکی تھی۔ پھر بھی ان دیشوں کے راجا بنیادی جمہوری طرزِ نظام کا قلع قمع نہیں کر سکے۔ اس بات کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا کہ مہاراجا بمبسار یا مہاراجا پسینڈری نے کسی عورت کو جبراً اپنے حرم میں داخل کیا ہو۔

بعض مطلق العنان ریاستوں میں عورتوں کا احترام

جمہوری طرز نظام کو لوگ فراموش کرتے گئے اور اس کی جگہ مطلق العنانیت قائم ہوتی گئی تو عورتوں کی آزادی بھی بتدریج کم ہوتی گئی پھر بھی اُم ونتی (اسماد نیتی) کی کتھا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کچھ راجا عورتوں کا احترام کرتے تھے۔[1]

بودھی ستو نے شوی کے شاہی خاندان میں جنم لیا۔ اس لئے انھیں شوی کمار کہتے ہیں۔ شوی راجا کے سپہ سالار کا بیٹا ابھی پارک شوی کمار کا ہم عمر تھا ان دونوں نے ٹیکسلا جاکر شاستروں وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ باپ کی موت کے بعد شوی کمار راجا بن گیا سپہ سالار کی موت کے بعد اُس نے ابھی پارک کو اپنا سپہ سالار بنا لیا۔ ابھی پارک نے اسماد نیتی نامی ایک انتہائی حسین لڑکی سے شادی کی۔ جب ایک دن راجا رعایا کا حال چال معلوم کرنے کے لئے شہر میں گھوم رہا تھا تو اُس نے کھڑکی میں کھڑی اسماد نیتی کو دیکھا۔ پہلی نظر میں ہی راجا اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور واپس محل میں آکر کھاٹ پکڑلی۔ جب ابھی پارک کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے راجا کے پاس جاکر اُس سے اپنی بیوی قبول کرنے اور اس طرح اپنی وارفتگی دور کرنے کی درخواست کی۔ اس پر راجا ہوش میں آکر بولا "یہ تو شویوں کا

---

[1] 'اُمدنتی جاتک'، ۵۲۷

اخلاق نہیں۔ میں شویوں کا قائد ہوں اور شویوں کے اخلاق پر کاربند رہنا میرا فرض ہے، لہٰذا اپنے جذبات سے مغلوب ہوجانا میرے لئے مناسب نہیں۔"

یہ کہانی بہت طویل اور دلچسپ ہے۔ کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کہانی کے مصنف کے زمانے میں جمہوری طرز نظام یکسر مٹ چکا تھا۔ پھر بھی عورتوں کے تئیں شویوں جیسے جمہوری راجاؤں کے فرائض اسے اچھی طرح معلوم تھے۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مطلق العنان راجا ان فرائض کو دھیان میں رکھیں۔ شوی کمار کے خطبہ کے آخر میں مصنف شوی کمار سے کہلواتا ہے:

"میں شویوں کا قائد، باپ اور پروردہ ہوں۔ لہٰذا شویوں کے فرض کا احترام کرتے ہوئے اور شویوں کے مذہبی اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے میں اپنے جذبات سے مغلوب نہیں ہوں گا۔

بچپن کی شادی کی رسم

بودھ راجاؤں پر تو اس بات کا اچھا ہی اثر پڑا ہوگا لیکن اس سے شاید ایک اور بری رسم چل نکلی۔ برہم دیش کے راجا شادی شدہ عورت کو اپنے حرم میں نہیں رکھتے تھے۔ اگر شادی شدہ عورت کا شوہر اپنی بیوی سے طلاق لے کر اسے راجا کے حوالے کرنے کو تیار ہوجاتا تو بھی اسے قبول کرنا بہت گناہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن غیر شادی شدہ عورت کو وہ اس کے ماں باپ کی اجازت کے بغیر زبردستی اٹھا لے جاتے تھے۔ ماں باپ اس خوف سے کہ کہیں

راجا اُن کی لڑکیوں کو اُٹھا نہ لے جائے، کم عمری میں ہی اُن کی شادی کر دیتے تھے۔ اور اُن کے گلے میں اُن کے شادی شدہ ہونے کی ایک علامت 'منگل سوتر' باندھ دیتے تھے۔ یہ شادیاں قطعی فرضی ہوتی تھیں۔ صرف یہی نہیں کہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر نہیں جاتی تھی بلکہ اُسے پہلے شوہر کو چھوڑ کر کبھی بھی دوسرے مرد سے شادی کرنے کی آزادی حاصل ہوتی تھی۔ یہ تو محض راجاؤں کے مظالم سے لڑکیوں کی حفاظت کا ایک طریقہ تھا۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ ہندوستان میں بچپن کی شادی کی رسم انھیں حالات سے نکلی تھی یا اس کا کوئی اور سبب تھا، البتہ اس میں شبہ نہیں کہ بدھ کے زمانے میں یہ رسم وسیع پیمانے پر رائج نہیں ہوتی تھی۔ بعد ازاں مطلق العنانیت مستحکم ہو جانے پر اس نے مذہبی شکل اختیار کر لی۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگر ہندوستان میں جمہوری طرز نظام جاری و ساری رہتا تو بچپن کی شادی کے لیے یہاں قطعی گنجائش نہیں ہوتی۔

چار قسم کے شرمن برہمن

بدھ کے زمانے تک شرمن برہمنوں کی چار قسمیں ہو گئی تھیں۔ ان کے بارے میں ایک تمثیل اور اس کی تفسیر 'مجھم نکائے' کے 'سُتّ پِٹک' میں ملتی ہے۔ اس کا خلاصہ اس طرح ہے:-

بھگوان بدھ جب شراوستی میں اناتھ پنڈک کے آشرم میں رہتے تھے۔ تب بھکشوؤں کو مخاطب کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا:-

"اے بھکشوؤ! چراگاہ بنانے والا شخص ہرنوں کے مفاد کے لیے اُسے نہیں بناتا۔ اس کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ چراگاہ کی گھاس کھا کر ہرن سرشار و سرمست ہو جائیں اور وہ اُنھیں پکڑ سکے،

(۱) اے بھکشوؤ۔ ایسی ہی ایک چراگاہ میں ہرن گھس گئے۔ اور بھر پیٹ گھاس کھا کر سرمست ہو جانے سے وہ چراگاہ بنانے والے کے قبضے میں چلے گئے۔

(۲) یہ دیکھ کر کچھ دوسرے ہرنوں نے سوچا کہ اس چراگاہ میں جانا بیحد خطرناک ہے۔ لہٰذا وہ اُسے چھوڑ کر ویران جنگل میں چلے گئے۔ جب گرمی کا موسم آنے پر اُنھیں وہاں چارا پانی ملنا بند ہو گیا تو اُن کے جسم کی طاقت زائل ہو گئی۔ بھوک سے بے قرار ہو کر وہ اس چراگاہ میں گھس گئے اور بڑی مستی سے چارا پانی کھانے پینے لگے۔ اور اس طرح چراگاہ کے مالک کے قبضے میں چلے گئے۔

(۳) تیسرے کچھ ہرنوں نے ان دونوں راستوں کو ترک کر کے ایک قریبی جنگل کا سہارا لیا۔ اور بڑی احتیاط سے آ کے اس چراگاہ کی گھاس کھانے لگے۔ کافی عرصہ تک چراگاہ کے مالک کو اس کا پتہ نہ چلا۔ آخر اس نے ان ہرنوں کی پناہ گاہ ڈھونڈھ نکالی اور اُس کے چاروں طرف جال بچھا کر اُنھیں پکڑ لیا۔

(۴) لیکن چوتھی قسم کے ہرن بہت ہوشیار تھے وہ چراگاہ سے دور گھنے جنگل میں رہنے لگے اور بڑی احتیاط سے

چراگاہ کے چارے پانی کا استعمال کرنے لگے۔ چراگاہ کے مالک کو اُن کی پناہ گاہ کا پتہ نہ چل سکا۔

بھکشوؤ! میں نے یہ تمثیل تیار کی ہے۔ چراگاہ بنانے والا شخص کا م دیو (نفسانی خواہشات) کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔

(۱) جن شرمنوں نے عیش و عشرت میں ہی زندگی کا مزا جانا ہے وہ پہلی قسم کے ہرن ہیں۔

(۲) جنہوں نے نفسانی خواہشات کے خوف سے جنگل میں پناہ لی اور پوری دُنیا سے الگ تھلگ ہو گئے وہ دوسری قسم کے ہرن ہیں

(۳) جو شرمن برہمن بڑی احتیاط سے عیش و عشرت کی زندگی گذارتے ہوئے دُنیا پائیدار ہے یا ناپائیدار، روح فانی ہے یالافانی وغیرہ موضوعات پر بحث کرتے ہیں اور اپنا وقت بے کار ضائع کرتے ہیں وہ تیسری قسم کے ہرن ہیں۔

(۴) لیکن جو ایسے بحث مباحثے میں پڑنے کے بجائے اپنا باطن پاکیزہ رکھنے کی توفیق رکھتے ہیں وہ چوتھی قسم کے ہرن ہیں

اس ست میں پیش کردہ پہلے شرمن برہمن تو یگیہ کرنے اور سوم رس (شراب) پینے میں ہی تکمیلِ مذہب ماننے والے ویدک برہمن تھے۔ ویدک ہنسا اور شراب نوشی سے عاجز آکر جو جنگلوں میں چلے گئے اور وہاں کے پھل پھولوں پر گزر بسر کرنے لگے ان رشیوں منیوں کو دوسری قسم کے شرمن برہمن سمجھنا چاہئے۔ جب جنگل میں پھول ملنے بند ہو جاتے یا انہیں

نمکین اور کھٹی چیزیں کھانے کی خواہش ہوتی تو وہ لوگ آبادیوں میں اُتر آتے اور وہاں دُنیاوی جال میں پھنس جاتے۔ اس کی ایک مثال اوپر آ چکی ہے۔ رشیوں منیوں کا پھل پھولوں پہ گذر بسر کرنے کا راستہ چھوڑ کر جنہوں نے شرمنوں کی مختلف قسم کی جماعتیں قائم کیں وہ تیسری قسم کے شرمن برہمن تھے۔ یہ گھومنے پھرنے والے سادھو گھنے جنگلوں میں جانے کے بجائے آبادیوں کے قریب رہتے تھے اور لوگوں سے ملے ہوئے اناج اور کپڑے کا استعمال بڑی احتیاط سے کرتے تھے۔ لیکن وہ لوگ "روح ہے یا نہیں" وغیرہ بحثوں میں مگن رہتے تھے۔ اس لئے اُن کا تزکیۂ نفس ہونے کے بجائے وہ نفسانی خواہشات کے جال میں پھنس جاتے تھے۔ بدھ نے ان تمام بے معنی بحثوں کو باطل قرار دے کر تزکیۂ نفس کا صحیح راستہ ڈھونڈھ نکالا۔ ان کے بھکشوؤں کا شمار چوتھی قسم کے شرمن برہمنوں میں کیا گیا ہے۔ دیگر شرمن برہمنوں اور بدھ کی روحانیت میں کیا فرق تھا، اس کی وضاحت ساتویں باب میں کی گئی ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان چار قسم کے شرمن برہمنوں سے اپنشدوں کے رشیوں کا کوئی تعلق نہیں تھا اور اس سے یہ تصور بے بنیاد ثابت ہوتا ہے کہ اپنشد بودھ دھرم کا ماخذ ہیں۔

۴۔ گوتم بودھی ستو

گوتم کی تاریخِ ولادت

گوتم کی تاریخِ ولادت کے سلسلے میں بہت اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، دیوان بہادر سوامی کنو پلے کا کہنا ہے کہ بدھ کا پری نروان ۴۷۸ قبل مسیح میں ہوا تھا اور بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ ۴۸۶-۸۷ قبل مسیح میں ہوا تھا لیکن جدید تحقیقات کی بناپر مہاونس اور دیپ ونس میں مذکور تاریخ ہی زیادہ مستند معلوم ہوتی ہے[1]۔ ان کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدھ نے ۵۴۳ قبل مسیح میں پری نروان حاصل کیا تھا۔ اگر بدھ کے پری نروان کی یہ تاریخ صحیح مان لی جائے تو اس حساب سے بدھ کی پیدائش ۶۲۳ قبل مسیح میں ہوئی تھی۔

---

[1] The Early History of India by V. A. Smith (Oxford. 1924) P. 49-50

بودھی ستو

گوتم بُدھ کی پیدائش سے اُن کے حصولِ کمال تک انھیں بودھی ستو کہنے کی رسم بہت قدیم ہے۔ پالی ادب میں سب سے قدیم کتاب 'سُت نپات' ہے اُس میں کہا گیا ہے:-

"برتو میرے جیسے اس بودھی ستو نے شاکیوں کے گاؤں لُمبنی میں نسلِ انسانی کی فلاح و بہبود کیلئے جنم لیا۔"[1]

بودھی کا مطلب ہے انسان کی فلاح کا علم اور اُس کے لئے کوشش کرنے والا شخص۔ بودھی ستو۔ شروع میں شاید گوتم کی پیدائش سے لے کر اُن کے حصولِ کمال تک اُن کے لئے یہ صفت استعمال ہوتی ہو گی۔ پھر ہوتے ہوتے یہ تصور رائج ہو گیا کہ اُنھوں نے اس جنم سے قبل اور بھی بہت سے جنم لئے تھے اور ان پہلے جنموں میں بھی اُن کے لئے بودھی ستو صفت استعمال کی جانے لگی۔ ان کے ان پہلے جنموں کی داستانیں 'جاتک' میں جمع کی گئی ہیں۔ ان داستانوں کے ہیرو کو 'بودھی ستو' کہہ کر یہ بتایا گیا ہے کہ وہ پہلے جنم کے گوتم ہی تھے۔ جس داستان میں مناسب کردار نہیں ملا وہاں بودھی ستو کو داستان کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ رکھنے والی کسی بن دیوی یا کسی دوسرے شخص کا روپ دے کر کسی طرح اُن کا تعلق قائم کر دیا گیا۔ بہرحال یہاں پر گوتم

---

[1] دیکھئے 'بودھ سنگھا چار پریچیہ' صفحہ ۱۵۴

کو ان کی پیدائش سے لے کر اُن کے حصول کمال تک کے زمانے تک بودھی ستو کہا جائے گا۔ یہاں اُن کے پہلے کے جنموں کے ساتھ اس صفت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

بودھی ستو کا خاندان

”تری پٹک“ میں بودھی ستو کے خاندان اور ان کے زمانۂ بچپن کی بہت کم معلومات ملتی ہیں جو ملتی ہیں اُپدیشوں سے متعلقہ ستوں کے سلسلے سے ملتی ہیں۔ اُٹھ کتھا کی کئی باتیں کئی جگہوں پر اس ’تری پٹک‘ والی معلومات سے لگا نہیں کھاتیں۔ لہٰذا متضاد معلومات کی اچھی طرح چھان پھٹک کر کے یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ ان میں سے حقیقت کیا نکلتی ہے۔

’مجھم نکائے‘ کے چول دُکھ کھندھ سُت کی اٹھ کتھا میں گوتم کے خاندان سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات ملتی ہیں:

”شدّھودن‘، شکلودن‘ ’شاکیودن‘ دھوتودن‘ اور امی تودن نامی پانچ بھائی تھے۔ امیتا دیوی ان کی بہن تھی۔ تشیہ ستھویر اس کا بیٹا تھا۔ تتھاگت اور نند شدھودن کے بیٹے تھے۔ مہانام اور انی رُدھ شکلودن کے بیٹے تھے اور آنند ستھویر امی تودن کا بیٹا تھا۔ وہ بھگوان سے چھوٹا اور مہانام سے بڑا تھا۔

یہاں پر مندرجہ سلسلے کے مطابق امی تودن آخری بھائی معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ درست ہی ہے کہ اُس کا بیٹا بھگوان سے عمر میں چھوٹا تھا۔

لیکن 'منور تھ پورنی اَٹھ کتھا' میں انوردھ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ امی تودن نے شاکیوں کے گھر جنم لیا۔ ایک ہی مصنف کی تصنیف کردہ ان دو اَٹھ کتھاؤں میں اس طرح کا تضاد ملتا ہے۔ پہلی اٹھ کتھا میں آنند کو امی تودن کا بیٹا کہا گیا ہے اور دوسری اٹھ کتھا میں انی رُدھ کو اُس کا بیٹا بتایا گیا ہے لہٰذا یہ شک ہوتا ہے کہ کہیں شُکلودن وغیرہ نام بھی فرضی نہ ہوں۔

بودھی ستو کی جائے پیدائش

'سُت نپات' کے مذکرہ بالا اقتباس میں کہا گیا ہے کہ بُدھ کی پیدائش لُمبنی گاؤں میں ہوئی تھی۔ آج بھی اس جگہ کو لُمبنی دیوی کہا جاتا ہے اور وہاں پر زمین میں گڑی ہوئی جو اشوک کی لاٹ ملی ہے اُس پر کندہ تحریر میں: "لُمبنی گامے اباً لیکے کتے" جملہ ملتا ہے۔ جس سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ بودھی ستو کی پیدائش لُمبنی گاؤں میں ہوئی تھی۔

دوسرے بہت سے ستوں میں اس طرح کا تذکرہ ملتا ہے کہ مہانام شاکیہ کپل وستو کا رہنے والا تھا لیکن شدھودن کپل وستو میں رہتا تھا۔ اس قسم کا تذکرہ صرف 'مہاوگ' میں ملتا ہے۔ لُمبنی گاؤں اور کپل وستو میں چودہ پندرہ میل کا فاصلہ تھا۔ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ شدھودن کبھی کبھی لُمبنی گاؤں کی اپنی زمینداری میں رہا کرتا تھا۔ اور وہیں بودھی ستو کا جنم ہوا تھا۔ لیکن 'انگتر نکائے' کے مندرجہ ذیل 'تک نپات' کے ۱۲۴ ویں سُت ترجمہ سے اس سلسلے میں بہت سے شکوک پیدا ہوتے ہیں۔

کالام کا آشرم

ایک بار بھگوان بُدھ کوسل دیش میں سفر کرتے کرتے کپل وستو پہنچے
اُن کی آمد کی خبر ملتے ہی مہانام شاکیہ نے ان سے ملاقات کی، تب اُنھوں
نے مہانام سے اپنے لئے ایک رات گذارنے کی جگہ دیکھنے کو کہا۔ لیکن مہانام
کو بھگوان کے رہنے کے قابل کوئی جگہ نہ ملی۔ واپس آکر اُس نے بھگوان سے
کہا، "آپ کے لئے مناسب جگہ مجھے نہیں ملتی۔ آپ اپنے پُرانے برہمچاری
بھرنڈو کالام کے آشرم میں ایک رات رہیئے۔"

بھگوان نے مہانام سے وہاں آسن تیار کرنے کو کہا۔ اور اس
رات وہ اس آشرم میں رہے۔

دوسرے دن صبح مہانام بھگوان سے ملنے گیا تو بھگوان اُس سے
بولے۔ "اے مہانام! اس دُنیا میں تین قسم کے دھرم گورو ہیں۔ پہلی قسم کا دھرم
گورو نفسانی خواہشات کو ترک کرنے کا درس دیتا ہے لیکن مادی صفات یا
خصوصیات اور احساسات کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتا۔ دوسری قسم کا دھرم
گورو نفسانی خواہشات اور مادی صفات یا خصوصیات ترک کرنے کا
درس دیتا ہے لیکن احساسات کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتا۔ تیسری
قسم کا دھرم گورو ان تینوں کے تیاگ کا درس دیتا ہے۔ بتاؤ ان دھرم
گروؤں کا مقصد ایک ہے یا مختلف؟"

اس پر بھرنڈو کالام بولا۔ "اے مہانام! تم یہ کہو کہ ان سب کا

مقصد ایک ہے۔" لیکن بھگوان نے کہا۔ "اے مہانام! تم یہ کہو کہ ان کا مقصد مختلف ہے۔" دوسری اور تیسری بار بھی بھرنڈو نے اُن کا ایک مقصد بتانے کو کہا اور بھگوان بُدھ مختلف مقاصد بتانے کو کہتے رہے۔ مہانام جیسے بارسوخ شاکیہ کے سامنے گوتم نے میری توہین کی ہے، یہ سمجھ کر بھرنڈو کالام ہمیشہ کیلئے کپل وستو چھوڑ گیا۔

بھرنڈو کالام ست سے حاصل ہونے والی معلومات

اوپر اس سُت کا لفظی ترجمہ دیا گیا ہے۔ اس سے بُدھ کے سوانح کی دو تین باتیں بڑے واضح انداز سے سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ حصول کمال کے بعد بھگوان گوتم، بھکشوؤں کی بڑی جماعت کے ساتھ کپل وستو نہیں گئے اور شاکیوں نے اُن کا مناسب استقبال نہیں کیا۔ وہ تنہا وہاں گئے اور اُن کے لئے مناسب جگہ ڈھونڈھنے کے لئے مہانام کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اگر راجا شُدھودن نے بودھی ستو کے لئے تین محل بنوائے تھے تو اُن میں سے ایک کو خالی کروا کے بُدھ کو کیوں نہیں دیا گیا؟ کپل وستو میں شاکیوں کے ایک نگر مندر کی موجودگی کا ذکر کئی مقامات پر ملتا ہے۔ بُدھ کے بڑھاپے میں شاکیوں نے اس مندر کی از سرِ نو تعمیر کی اور تبرک کے طور پر سب سے پہلے بھگوان بُدھ سے بھکشو جماعت کے ساتھ اس مندر میں ایک رات گذارنے کی درخواست کی اور اُنسے دھرم کا اُپدیش کروایا لیکن اول الذکر موقع

[۱] دیکھیے۔ دسلایتن سنیت، "آسی دِسل وگ سُت"، ۶

پر بُدھ کو اس مندر میں رہنے کو جگہ نہ ملی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدھ شاکیوں میں سے ایک عام نوجوان تھے اور کپل وستو میں اُن کا کوئی خاص شہرہ نہ تھا۔

دوئم یہ کہ گوتم بُدھ کے گھر بار چھوڑنے سے پہلے کپل وستو میں کالام کا آشرم موجود تھا۔ کالام کا فلسفۂ حیات جاننے کے لئے اُنھیں مگدھوں کے راج گرہ تک سفر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سُتت سے ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بھگوان بُدھ کالام کے فلسفۂ حیات کا مطالعہ کپل وستو میں ہی کر چکے تھے۔

اور سوئم یہ کہ مہانام شاکیہ اگر بُدھ کا چچیرا بھائی ہوتا تو بھگوان بُدھ سے رہنے کا انتظام بھرنڈو کالام کے آشرم میں کرنے کے بجائے اپنے گھر کے قریب کسی اچھی جگہ پر کرتا۔ سادھو لوگ گرہستھیوں کے یہاں تین دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے اور یہاں صرف ایک رات بسر کرنے کا سوال تھا اور مہانام اپنے گھر میں یا اپنے مہمان خانے میں بہ آسانی اس کا انتظام کر سکتا تھا۔ چنانچہ یا تو مہانام کا گھر بہت ہی چھوٹا ہوگا۔ یا پھر اُسے بُدھ کو ایک رات کے لئے اپنے یہاں ٹھہرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی ہوگی۔

ان تمام باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہانام شاکیہ سے

فٹ نوٹ صفحہ ۱۴۴ ملاحظہ کیجئے۔

لے دیکھیئے:۔ "سلاتتن سنیت"، "اسی وسل وگ، سُت" ۶/

بھگوان بُدھ کا کوئی نزدیکی تعلق نہ تھا۔ اور شدھودن شاکیہ تو کپل وستو سے چودہ میل کی دوری پر رہتا تھا۔ کپل وستو کے ساتھ یقیناً اُس کا بہت کم تعلق رہتا ہوگا۔ جب کبھی شاکیوں کی کوئی بیٹھک ہوتی ہوگی تبھی وہ کپل وستو جاتا ہوگا۔

راجا بھدریہ کی کتھا

'مہاپدان سُت' میں شدھودن کو راجا کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس کی راجدھانی کپل وستو تھی۔ لیکن 'ونے پٹک' کے 'چل وگ' میں مندرج بھدریہ سے متعلق تذکرہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

انورُدھ کا بڑا بھائی مہانام باپ کی وفات کے بعد پورے گھر کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ انورُدھ معاملات خانہ داری میں بالکل کورا تھا۔ بھگوان بُدھ کی عظمت کا شہرہ جب ہر جگہ پھیل گیا تو بڑے بڑے شاکیہ خاندانوں کے نوجوان بھکشو بن کر اُن کی جماعت میں شامل ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر مہانام انورُدھ سے بولا۔ "ہمارے خاندان میں سے ابھی تک کوئی بھکشو نہیں بنا۔ لہٰذا یا تو تم بھکشو بن جاؤ یا میں بن جاتا ہوں۔"

انورُدھ نے کہا۔ "مجھ سے یہ کام نہیں ہوگا۔ آپ ہی بھکشو بن جایئے۔"

مہانام نے یہ بات منظور کر لی اور وہ چھوٹے بھائی کو خانہ داری کے معاملات سمجھانے لگا۔ اُس نے کہا۔ "پہلے کھیت میں ہل چلانا چاہیئے پھر بوائی کرنی چاہیئے۔ اُس کے بعد اُسے نہر کا پانی دینا پڑتا ہے۔ پانی

باہر نکال کر اُس کی گوڑائی کرتے ہیں۔ اور فصل پک جانے پر اُس کی کٹائی ہوتی ہے۔"

انورُدھ بولا۔ "یہ تو بڑا جھنجھٹ معلوم ہوتا ہے۔ آپ ہی گھر کا کاروبار دیکھیے۔ میں بھکشو بنا جاتا ہوں۔"

لیکن اس کے لئے اُس کی ماں اجازت نہ دیتی تھی۔ انورُدھ نے نے جب ضد پکڑی تو اُس کی ماں نے کہا "اگر شاکیوں کا راجا بھدیہ تمہارے ساتھ بھکشو بننے کو تیار ہو جائے تو میں تمھیں بھکشو بننے کی اجازت دے دوں گی۔"

راجہ بھدیہ انورُدھ کا دوست تھا۔ لیکن انورُدھ کی ماں نے سوچا کہ وہ راج پاٹ چھوڑ کر بھکشو نہیں بنے گا۔ اور اسی لئے اُس نے یہ شرط لگائی تھی۔ انورُدھ اپنے دوست کے پاس جا کر اصرار کرنے لگا کہ وہ بھی بھکشو بن جائے۔ تب بھدیہ بولا۔ "تم سات برس تک ٹھہر جاؤ، پھر ہم بھکشو بنیں گے۔" لیکن انورُدھ اتنے برس تک انتظار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لہٰذا چھ برس، پانچ برس، چار، تین، دو، ایک برس، سات ماہ اس طرح مدت کم کرتے کرتے بھدیہ سات دن کے بعد انورُدھ کے ساتھ بھکشو بننے پر رضامند ہو گیا اور سات دن کے بعد بھدیہ، انورُدھ، آنند، بھگو، کمبل اور دیودت یہ چھ شاکیہ نوجوان اور اُپالی نامی ایک نائی کل سات اشخاص "چترُ رنگنی فوج" (وہ فوج جس میں ہاتھی، گھوڑے، رتھ اور پیدل یہ چاروں چیزیں شامل ہوں) تیار کر کے کپل وستو سے نکل کھڑے

ہوئے اور کچھ دور جا کر اُنہوں نے فوج کو واپس کر دیا اور شاکیہ دیش کی سرحد پار کی۔ ان دنوں بھگوان بدھ ملّوں کے "انوپریہ" نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ وہاں جا کر یہ سات اشخاص بھکشو جماعت میں شامل ہو گئے۔

بھدریہ کی کہانی کا نتیجہ

بھگوان بُدھ کا شہرہ سُن کر بہت سے شاکیہ نوجوان بھکشو بننے لگے اور اُس وقت تک شاکیوں پر بھدریہ راجا راج کرتا تھا۔ پھر شدھودن کب راجا ہوا؟ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاکیوں کے راجا کا انتخاب تمام شاکیہ اکٹھے ہو کر کرتے تھے یا اس کا تقرر کوسل کے مہاراجا کی طرف سے ہوتا تھا۔ اگر اس کا انتخاب شاکیہ خود کیا کرتے تھے تو وہ بڑے مہانام ایسے کسی بھی شاکیہ کو بہ آسانی راجا منتخب کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ "انگتر نکائے" کے پہلے نپات میں بھگوان بُدھ کا یہ قول ملتا ہے کہ "اعلیٰ خاندان میں پیدا ہونے والے میرے بھکشوؤں میں کالی گودھا کا بیٹا بھدریہ ممتاز ہے"۔ محض اعلیٰ خاندان میں پیدا ہونے سے ہی شاکیوں ایسی جمہوری ریاستیں بھدریہ کو اپنا راجا بناتی ہوں گی، یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ کوسل دیش کے پسیندی راجا کے ذریعہ ہی اُس کا تقرر ہوا ہوگا۔ بہر حال یہ کہنا پڑتا ہے کہ شدھودن کبھی شاکیوں کا راجا نہیں ہوا۔

شاکیوں کا اہم پیشہ کھیتی

لُمبنی دیوی والی اشوک کی لاٹ کی تحریر کی بُنیاد پر ترِی پٹک، میں مذکور معلومات کی چھان بین کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شدھودن عام شاکیوں میں سے ایک تھا۔ وہ لُمبنی گاؤں میں رہتا تھا اور وہیں بودھی ستو کا جنم ہوا۔ متذکرہ بالا مہانام اور انورُدھ کی گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ شاکیوں کا اہم پیشہ کھیتی تھا۔ مہانام جیسے شاکیہ جس طرح خود کھیتی کرتے تھے اسی طرح شدھودن شاکیہ بھی کرتا تھا۔ جاتک کی ندان کتھا میں شدھودن کو مہاراجا بنا کر اُس کی کھیتی کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

"ایک دن راجا کے کھیت کی بوائی کی تقریب ہوتی تھی اُس دن سارا دن سارا شہر دیوتاؤں کے رتھ کی طرح سجایا جاتا تھا۔ تمام غلام اور مزدور نئے کپڑے پہن کر اور پھولوں کی خوشبوؤں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر راج محل میں جمع ہو جاتے تھے اور راجا کے کھیت میں ایک ہزار ہلوں کا استعمال ہوتا تھا۔ اُس دن سات سو نناوے ہلوں کی رسیاں، بیل اور بیلوں کی نتھیں چاندی سے مڑھی ہوتی تھیں، راجا سونے سے مڑھا ہوا ہل پکڑتا اور چاندی سے مڑھے ہوئے سات سو ننانوے ہل امیر و وزیر پکڑتے اور باقی (۲۰۰) ہل دوسرے لوگ لے لیتے اور یوں سب مل کر ہل جوتتے۔ راجا یہاں سے وہاں تک سیدھا ہل چلاتا چلا جاتا۔"

اس کتھا میں رائی کا پہاڑ ضرور بنایا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ شدھودن خود کھیتی کیا کرتا تھا۔ آج کل مہاراشٹر اور گجرات میں جیسے زمیندار اور پٹیل خود بھی کھیتی کرتے ہیں اور مزدوروں سے بھی کرواتے ہیں، ویسے ہی شاکیہ بھی کرتے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آج کل کے پٹیلوں کے پاس حاکمانہ اختیارات بہت کم ہیں اور شاکیوں کے پاس بہت زیادہ تھے۔ اپنی زمینداری کے کسانوں اور مزدوروں کا انصاف وہ خود کرتے تھے اور اپنے دیش کے داخلی انتظامات نگر مندر میں جمع ہو کر خود دیکھتے تھے۔ آپس میں کوئی جھگڑا اکھڑا ہو جاتا تھا تو اس کا فیصلہ وہ خود ہی کرتے تھے لیکن کسی کو جلاوطن کرنا ہو یا پھانسی کی سزا دینا ہو تو اس کے لئے انھیں کوسل راجا سے اجازت لینا پڑتی تھی۔ یہ بات چُول سچک ست، کے مندرجہ ذیل اقتباس (ترجمہ) سے جانی جا سکتی ہے:

"بھگوان کہتے ہیں۔ "اے اگویسن! پسینیدی کوسل جیسے یا مگدھوں کے اجات شترو جیسے راجا کو اپنی پرجا میں سے کسی مجرم کو سزائے موت دینے یا جرمانہ کرنے یا قید کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے یا نہیں؟"

سچک کہتا ہے "اے گوتم! وجی اور مل جیسی جمہوری ریاستوں کے راجاؤں کو بھی اپنی ریاست کے مجرموں کو پھانسی دینے، جرمانہ کرنے یا قید میں ڈالنے کا اختیار حاصل ہے۔ چنانچہ یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی کہ پسینیدی کوسل راجا کو یا اجات شترو کو یہ اختیارات حاصل نہیں ہیں۔"

اس مکالمہ سے ہم جان سکتے ہیں کہ جمہوری ریاستوں میں سے

صرف وجیوں اور ملوں کو ہی آزادی حاصل تھی اور شاکیہ، کولیہ، کاشی انگ وغیرہ جمہوری ریاستوں کے پاس مجرم کو سزائے موت دینے، بڑا جرمانہ کرنے یا جلاوطن کرنے کے اختیارات نہیں رہے تھے۔ اس کے لئے شاکیہ، کولیہ اور کاشی جمہوری ریاستوں کو کوسل راجا سے اور انگ جمہوری ریاستوں کو مگدھ کے راجا سے اجازت لینا پڑتی تھی۔

مایا دیوی کے بارے میں

بودھی ستو کی ماں کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُس کا نام مایا دیوی تھا۔ لیکن شدھودن کی شادی کس عمر میں ہوئی اور مایا دیوی نے بودھی ستو کو کس عمر میں جنم دیا وغیرہ باتوں کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ 'اپدان گرنتھ' میں مہاپرجاپتی گوتمی کا ایک اپدان ہے جس میں وہ کہتی ہے:

"اور اس آخری جنم میں میں نے دیودہ نگر میں جنم لیا
میرا باپ تھا انجن شاکیہ اور میری ماں سلکھشنا۔ پھر (سیانی ہونے پر)
میں کپل وستو سے راجا شدھودن کے گھر گئی (یعنی شدھودن سے
میرا بیاہ ہوا)

گوتمی کی اس بات میں کہاں تک حقیقت ہے؟ یہ کہنا آسان نہیں۔ یہ بات متذکرہ بالا تجزئے سے لگا نہیں کھاتی [1]۔ لیکن چونکہ اس بات کا بھی

[1] کیونکہ بھرنڈو کی کتھا سے ثابت ہوتا ہے کہ شدھودن کپل وستو میں نہیں رہتا تھا۔

کہیں تذکرہ نہیں ملتا کہ انجن شاکیہ اور سلکھشنا کی بیٹی نہیں تھی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ گوتمی اور اُس کی بڑی بہن مایا دیوی انجن شاکیہ کی بیٹیاں تھیں اور ان دونوں کی شادی شدھودن سے ہوئی تھی۔ لیکن یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اُن کی شادیاں ایک ساتھ ہوئی تھیں یا ایک کے بعد دوسری کی۔

بودھی ستو کے جنم کے ساتویں دن مایا دیوی وفات پا گئی، یہ بات بودھ ادب میں مشہور ہے۔ اُس کے بعد بودھی ستو کی تکالیف کا خیال کرتے ہوئے شدھودن نے مایا دیوی کی ہی چھوٹی بہن سے شادی کر لی ہو اس کا امکان زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ گوتمی نے بودھی ستو کی پرورش سگے بیٹے کی طرح بڑی محبت سے کی۔ اور اُسے کبھی حقیقی ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

بودھی ستو کا جنم

بودھی ستو کے جنم کے بارے میں 'جاتک' کی "ندان کتھا" کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مایا دیوی جب دس ماہ کی حاملہ تھی تب اُس نے میکے جانے کی خواہش ظاہر کی، راجا شدھودن نے اُس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کپل وستو سے دیودہ تک کا پورا راستہ صاف کروا کے جھنڈوں اور جھنڈیوں سے سجایا اور اُسے سونے کی پالکی میں بٹھا کر بڑی

شان و شوکت سے میکے بھیجا۔ راستے میں لُمبنی نامی ایک
جنگل میں ایک شال کے پیڑ کے تلے اُس نے بچّے کو جنم دیا۔"

راجا شدھودن اگر ایک معمولی زمیندار ہوتا تو یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اتنا لمبا راستہ اس طرح سجا سکتا۔ دوسری بات یہ کہ دس ماہ پورے ہونے پر کوئی بھی شخص حاملہ عورت کو کہیں نہیں بھیجتا۔ لہٰذا اس کہانی میں بہت ہی کم صداقت معلوم ہوتی ہے۔

'مہاپدان سُت' میں بتایا گیا ہے کہ بودھی ستو کے ماں کے پیٹ میں داخل ہونے سے لے کر جنم کے سات دن بعد تک سولہ معجزے رونما ہوتے ہیں۔ اُن میں سے نویں میں کہا گیا ہے کہ بودھی ستو کی ماں نے دس ماہ پورے ہونے کے بعد ہی اُسے جنم دیا۔ دسویں میں لکھا ہے کہ اُس کی ماں نے کھڑی حالت میں بودھی ستو کو جنم دیا۔ اور آٹھویں میں درج ہے کہ بودھی ستو کے جنم کے سات دن بعد اُس کی ماں چل بستی ہے۔ یہ تین معجزے شاید گوتم بدھ کے سوانح سے اخذ کیے گئے ہیں، باقی ماندہ تمام فرضی ہیں۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ اُنھیں بھی گوتم کے سوانح سے وابستہ کر دیا گیا۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بودھی ستو کی ماں نے اُسے اُس وقت جنم دیا جب وہ کھڑی تھی۔ اور اُس کے جنم کے سات دن بعد وہ چل بسی 'جاتک' کی 'ندان کتھا' میں کہا گیا ہے کہ اُس نے بودھی ستو کو شال کے پیڑ کے نیچے جنم دیا تھا۔ اور 'للت وستر' میں یہ بتایا گیا ہے کہ گوتم کا جنم پلکھش پیڑ کے نیچے ہوا تھا۔ اور وہ بھی لمبنی گاؤں میں شدھودن کے یہاں گھر کے باہر باغیچے میں چہل قدمی کرتے ہوئے بودھی ستو کا جنم شال کے پیڑ کے نیچے ہوا یا پلکھش پیڑ کے

پہنچے، اس سے قطع نظر اس بیان میں اتنی ہی سچائی سمجھنی چاہیئے کہ اُس کی ماں نے کھڑی حالت میں اُسے جنم دیا تھا۔

بودھی ستو کا مستقبل

بودھی ستو کے جنم کے بعد اُنھیں اُن کی ماں سمیت گھر لاکر شدھودن نے بڑے بڑے عالم برہمنوں سے اُن کے مستقبل کے بارے میں پوچھا۔ پنڈتوں نے اُن کی بتیس جسمانی علامتیں دیکھ کر بتایا کہ "یا تو یہ چکرورتی راجا ہوگا، یا بہت بڑا عارف۔" اس قسم کے مفصّل تذکرے 'جاتک' کی 'ندان کتھا'، 'للت وستر' اور 'بودھ چرت' میں درج ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان دنوں اس قسم کی علامتوں پر لوگوں کا بہت اعتقاد تھا۔ 'ترِی پٹک' ادب میں کئی مقامات پر اُن کا مفصل ذکر ملتا ہے۔ پوکھر ساتی برہمن نے نوجوان امبشٹھ کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا تھا کہ بدھ کے جسم پر وہ علامتیں واضح طور پر نظر آتی ہیں یا نہیں؟ بدھ نے اُسے ایسے عجیب وغریب کرشمے دکھلائے[1] کہ اُسے وہ علامتیں نظر نہ آئیں۔ اس طرح 'بدھ چرت' کے ساتھ یہاں وہاں ان علامتوں کا تعلق ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی صداقت ڈھونڈھنے کی کوشش اس لئے لاحاصل ہے کہ بھگت لوگ بدھ کی عظمت جتانے کے لئے ہمیشہ اس طرح کی باتیں کرتے رہے ہیں۔ تاہم بدھ کے

---

[1] 'دیکھ نکائے'۔ 'امبٹھ سُت'

جنم کے بعد اسِت رشی کے ان کے مستقبل کے بارے میں پیشینگوئی کرنے کی کتھا قدیم معلوم ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ 'سُت نپات' کے 'نالک ست' سے دیباچہ میں ملتا ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

"خوب صورت لباس پہن کر اور آندر کی خاطر مدارات کر کے دیوتا اپنا لباس اُچھال اُچھال کر جشن منا رہے تھے۔ اسِت رشی نے اُنھیں دیکھا اور پوچھا۔ "یہ جشن کس سلسلہ میں منایا جا رہا ہے؟" ان دیوتاؤں نے اسِت رشی کو جواب دیا۔ "لُمبنی گاؤں کے شاکیہ خاندان میں بودھی ستو نے جنم لیا ہے۔ ہم اسی تقریب میں جشن منا رہے ہیں۔" یہ سُن کر اسِت رشی شدھودن کے گھر پہونچا اور اُس نے بڑی انکساری کے ساتھ نومولود کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، جب شاکیہ بودھی ستو کو اسِت کے سامنے لائے تو اُس کی غیر معمولی جسمانی علامتیں دیکھ کر اسِت کے مُنہ سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا۔ "یہ انسانوں میں ممتاز ترین ہے۔" لیکن یہ سوچ کر کہ خود اُس کی عمر بہت کم رہ گئی ہے، اسِت رشی کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ یہ دیکھ کر شاکیوں نے پوچھا کہ "کیا کمار کی زندگی کو کوئی خطرہ ہے؟" اُس پر اسِت نے اُنہیں یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ آگے چل کر یہ کمار عارف بننے والا ہے۔ لیکن میری زندگی بہت کم باقی رہ گئی ہے، دُکھ مجھے اس بات کا ہے کہ مجھے اُس کے فلسفۂ حیات سے مستفیض ہونے کا موقع نہ مل سکے گا۔" اس طرح شاکیوں کو محظوظ و مسرور کر کے اسِت رشی

وہاں سے چلا گیا۔"

بودھی ستو کا نام

سرشاکیہ سنہا سروارتھ سدھا شودھو ونسنج سہا
گوتم شچارک بندھشچ مایا دیوی ستنج سہا

'امرکوش' میں بودھی ستو کے یہ چھ نام دئے گئے ہیں اُن میں سے شاکیہ سنگھ شدھودنی، مایا دیوی سُت، تین القاب ہیں اور 'ارک بندھو' اُس کے گوت کا نام ہے' اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرداتھ سدھا اور گوتم ——— ان دو ناموں میں سے اُن کا اصلی نام کون سا تھا۔ یا یہ دونوں اُن کے نام تھے؟

'تری پٹک' ادب میں کہیں ذکر نہیں ملتا کہ بودھی ستو کا نام سرداتھ سدھ بھی تھا، صرف 'ندان کتھا' میں سدھتھ (سدھارتھ) نام آیا ہے جسے غالباً 'للت وستر' میں سے لیا گیا ہے۔

'امرکوش' میں تو جگہ جگہ سرداتھ سدھ نام ہی استعمال کیا گیا ہے لیکن 'للت وستر' میں بودھی ستو کو بار بار سدھارتھ کمار کہا گیا ہے۔ جس کا پالی متبدل سدھتھ ہے سرداتھ سدھ کا پالی متبدل 'سبتھ سدھ' ہوتا اور وہ عجیب معلوم ہوتا۔ غالباً اسی لئے 'جاتک اٹھ کتھا' کے مصنف نے سدھتھ نام کا استعمال کیا ہے۔ مطلب یہ کہ سرداتھ سدھ یا سدھارتھ یہ دونوں نام 'للت وستر' کے مصنف یا ایسے ہی کسی بدھ بھگت شاعر کے تخیل کی پیداوار ہو گی۔

اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ بودھی ستو کا اصلی نام گوتم تھا۔

ٹھیری گاتھا' میں مہاپرجاپتی گوتمی کے جو منظوم تذکرے ہیں اُن میں سے ایک کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

"بہتوں کی فلاح کے لئے آپ نے گوتم کو جنم دیا اور موت کے ہاتھوں کرب زدہ لوگوں کے مصائب اُس نے دور کیے۔"

لیکن 'مہاپدان سُت' میں بُدھ کو "گوتم گوتین" کہا گیا ہے اسی طرح اُپدان گرنتھوں میں کئی جگہوں پر "گوتمو نام نامین" اور "گوتمو نام گوتین" ایسے دو قسم کے تذکرے ملتے ہیں اُن سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بودھی ستو کا نام اور گوت ایک ہی تھے؟ لیکن یہ شبہ 'سُت نپات' کے حسب ذیل تذکرے سے دور بھی ہو جاتا ہے :

"بودھی ستو راجا بمبسار سے کہتے ہیں : "اے راجا! یہاں سے سیدھے ہمالہ کی تلہٹی میں ایک خوش حال اور بہادر علاقہ ہے۔ 'کوسل راشٹر' میں اُس کا شمار ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کا گوت آدتیہ ہے اور اُنھیں شاکیہ کہتے ہیں۔ اُس خاندان سے نکل کر میں جو سادھو ہوا تو اے راجا! عیش و عشرت کی غرض سے نہیں ہوا۔"

ان تذکروں میں شاکیوں کا گوت آدتیہ کہا گیا ہے' ایک ہی وقت میں آدتیہ اور گوتم دو گوت نہیں ہو سکتے۔ چونکہ 'سُت نپات' قدیم ترین ہے۔ لہٰذا آدتیہ ہی شاکیوں کا اصلی گوت ہوگا۔ 'امرکوش' کے متذکرہ بالا حوالے میں بُدھ کا جو 'ارک بندھو' نام آیا ہے۔ اُسے اُن کا گوت نام سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ 'آدچہ نام گوتین'

جملے سے بالکل میل کھاتا ہے، بودھی ستو، کا نام اصلی گوتم تھا۔ اور بدھ کے منصب تک پہنچنے کے بعد وہ اسی نام سے مشہور ہوئے "سمنو کھلو بھو گوتمو سکیکلا پب جتو" اس قسم کے بہت سے تذکرے سُت پٹک میں کئی مقامات پر ملتے ہیں۔

بودھی ستو کی سمادھی[1] کی لگن

اس سلسلے میں جاتک کی داستان کا خلاصہ اس طرح ہے:

"مذکرہ بالا راجا شدھودن کے بوائی کے جشن کے وقت بودھی ستو کو اس کے بچپن میں لے جایا گیا تھا اور اس کی دائیوں نے اُسے ایک جمبو پیڑ کے نیچے بستر پر سُلا دیا تھا۔ سدھارتھ کمار کو سوتا ہوا دیکھ کر دائیاں جشن دیکھنے چلی گئیں۔ اتنے میں بودھی ستو اٹھ کر پلتھی مار کر دھیان مگن ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دائیوں نے آکر دیکھا کہ دوسرے درختوں کے سائے تو کافی ڈھل گئے ہیں لیکن اس جمبو پیڑ کا سایہ جوں کا توں ہے، یہ عجیب و غریب کرشمہ دیکھ کر راجا شدھودن نی بودھی ستو کو نمسکار کیا"

بودھی ستو کی زندگی کی اس بات کو اس طرح عجیب و غریب معجزے کی شکل دے دینے سے اُس میں کوئی معنی نہیں رہے۔ اصل بات غالباً یہ تھی کہ بودھی ستو باپ کے ساتھ کھیت میں جا کر ہل چلانے وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے۔ اور فرصت کے وقت ایک جمبو پیڑ کے نیچے دھیان لگائے بیٹھے رہتے۔

---

[1] مراقبہ کی ایک قسم

'مجھم نکائے' کے مہاسچک سُت' میں بھگوان بُدھ سچک سے کہتے ہیں:

"مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں اپنے باپ کے کھیت میں جاتا تھا تو جمبو پیڑ کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر نفسانی خواہشات اور پراگندہ و مذموم خیالات سے آزاد ہو کر 'سورِتک'، 'سوچار' اور 'وویک' (مراقبہ کی قسمیں) سے پیدا ہونے والا 'پریتی سُکھ'، جس میں ہے اُسی اولین دھیان میں مگن ہوا کرتا تھا۔ یہی تو بودھ (عرفان) کا سچا راستہ نہیں؛ میرے شعور نے میرے حافظے کو کھنگالا اور مجھے محسوس ہوا کہ وہی عرفان کا سچا راستہ ہو سکتا ہے۔ اے اگیویسن! میں نے آپ سے کہا۔ جو 'سُکھ' نفسانی خواہشات اور مذموم خیالات سے بے تعلق ہے اُس سُکھ سے کیوں ڈرتا ہوں؛ پھر میں نے سوچا اُس سُکھ سے مجھے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ لیکن وہ سُکھ (جسمانی اذیتوں سے) کمزور پڑے ہوئے جسم کے ذریعے حاصل کر لینا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ پھر سے مناسب غذا استعمال کی جائے"

بودھی ستو نے سات برس تک اپنے جسم کو اذیتیں پہنچانے کی تپسیا کی پھر اُنہیں اچانک اپنے باپ کے کھیت میں جمبو پیڑ کے تلے بیٹھ کر کئے ہوئے اولین دھیان کی یاد آگئی۔ اور یہ فیصلہ کر کے کہ حصولِ کمال کا وہی راستہ ہونا چاہیئے، اُنہوں نے اپنی تپسیا چھوڑ دی اور اشیائے خوردنی کا استعمال شروع کر دیا۔

لیکن بودھی ستو نے بچپن میں ہی یہ دھیان کس سے سیکھا؟ یا وہ از خود اُنھیں حاصل ہو گیا؟ 'جاتک اٹھ کتھا' اور 'للت وستر' کے مصنفین بتاتے ہیں کہ یہ دھیان بُدھ کو بچپن میں بالکل حاصل ہو گیا تھا۔ لہٰذا ہمیں مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دھیان اُنھیں از خود حاصل ہو گیا تھا اور یہ ایک معجزہ ہی تھا۔ لیکن متذکرہ بالا 'بھرنڈو کالام سُتّ' پر غور کرنے سے اس عجیب وغریب معجزے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ کالام کا آشرم کپل وستو میں تھا۔ لہٰذا کہنا پڑتا ہے کہ شاکیہ لوگوں میں اس کا فلسفۂ حیات جاننے والے بہت سے لوگ تھے۔ آئندہ صفحات میں کالام کا جو ذکر آئے گا اس سے معلوم ہو گا کہ کالام دھیان مارگی تھا۔ اور وہ سمادھی کی سات سیڑھیاں سکھاتا تھا۔ اُن میں پہلی سیڑھی تھی اولین دھیان! یہ دھیان اگر بودھی ستو کو گھر پر ہی حاصل ہو گیا ہو تو اس میں کوئی معجزہ نہ تھا۔ اگر کوئی معجزہ تھا تو محض یہ کہ بچپن میں کھیتی کرتے وقت بھی بودھی ستو کا رجحان مذہب کی طرف تھا۔ اور لگتا ہے کہ وہ دھیان سمادھی کی مشق کیا کرتے تھے۔

بودھی ستو کی سمادھی کا موضوع

یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ بودھی ستو کے دھیان کا موضوع کیا تھا۔ اولین دھیان چھبیس موضوعات پر محیط[1] ہے۔ اُن میں سے بودھی ستو کے دھیان

---

[1] 'بدھ گھوش' اور 'ابھی دھرم' کے خیال میں چھبیس موضوعات ہیں۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ اپیکھشا پر بھی اولین دھیان سدھ ہو سکتا ہے تو پھر موضوعات کی تعداد چھبیس ہو جاتی ہے۔ دیکھئے سمادھی مارگ صفحہ ۶۸، ۶۹

سا کون سا موضوع تھا۔ اگرچہ فیصلہ کن انداز میں یہ کہنا مشکل ہے۔ تاہم قیاس اغلب ہے کہ وہ 'میتری'، 'کرونا'، 'مُدتا' اور 'اپیکھشا' (دوستی کا دھیان، ہمدردی کا دھیان، خوشی کا دھیان، اطمینانِ دماغی کا دھیان) ان چار موضوعات میں سے کسی ایک موضوع پر دھیان کرتے تھے۔ کیونکہ یہ موضوعات اُن کے مزاج کے عین مطابق تھے۔ پھر اس سلسلہ میں ایک بنیاد یہ بھی ملتی ہے۔

"بھگوان بُدھ جب کولیہ دیش میں ہردروسن نامی کولیوں کے شہر کے قریب رہتے تھے تو ایک بار کچھ بھکشو صبح سویرے بھکشا مانگنے کے لئے جانے سے پہلے دوسرے فرقہ کے سادھوؤں سنیاسیوں کے مٹھ میں گئے تب وہ سادھو سنیاسی اُن سے بولے "ہم اپنے بھکشوؤں کو اپدیش دیتے ہیں کہ اے دوستو! ذہنی پراگندگی اور ذہن کو مضمحل بنانے والی پانچ آلائشوں کو چھوڑ کر آپ میتری سرگتِ چت (جذبۂ دوستی) سے ایک سمت کو بھر دیجئے۔ دوسری اور تیسری اور چوتھی سمتوں کو بھر دیجئے۔ اسی طرح اوپر نیچے دُنیا کے چاروں کونوں کو ارفع و اعلیٰ جذبۂ دوستی سے معمور کیجئے 'کرونا سہ گت چت' سے ...... 'مدتا سہ گت چت' سے۔ 'اپیکھشا سہ گت چت' سے معمور کیجئے۔ شرمن گوتم بھی ایسا ہی اُپدیش دیتا ہے۔ پھر اُس کے اور ہمارے اُپدیش میں کیا فرق ہے؟"[2]

---

[1] دیکھئے 'سمادھی مارگ'، صفحہ ۳۱-۳۵

[2] بوجھنگ سنیت وگ ۶، ست ۴

'جاتک اٹھ کتھا' میں اور دیگر اٹھ کتھاؤں میں متعدد مقامات پر یہ تذکرہ آیا ہے کہ شاکیہ اور کولیہ ایک دوسرے کے پڑوسی تھے اور اُن میں قریبی تعلق تھا اور کبھی کبھی روہنی ندی کے پانی پر اُن میں تنازع بھی ہو جاتا تھا۔ کولیوں کی اس ریاست میں دیگر فرقوں کے سادھو سنیاسی بودھ جماعت کے بھکشوؤں سے متذکرہ بالا قسم کے سوالات کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ سادھو سنیاسی بہت پہلے سے وہاں رہتے تھے اور 'میتری'، 'کرونا'، 'مدِتا' اور 'اپیکھشا' ان چار ریاضتوں کا درس دیتے تھے[1]۔ لہٰذا یہ کہنے میں اعتراض کی گنجائش نہیں نکل سکتی کہ وہ کالام کے فلسفہ ہی کے پیرو تھے اور بودھی ستو نو عمری میں ہی ان چاروں ریاضتوں سے متعارف ہو چکے تھے اور انھیں ذہن میں رکھ کر وہ اولین دھیان کیا کرتے تھے۔

بودھی ستو کے گھر چھوڑنے کا سبب

اس کے بعد کا اہم مسئلہ ہے بودھی ستو کا گھر چھوڑ کر جنگل کی طرف چلے جانا۔ مہاراجا شدھودن نے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ بودھی ستو کے راستے میں کوئی بوڑھا، مریض اور مردہ نہ آنے پائے پھر بھی دیوتا ایک ساختہ بوڑھے کو اُن کے راستے میں لا کھڑا کرتے ہیں اور بودھی ستو متنفر ہو کر

---

[1] ان چار ریاضتوں کی وضاحت 'سمادھی مارگ' کے پانچویں باب میں کی گئی ہے۔

اپنے محل کو لوٹ جاتے ہیں ۔ اس کے بعد دوسری دفعہ دیوتا اُنھیں ایک مریض، تیسری بار ایک مُردہ اور چوتھی بار ایک سنیاسی دکھاتے ہیں، اس سے وہ بالکل بیزار ہوکر گھر چھوڑ دیتے ہیں اور علیم الحقائق یا حصول کمال کے لئے سرگرداں ہوجاتے ہیں۔ 'للت وستر' وغیرہ گرنتھوں میں اس سلسلے میں بڑی دلچسپ کہانیاں ملتی ہیں۔ لیکن اُنھیں صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر بودھی ستو اپنے باپ کے ہمراہ یا تنہا کھیت پر جاکر کام کرتے تھے اور آلار کالام کے آشرم میں جاکر اُس سے فلسفہ حیات کا درس لیتے تھے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ اُنہوں نے کسی بوڑھے، مریض اور مُردے کو نہ دیکھا ہو۔

آخری دن جب بودھی ستو باغ میں گئے تو جاتک اٹھ کتھا' کے مطابق دیوتاؤں نے ایک سنیاسی تیار کرکے اُن کے سامنے کھڑا کردیا اُسے دیکھ کر بودھی ستو نے رتھبان سے پوچھا۔

"یہ کون ہے؟"

اگرچہ اُس وقت بودھی ستو کے سنیاسی نہ ہونے کے کارن رتھبان کو سنیاسی یا اُس کے اوصاف کے بارے میں معلومات نہیں تھیں۔ پھر بھی دیوتاؤں کے اثر سے اُس نے جواب دیا۔"یہ سنیاسی ہے۔" اور اُس نے سنیاس کی خوبیاں بتائیں۔ لیکن کپل وستو میں اور شاکیوں کی پڑوسی ریاست میں اگر سنیاسیوں کے آشرم موجود تھے تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ بودھی ستو اور اُن کے رتھبان کو سنیاسیوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو؟

'انگتر نکائے' کے 'خنک نپات[1]' میں وپ شاکیوں کی کہانی آئی ہے وہ ایک جین سادھو تھا۔ ایک بار جب مہا موگلان کے ساتھ اُس کا مناظرہ ہو رہا تھا تو بھگوان بُدھ وہاں گئے اور اُنہوں نے وپ کو اُپدیش دیا۔ اُپدیش سن کر وپ بولا۔

"مجھے جین سادھوؤں کی اُپاسنا (عبادت) سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا، اب میں بھگوان کا اپاسک بننا ہوں۔

'اٹھ کتھا' کا مصنف کہتا ہے کہ وپ بھگوان کا چچا تھا۔ لیکن یہ قول 'مہا دُکھ کھند ست' کی 'اٹھ کتھا' سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ وپ نامی ایک معمر شاکیہ جین تھا۔ یعنی بودھی ستو کے جنم سے پہلے ہی شاکیہ دیش میں جین دھرم پھیل چکا تھا۔ چنانچہ یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ بودھی ستو کو سنیاسیوں سے متعلق معلومات نہ ہوں۔

تو پھر یہ تمام عجیب و غریب کہانیاں بودھی ستو کی سوانح میں کہاں سے آئیں؟ یہ آئیں 'مہاپدان سُت' سے[2]۔ بوڑھے کو دیکھ بودھی ستو نے

---

(1) سُت نمبر ۱۹۵

(2) 'اُپدان' (سنسکرت 'اودان') کا معنی ہے اعلیٰ کردار، عظیم شخصیتوں کے اعلیٰ کردار کا مجموعہ جن سُتوں میں ملتا ہو وہ 'مہاپدان ست' ہے۔ اس کے شروع میں مختصر طور پر پہلے کے چھ اور حال کے گوتم بُدھ کو ملا کر سات بُدھوں کی سوانح عمریاں دی گئی ہیں اور پھر وپسی بُدھ کی سوانح حیات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ (باقی نوٹ صفحہ ۱۶۵ پر)

رتھ بان سے کیسے سوال کیا۔ اس سلسلے میں 'جاتک اٹھ کتھا' کا مصنف کہتا ہے:
" مہاپدانے آگت تیین پچھتوا۔" (مہاپدان ست میں درج کتھا کے مطابق سوال کرکے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام عجیب وغریب کہانیاں 'مہاپدان ست' سے اخذ کی گئی ہیں۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۶۴)

اٹھ کتھاؤں کے مصنفین کا قول ہے کہ یہ ایک نمونہ ہے اور اسی کے مطابق دیگر بدھوں کے سوانح بیان کرنا چاہئیں۔ اس تذکرے کے بیشتر حصے اس ست کی تصنیف سے قبل یا دوران میں گوتم بدھ کے سوانح میں داخل کر لئے گئے اور وہ 'تری پٹک' میں مختلف مقامات پہ پائے جاتے ہیں۔ لیکن 'ادیان درشن' کا حصہ تری پٹک میں نہیں ہے۔ اُسے 'جاتک اٹھ کتھا' کے مصنف نے اخذ کیا ہے۔ اس سے پہلے 'للت وستر' میں اور 'بُدھ چرت' میں اس کتھا کو داخل کیا گیا تھا۔

گوتم بودھی ستو کے لئے تین تاریخی محل تعمیر کرائے گئے تھے۔ اس بات کو میں تاریخی حقیقت سمجھتا تھا۔ لیکن شاید یہ بھی تصورِ محض ہی تھا کیونکہ یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ شدودن جیسا خود محنت کرنے والا چھوٹا سا زمیندار اپنے لڑکے کے لئے تین محل بنوادے۔

"دیگھ نکائے" دوسرا حصہ: مترجمہ چنتامن ونائک راجواڑے مرحوم)
ناشر۔ گرنتھ سمپادک وپرکاشک منڈلی نمبر ۳۸۰ ٹھاکردوارہ روڈ بمبئی ۲۔
اس گرنتھ کے شروع میں 'مہاپدان ست' کا مراٹھی ترجمہ دیا گیا ہے۔ محققین اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

تو پھر بودھی ستو کے گھر چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟ اس کا جواب خود بھگوان بُدھ 'اُتندنڈ سُت' میں اس طرح دیتے ہیں:

"(۱) ہتھیار بندی خوفناک معلوم ہوئی (اس سے) یہ جنتا کیسے جھگڑتی ہے۔ دیکھو۔ مجھ میں بیراگ کیسے پیدا ہوا، یہ میں بتاتا ہوں (۲) جس طرح کم پانی میں مچھلیاں چھٹپٹاتی ہیں۔ ویسے ہی ایک دوسرے کی مخالفت میں چھٹپٹانے والی جنتا کو دیکھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا۔ (۳) چاروں طرف کی دُنیا بے معنی دکھائی دینے لگی۔ مجھے محسوس ہوا کہ دُنیا کے چاروں کونے کانپ رہے ہیں اور اس میں مقام پناہ تلاش کرنے پر بھی کوئی بے خطر جگہ نہ ملی ساری جنتا کو ایک دوسرے کا مخالف دیکھ کر میرا دل اُچاٹ ہو گیا۔"

(ترجمہ)

روہنی کے پانی پر شاکیہ اور کولیہ جھگڑتے رہتے تھے۔ ایک بار دونوں اپنی اپنی فوجیں مسلح کر کے روہنی ندی کے پاس لے گئے۔ اُس وقت بھگوان بُدھ نے دونوں فوجوں کے بیچ جا کر متذکرہ بالا اُپدیش دیا۔

یہ تذکرہ جاتک اٹھ کتھا' میں متعدد جگھوں پر آیا ہے۔ لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ یوں بھگوان بُدھ نے شاکیوں اور کولیوں کو اُپدیش دیا ہو گا۔ اور اُن کے جھگڑے بھی طے کئے ہوں گے۔ مگر ان موقعوں پر اس سُت کے اُپدیش کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اس سُت میں بھگوان کہہ رہے ہیں کہ اُنھیں بیراگ کیوں کر ہوا اور وہ کیوں گھر سے نکل گئے؟ روہنی ندی کے پانی

پر یا دوسری اسی قسم کی معمولی باتوں پر شاکیوں اور کولیوں میں جھگڑے پیدا ہوا کرتے تھے۔ ان موقعوں پر بودھی ستو کے لئے سوال پیدا ہوا کہ وہ ہتھیار اُٹھائیں یا نہیں؟ لیکن ہتھیاروں سے ان جھگڑوں کا نبٹانا ممکن نہیں تھا۔ یہ جھگڑے اگر بزور بازو طے کر بھی دیئے جاتے تو بھی اُن کا خاتمہ نہ ہوتا۔ کیونکہ فاتح کو پھر پڑوسی راجا کے ساتھ لڑنا پڑتا۔ اور اگر وہ اُسے بھی شکست دے دیتا تو پھر اُسے وہاں کے پڑوس میں رہنے والے راجا سے نبرد آزما ہونا پڑتا۔ اس طرح ہتھیاروں کے استعمال سے فتح کل ناگزیر ہو جاتی۔ لیکن فتح حاصل ہونے پر بھی امن وسکون کہاں حاصل ہوتا ہے۔ پسیندی، کوسل اور بمبسار کے بیٹے ہی اُن کے دشمن بن گئے تھے تو پھر ہتھیار اُٹھانے سے کیا حاصل؟ یہی نا کہ آخر تک لڑتے رہو۔ بُدھ اس ہتھیار بندی کے رجحان سے بیزار ہو گئے۔ اور اُنہوں نے اس سے متضاد راستہ اختیار کیا۔

'شت نپات'، 'سُتے تیجاست'، کے شروع میں ہی کہا گیا ہے:

(۱) "چکھشو شمنت (بودھی ستو) نے براگ کیوں لیا اور اسے وہ کس لحاظ سے عزیز ہوا؟ یہ بتا کر میں اُس کے براگ کا ذکر کرتا ہوں (۲) گرہستھ آشرم تو اڑچنوں اور کوڑے کچرے کی جگہ ہے اور سنیاس کھلی فضا ہے۔ یہ جان کر وہ براگی بن گیا۔

'مجھم نکائے'، کے 'مہاسچک ست' میں بھی اس قسم کا تذکرہ ملتا ہے وہاں بھگوان بدھ کہتے ہیں:

"اے اگیویسن! بُدھ بننے سے پہلے بودھی ستو کی حالت میں بھی مجھے محسوس ہوا کہ گرہست آشرم کوڑے کچرے کی جگہ ہے اور بیراگ کھلی فضا۔ گرہستھ آشرم میں رہتے ہوئے پاک وصاف اور برہم چریہ پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے سر منڈا کر اور گیروے کپڑے پہن کر سنیاس قبول کرنا ہی مناسب اور موزوں ہے۔"

لیکن اُدبہ پریہ سن شت' میں اس سے قدرے مختلف وجہ بیان کی گئی ہے۔ بھگوان کہتے ہیں۔

"اے بھکشوؤ! بُدھ بننے سے پہلے جب میں بودھی ستو تھا تب میں خود پیدائش کے چکر سے وابستہ ہوتے ہوئے پیدائش کے چکر میں پھنسی ہوئی چیزوں (بیٹے، بیوی، داسی، داس وغیرہ) کے پیچھے لگا ہوا تھا یعنی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میرے راحت و آرام کا انحصار انھی چیزوں پر ہے۔ بُڑھاپے، بیماری، موت اور غم کے چکر سے وابستہ ہونے کے باوجود میں اُن کے چکر میں پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا میں خود پیدائش، بُڑھاپے، موت، بیماری اور غم سے متعلق ہوں اور اُن سے متعلق بیوی بچوں وغیرہ کے چکر میں پڑا ہوا ہوں یہ مناسب نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ اس پیدائش، بُڑھاپے وغیرہ سے ہونے والے نقصانات کے پیش نظر اُن سے نجات حاصل کرنے کا راستہ تلاش کروں۔"

یوں بودھی ستو کے سنیاس کے سلسلے میں تین اسباب دئے گئے ہیں:

(۱) اپنے ہمزاد لوگوں کا ایک دوسرے سے لڑنے کیلئے ہتھیار بند ہونا اُنھیں

خوفناک معلوم ہوا۔

(۲) اُنہیں محسوس ہوا کہ گھر اڑچنوں اور کوڑے کچرے کی جگہ ہے اور

(۳) محسوس ہوا کہ خود پیدائش، بڑھاپے، بیماری، موت اور غم سے وابستہ ہوتے ہوئے اُنھی چیزوں میں مگن رہنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ان تینوں اسباب کا آپس میں تال میل بٹھایا جاسکتا ہے۔

بودھی ستو کے ہم قوم شاکیوں اور کولیوں میں جھگڑے پیدا ہوئے تو اُن کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ وہ ان جھگڑوں میں شریک ہوں یا نہ ہوں؟ اُنھوں نے دیکھ لیا کہ مارپیٹ سے یہ جھگڑے ختم نہیں ہوسکتے لیکن اگر وہ اُن میں حصہ نہ لیتے تو لوگ اُنھیں ڈرپوک گردانتے اور سمجھا جاتا کہ اُنھوں نے گرہستھ آشرم کے اصولوں پر عمل درآمد نہیں کیا۔ چنانچہ گرہستھ آشرم اُنہیں بندھن سا معلوم ہونے لگا اور اُنہوں نے سوچا کہ اس سے سنیاسی بن کر آزادانہ طور پر جنگلوں میں گھومنا کہیں اچھا ہے۔ لیکن اپنی بیوی اور بچے سے بے پناہ محبت ہونے کی وجہ سے گھر چھوڑنا بھی آسان نہ تھا۔ لہٰذا اُنھیں اور زیادہ سوچنا پڑا۔ اُنھوں نے سوچا کہ خود پیدائش۔ بڑھاپے، بیماری موت وغیرہ سے وابستہ ہوتے ہوئے اُنھی سے وابستہ بیوی بچے کا شیدائی ہوکر اڑچنوں اور کوڑے کچرے کے اس گرہستھ آشرم میں پڑے رہنا مناسب نہیں ہے، اس لئے وہ سنیاسی بن گئے۔ ان تینوں اسباب میں اہم سبب تھا شاکیوں اور کولیوں کے باہمی لڑائی جھگڑے۔ اگر اس بات کو اچھی طرح ذہن میں بٹھا کر آگے چلیں تو آگے چل کر بدھ نے جو درمیانی راستہ کھوج نکالا

تھا اُسے ہم صحیح طور پر سمجھ سکیں گے۔

راہل کمار

'ترپٹک' میں متعدد مقامات پر یہ ذکر ملتا ہے کہ بودھی ستو کی شادی نوجوانی میں ہوئی تھی اور گھر چھوڑنے سے پہلے اُن کے یہاں راہل نامی بیٹا ہوا تھا۔ جاتک' کی 'ندان کتھا' میں کہا گیا ہے کہ جس دن راہل کمار کا جنم ہوا، اسی رات کو بودھی ستو نے گھر چھوڑ دیا۔ لیکن دیگر اٹھ کتھاؤں کے مصنفین کا کہنا ہے کہ بودھی ستو نے راہل کمار کے جنم کے ساتویں دن گھر چھوڑا تھا۔ لیکن قدیم ادب میں ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ یہ طے ہے کہ بودھی ستو کے گھر چھوڑنے سے پہلے اُن کا راہل کمار نامی ایک بیٹا موجود تھا 'مہاوگ' میں اور دیگر کئی جگھوں پر یہ ذکر ملتا ہے کہ گوتم بودھی ستو جب بدھ ہو کر کپل وستو لوٹے تو اُنہوں نے راہل کو گورو منتر دیا۔ اٹھ کتھاؤں میں متعدد جگھوں پر کہا گیا ہے کہ اس وقت راہل سات برس کا تھا۔ راہل کو بھگوان نے اپنا چیلا بنایا یا نہیں اور اُس وقت وہ کتنے برس کا ہوگا؟ اس موضوع پر چھٹے باب میں بحث کی جائے گی۔ کیونکہ چیلوں کا تعلق بھکشو جماعت سے ہے۔

راہل ماتا دیوی

'مہاوگ' اور 'جاتک اٹھ کتھا' میں راہل کی ماں کو 'راہل ماتا دیوی' کہا گیا ہے۔ اُس کا یسودھرا (یشودھرا) نام صرف اُپدان گرنتھ میں ملتا ہے۔

جاتک کی ندان کتھا' میں کہا گیا ہے کہ "جس وقت ہمارے بودھی ستو نے لمبنی جنگل میں جنم لیا اُسی وقت راہل ماتا دیوی' چھن اماتیہ' کالا اُدلائے اماتیہ' کنتھک اشور' جا دبُدھ گیا کا) مہابودھی ورکش (بودھی پیڑ) اور چار ندی نکبی (زر و جواہر سے بھرے ہوئے مٹکے) پیدا ہوئے۔" اس میں بودھی ورکش' اور زر و جواہر سے بھرے ہوئے مٹکوں کے بیک وقت پیدا ہو جانے کو تو محض داستان سمجھنا چاہیئے۔ لیکن بودھی ستو' راہل ماتا' چھن اور کالا اُدائے کی بیک وقت پیدائش سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ ہم عمر تھے' راہل ماتا کی موت شاید اٹھترویں برس میں یعنی بُدھ کی وفات سے دو برس قبل ہوئی تھی ۔

اُپدان (۵۸۴) میں وہ کہتی ہے:

"میں آج اٹھتر برس کی ہوں' یہ میرا آخری جنم ہے' آپ کو چھوڑ کر میں چلی جاؤں گی۔ میں نے اپنی مکتی حاصل کر لی ہے۔"

وہ اس آخری جنم میں اپنے شاکیہ خاندان میں پیدا ہونے کا ذکر بھی کرتی ہے۔ لیکن اُس کے خاندان کے بارے میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اُپدان کے مصنف کا کہنا شاید یہ ہے کہ وہ بھکشونی بن کر رہی اور اٹھترویں برس میں بُدھ کے پاس جا کر اُس نے متذکرہ جملے کہے۔ لیکن بھکشونی بننے کے بعد اُس نے کوئی اُپدیش کیا ہو۔ یا کسی لحاظ سے بھی بودھ جماعت سے اس کا تعلق رہا ہو' اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا فیصلہ کن انداز میں اُس کے بھکشونی بننے یا نہ بننے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اُپدان گرنتھ میں اُس کا نام یشودھرا اور لُلت وِستر

میں گوپاد گیا ہے ۔ لہٰذا سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا حقیقی نام کون سا تھا ۔ یا یہ دونوں اسی کے نام تھے ۔

گھر چھوڑنے سے متعلق

گھر چھوڑنے سے پہلے رات کے وقت بودھی ستو اپنے محل میں بیٹھے تھے اُن کے محل کی عورتوں نے رقص و سرود سے اُن کا دل بہلانے کی بہت کوشش کی لیکن بودھی ستو کا دل اس میں نہیں لگا ۔ بالآخر وہ عورتیں تھک کر سو گئیں ۔ سوتے میں کوئی بڑبڑا رہی تھی تو کسی کے مُنہ سے لعاب ٹپک رہا تھا ۔ بودھی ستو کو یہ منظر دیکھ کر بہت گھن آئی اور اُنھوں نے نیچے جا کر چھن رتھ بان کو جگایا ۔ چھن 'کنتھک' نامی گھوڑا تیار کر لایا ۔ بودھی ستو اس پر سوار ہو گئے ۔ اور چھن نے گھوڑے کی دُم پکڑ لی ۔ دیوتاؤں نے ان دونوں کے لیے شہر کا دروازہ کھول دیا ۔ وہاں سے نکل کر وہ دونوں انومانڈی کے کنارے پہنچ گئے وہاں بودھی ستو نے اپنی تلوار سے اپنے بال کاٹ ڈالے اور گہنے وغیرہ چھن کے حوالہ کر کے راج گرہ چلے گئے ۔
بودھی ستو سے بچھڑنے کی وجہ سے کنتھک گھوڑے نے وہیں انومانڈی کے کنارے جان دے دی اور چھن رتھ بان گہنے وغیرہ لے کر کپیل وستو لوٹ گیا ۔ ـــــــــــــــ یہ نِدان کتھا کی کہانی کا خلاصہ ہے ۔
نِدان کتھا ، 'للت وستر' اور 'بدھ چرت' میں اس سلسلہ میں بہت

خوبصورت تذکرے درج ہیں۔ اور بودھ فنِ مصوری پر اُن کا بہت گہرا اثر ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ اس کہانی میں قطعی اصلیت نہیں۔ اور اگر ہے تو برائے نام۔ کیوں کہ قدیم ترسُتوں میں اس ناممکن الوجود داستان کی کوئی بنیاد نہیں ملتی۔

'اریہ پریہ سن سُت' میں خود بھگوان نے اپنے گھر چھوڑنے کے واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"اے بھکشوؤ! اگرچہ میں اُس وقت جوان تھا۔ میرا ایک بھی بال نہیں پکا تھا۔ میں ٹھیک جوانی میں تھا اور میرے ماں باپ مجھے اجازت نہیں دے رہے تھے۔ آنکھوں سے متواتر بہتے ہوئے آنسوؤں سے اُن کے چہرے بھیگ گئے تھے وہ لگاتار رو رہے تھے۔ پھر بھی میں اُن کی پروا کیے بغیر سر منڈا کر اور گیروے کپڑوں سے جسم ڈھانپ کر گھر سے باہر نکل گیا۔ (میں سنیاسی بن گیا)"

انھی الفاظ میں یہ تذکرہ 'مہاسچک' سُت' میں بھی ملتا ہے۔ اس بنا پر یہ بات سراسر غلط معلوم ہوتی ہے کہ بودھی ستو گھر کے لوگوں کو خبر کیے بغیر چھن کے ساتھ کنتھک گھوڑے پر بھاگ نکلے۔ بودھی ستو کی حقیقی ماں مایا دیوی کی وفات گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن ہو گئی تھی۔ لیکن مہاپرجا پتی گوتمی نے اپنے سگے بیٹے کی طرح اُن کی پرورش کی تھی لہٰذا متذکرہ بالا سُت میں بھگوان بدھ نے اسی کو ماں کہا ہوگا۔ اس مثال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ شدھودن اور گوتمی کو اُن کے سنیاسی بننے کا بہت

پہلے سے علم تھا اور اُن کی مرضی کے خلاف اور اُن کے سامنے ہی اُنھوں نے سنیاس لیا تھا۔

۵۔ ریاضت اور حصول کمال (علم الحقائق)

آلار کالام سے ملاقات

'جاتک' کی 'ندان کتھا' میں درج ہے کہ گھر چھوڑنے کے بعد بودھی ستو سیدھے راج گرہ گئے۔ وہاں راجا بمبسار سے اُن کی ملاقات ہوئی اور پھر آلار کالام کے پاس جا کر اُنھوں نے علم الحقائق سیکھا۔ اشوگھوش کی تصنیف 'بُدھ چرت' میں بھی 'ندان کتھا' کے اس تذکرے کی تائید کی گئی ہے لیکن 'لِلت وستر' میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ بودھی ستو پہلے ویشالی جا کر آلار کالام کے شاگرد بنے اور پھر راج گرہ گئے۔ لیکن دونوں تذکرے قدیم سُتوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ پچھلے باب میں 'اریہ پریہ سن سُتت' کے حوالہ میں کہا گیا ہے کہ بودھی ستو نے گھر پر ماں باپ کے سامنے سنیاس لیا تھا۔ اور اُس کے فوراً بعد درج ہے کہ:

"اس طرح سنیاس لینے کے بعد علم الحقائق کی
تلاش میں میں آلار کالام کے پاس چلا گیا۔"

اس تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ بودھی ستو راج گرہ جانے سے پہلے آلار کالام کے پاس گئے تھے۔ آلار کالام کوسل دیش ہی کا باشندہ تھا۔ "انگتر نکائے تک نپات" (سُت نمبر ۶۵) میں آلار کالام نامی کھشتریوں کے "کیس پُت" شہر کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آلار کالام انھی کھشتریوں میں سے ایک تھا۔ شاکیہ اور کولیہ ریاستوں میں اس کا بہت چرچا تھا۔ ہم اوپر بتا ہی چکے ہیں کہ آلار کالام کے ایک شاگرد بھرنڈو کالام کا آشرم کپل وستو میں تھا۔ اُس کے دوسرے شاگرد یا اُدک رام پت کے شاگرد کولیوں کی قریبی ریاست میں رہتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ شاکیہ اور کولیہ ریاستوں میں ان فرقوں کو بہت عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بودھی ستو نے اولین دھیان انھی سے سیکھا تھا اور غالباً انھی لوگوں نے اُنھیں سنیاس کا درس دیا ہوگا۔

لیکن بودھی ستو کو شاکیہ یا کولیہ دیش کے کسی آشرم میں رہنا گوارا نہ ہوا راہِ فلاح اور علم الحقائق کی غرض سے اُنھوں نے خود آلار کالام سے ملاقات کی، اس وقت آلار کالام کوسل دیش میں ہی کہیں رہتا ہوگا۔ اُس نے بودھی ستو کو چار دھیان اور اُن پر کی تین سیڑھیاں سکھائیں۔ لیکن سمادھی کی ان سات سیڑھیوں سے وہ مطمئن نہیں ہوئے، یہ دل کو مطمئن کرنے کا راستہ تو تھا لیکن یہ سوچ کر کہ اس سے پوری انسانیت کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا، اُنھوں نے راہِ فلاح کی تلاش جاری رکھی۔

اُدک رام پُت سے ملاقات

آلار کالام اور اُدک رام پُت دونوں سمادھی کے ایک ہی راستے کا درس دیتے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ آلار کالام سمادھی کی سات سیڑھیاں بتاتا تھا اور اُدک رام پُت آٹھ۔ غالباً ان دونوں کا گُرو ایک ہی تھا اور بعد ازاں اُنھوں نے اپنے اپنے طور پر دو فرقے قائم کر لئے تھے۔ آلار کالام کو چھوڑ کر بودھی ستو اُدک کے پاس چلے گئے۔ لیکن اُس کے درس سے بھی اُن کی خاص تسلی نہ ہوئی۔ لہٰذا اُنھوں نے راج گرہ جا کر وہاں کے مشہور شرمن فرقوں کا فلسفۂ حیات معلوم کرنے کا فیصلہ کیا۔

راجا بمبسار سے ملاقات

راج گرہ میں بودھی ستو کی آمد کا ذکر کسی گمنام شاعر نے 'سُت نپات' کے 'پبّجا سُت' میں کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

(۱) بودھی ستو نے سنیاس کیوں لیا اور کس خیال کے ماتحت اُنھیں وہ عزیز ہوا یہ بتا کر میں اُن کے سنیاس کا ذکر کرتا ہوں۔

(۲) گرہستھ آشرم اڑچنوں، جھمیلوں اور کوڑے کچرے کی جگہ ہے اور سنیاس کھُلی فضا۔ یہ سمجھ کر اُنھوں نے سنیاس لے لیا۔

(۳) سنیاس لے کر اُنھوں نے جسمانی گناہ ترک کر دیئے، بُرا بول چھوڑ دیا۔ اور نیک راستے پر چلتے ہوئے اپنی گزر بسر کا سامان فراہم کیا۔

(۴) بدھ مگدھوں کے راج گرہ میں آئے۔ اعلیٰ ترین جسمانی علامتوں کے حامل، وہ بدھ بھکشا حاصل کرنے کیلئے راج گرہ میں داخل ہوئے۔

(۵) اپنے محل کی چھت سے بمبسار نے انہیں دیکھا۔ اُن کی اعلیٰ ترین جسمانی علامتیں دیکھ کر بمبسار بولا۔

(۶) میری بات سنئے۔ یہ خوب صورت، نیک و پاک، اور اعلیٰ اخلاقی صفات کا مالک ہے۔ یہ اپنے پیروں کے نیچے دو ہاتھ کے فاصلہ پر نظر رکھ کر چلتا ہے (پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے)

(۷) اپنے پیروں پر نظر رکھ کر چلنے والا یہ بیدار مغز بھکشو کسی حقیر خاندان کا معلوم نہیں ہوتا۔ راج دوتوں کو اُس کے تعاقب میں بھیجئے۔ وہ معلوم کریں کہ یہ کہاں جاتا ہے؟

(۸) وہ بھکشو (بودھی) کہاں جاتا ہے اور کہاں رہتا ہے؟ یہ دیکھنے کیلئے وہ (راجا بمبسار کے بھیجے ہوئے) دوت اُس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

(۹) اپنے نفس کی حفاظت کرتے ہوئے بیدار مغز بودھی ستو نے گھر گھر سے بھکشا لے کر اپنا کشکول بھر لیا۔

(۱۰) بھکشا پوری کرنے کے بعد وہ عابد و زاہد شہر سے باہر نکلا اور قیام کی غرض سے پانڈو پربت کے قریب گیا۔

(۱۱) اُسے قیام کرتے دیکھ کر وہ دوت اُس کے پاس بیٹھ گئے (۱۲) اُن میں سے ایک نے جا کر راجا کو بتایا۔

(۱۲) مہاراج! وہ بھکشو پانڈو پربت کے مشرق میں، باگھ کی طرح، بیل کی طرح یا غاروں میں رہنے والے شیر کی طرح بیٹھا ہے۔

(۱۳) دوت کی یہ بات سنتے ہی وہ کھشتری (راجا) ایک شاندار رتھ میں بیٹھ کر پانڈو پربت کی طرف چل پڑا۔

(۱۴) جہاں تک رتھ میں جانا ممکن تھا وہاں تک جاکر وہ کھشتری رتھ سے نیچے اُترا اور پیدل ہی (بودھی ستو کے پاس) جاکر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔

(۱۵) وہاں بیٹھ کر راجا نے اُس سے خیر و عافیت دریافت کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد راجا نے کہا:

(۱۶) تم نوجوان اور مضبوط و توانا ہو۔ تمہارا چہرہ مہرہ اعلیٰ النسب کھشتریوں جیسا پُرکشش ہے۔

(۱۷) تم ہاتھیوں کا ہجوم لے کر میری فوج کی زینت میں اضافہ کرو۔ میں تمہیں دولت دیتا ہوں۔ تم اسے استعمال کرو۔ اور اب مجھے بتاؤ کہ تمہارا حسب و نسب کیا ہے؟

(۱۸) اے راجا! یہاں سے سیدھے ہمالہ کی تلہٹی میں دولت اور شجاعت سے مالا مال ایک دیش ہے کہ جس کا شمار کوشل راشٹر میں ہوتا ہے۔

(۱۹) اُن کا (وہاں کے مہاجنوں کا) گوت آدتیہ ہے اور اُن کی ذات کو شاکیہ کہتے ہیں۔ اس خاندان سے اے راجا! میں جو سنیاسی بنا تو عیش و عشرت کی غرض سے نہیں۔

(۲۰) عیش و عشرت میں مجھے برائیاں نظر آئیں اور گوشہ نشینی میں راحت اب میں تپسیا کے لئے جا رہا ہوں۔ اس راستے پر میرا دل لگتا ہے۔

اس سُت کی تیسری منظوم کہانی میں کہا گیا ہے کہ بودھی ستو نے اپنے جسم، زبان اور طریقۂ رہائش میں اصلاح کی۔ یہ کام اُنھوں نے گھر سے نکلنے کے بعد راستے میں ہی کر ڈالا ہو، یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا۔ یقیناً آلار کالام اور اُدک رام پُت کے پاس رہ کر اُن کے اخلاقی اصولوں پر عمل درآمد کر کے ہی بودھی ستو نے ایسا کیا ہوگا لیکن اُنھیں محض اتنے سے اطمینان نہیں ہوا اور مشہور شرمن رہنماؤں کے فلسفۂ حیات سے متعارف ہونے کے لئے وہ راج گرہ گئے۔ وہاں ان تمام فرقوں میں کم و بیش مقدار میں تپسیا کی تبلیغ دیکھ کر اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ اُنھیں بھی ویسی ہی تپسیا کرنی چاہئے اور اسی لئے اُس سُت کے آخری اشلوک میں وہ کہتے ہیں کہ اب میں تپسیا کیلئے جا رہا ہوں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عیش و عشرت کی زندگی سے اُن کا دل پہلے سے متنفر تھا۔ چنانچہ راجا بمبسار نے جو عہدہ اُنھیں دینے کی خواہش ظاہر کی تھی وہ اُنھیں پسند نہ آیا۔

اُرو ویلا میں آمد

'اریہ پریہ ین سُت' میں کہا گیا ہے کہ راج گرہ سے بودھی ستو ارو ویلا گئے اور وہ جگہ اُنھوں نے تپسیا کیلئے پسند کی۔

بھگوان کہتے ہیں:

"اے بھکشوؤ! راہِ فلاح کی تلاش میں سفر کرتے کرتے بالآخر میں اروویلا میں سینا نگم پہنچ گیا۔ وہاں میں نے زمین کا ایک انتہائی خوبصورت ٹکڑا دیکھا۔ اس میں بہت دلکش جنگل تھا اور ندی بڑی نرم رو تھی۔ اُس کے دونوں طرف سفید ریتیلا میدان تھا جس کی ترائی بہت آسان تھی اور وہ بے حد پُرکشش تھا۔ اس جنگل کے چاروں طرف بھکشا حاصل کرنے کیلئے گاؤں دکھائی دئے۔ زمین کا یہ خوبصورت ٹکڑا مجھے اعلیٰ و ممتاز ترین انسان کی تپسیا کیلئے موزوں ترین دکھائی دیا۔ لہٰذا میں نے اسی جگہ تپسّیا کی۔"

راج گرہ کے چاروں طرف جو پہاڑیاں تھیں اُن میں جین بھکشو اور دوسرے سادھو تپسّیا کیا کرتے تھے۔ یہ تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے لیکن بودھی ستو کو تپسیا کیلئے یہ ویران پہاڑ پسند نہ آئے۔ اور اُنھیں اروویلا کا دلکش پر دیش پسند آیا۔ اس سے حُسنِ فطرت سے اُن کا لگاؤ ظاہر ہوتا ہے۔

تین تشبیہیں

تپسیا کرنے سے پہلے بودھی ستو کو تین تشبیہیں سوجھیں۔ اُن کا ذکر 'مہا سچک سُت' میں ملتا ہے۔ بھگوان کہتے ہیں:

" اے اگی دیسن! کوئی گیلی لکڑی پانی میں پڑی ہو اور کوئی شخص اُس پر انترانی[1] رگڑ کر آگ پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگے تو کیا اسے

[1] وہ لکڑی جس کے گھسنے سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔

آگ پیدا ہوگی؟

سچک: اے گوتم! اس لکڑی میں سے آگ پیدا ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ گیلی ہے۔ اس شخص کی محنت رائیگاں جائے گی اور اسے بیکار تکلیف ہوگی۔

بھگوان: اسی طرح اے اگی ویسن! جن شرمن اور برہمنوں کے ذہن اور جسم نفسانی خواہشات سے پاک نہیں ہوئے اور جن کا شہوانی جذبہ سرد نہیں ہوا وہ چاہے جتنی تکالیف برداشت کریں انہیں علم الحقائق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اے اگی ویسن! مجھے دوسری تشبیہ یہ سوجھی کہ اگر کوئی گیلی لکڑی پانی سے دور پڑی ہو اور کوئی شخص اُتر رارنی گھس کر اس میں سے آگ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو کیا اس میں سے آگ پیدا ہوگی؟

سچک: نہیں اے گوتم! اس کی محنت رائیگاں جائے گی اور بیکار تکلیف ہوگی۔ کیونکہ وہ لکڑی گیلی ہے۔

بھگوان: اسی طرح اے اگی ویسن! جو شرمن اور برہمن جسم اور ذہن سے تو نفس پرور نہیں لیکن جن کا شہوانی جذبہ سرد نہیں ہوا ہے وہ چاہے جتنی تکالیف برداشت کریں۔ انہیں علم الحقائق حاصل نہیں ہو سکتا۔ اے اگی ویسن! مجھے تیسری تشبیہ یہ سوجھی کہ اگر سوکھی لکڑی پانی سے دور پڑی ہو اور کوئی شخص اس پر اُتر رارنی گھس کر آگ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو کیا وہ آگ پیدا کر سکے گا؟

سچک: ہاں، اے گوتم! وہ کیوں نہیں سکے گا۔ کیونکہ وہ لکڑی بالکل سوکھی ہے اور پانی سے دور پڑی ہے۔

بھگوان: اسی طرح اے اگی ویسن، جو شرمن یا برہمن جسم اور ذہن دونوں اعتبار سے نفس کُشی کر چکے ہیں اور جن کے شہوانی جذبات پوری طرح مٹ چکے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو ایذا پہنچائیں یا نہ پہنچائیں اُنھیں علم الحقائق حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ تین تشبیہیں بودھی ستو کو تپسیا شروع کرتے وقت سوجھیں۔ جو شرمن یا برہمن یگیہ وغیرہ کرنے میں ذہنی سکون تلاش کرتے ہیں وہ اگر ان موقعوں پر تپسیا کے ذریعہ اپنے جسم کو ایذا پہنچالیں، جب بھی اُنھیں علم الحقائق حاصل نہیں ہوگا۔ جو شرمن یا برہمن یگیہ وغیرہ کا راستہ ترک کر کے جنگلوں میں چلے جاتے ہیں۔ اگر ان کے شہوانی جذبات بدستور ہیں تو ان کی تپسیا بھی لاحاصل رہے گی۔ اُن کی کوشش گیلی لکڑی پر اُتر ارنی گھس کر آگ پیدا کرنے کے مترادف ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص نفسانی خواہشات کا پوری طرح قلع قمع کر سکے تو جسم کو ایذا پہنچائے بغیر کمال کو پہنچ سکتا ہے۔

ہٹھ یوگ

بودھی ستو کو اگرچہ یہ تشبیہیں تپسیا شروع کرتے ہی سوجھ گئیں۔ پھر بھی اُنھوں نے اس زمانے کے شرمن طریقے کے مطابق کڑی تپسیا کرنے کا فیصلہ کیا۔ شروع میں اُنھوں نے ہٹھ یوگ برتنا شروع کیا۔ بھگوان سچک سے

کہتے ہیں:

"اے اگی ویسن! جب میں دانتوں پر دانت جما کر اور زبان کو تالو سے لگا کر دل و دماغ کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتا تھا تو میری بغلوں سے پسینہ چھوٹنے لگتا تھا جس طرح کوئی طاقتور شخص کمزور شخص کا سر یا کندھا پکڑ کر دبا تا ہے ٹھیک اسی طرح میں اپنے دل و دماغ دباتا تھا۔ اے اگی ویسن! اُس کے بعد میں نے سانس روک کر تپسیا کرنا شروع کی۔ اس وقت میرے کانوں سے سانس نکلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ لوہار کی دھونکنی کی طرح یہ آوازیں بہت تیز تھیں۔ پھر اے اگی ویسن! میں سانس روک کر اور کان دبا کر تپسیا کرنے لگا۔ ایسا کرنے سے مجھے محسوس ہوا گویا کوئی تلوار کی تیز نوک سے میرے ماتھے کو چھلنی کر رہا ہے۔ پھر بھی اے اگی ویسن! میں نے اپنی تپسیا جاری رکھی۔ اور پھر مجھے محسوس ہونے لگا گویا کوئی میرے ماتھے کو چمڑے کے پٹے سے کس کر باندھ رہا ہے اور پھر میرے پیٹ میں درد کی لہریں اُٹھنے لگیں جس طرح کوئی قصائی ہتھیار سے گائے کا پیٹ کریدتا ہے مجھے محسوس ہوا کہ ٹھیک اسی طرح میرا پیٹ کریدا جا رہا ہے لیکن ان تمام کیفیتوں میں میرا حوصلہ قائم تھا حافظہ برقرار تھا لیکن جسمانی طاقت کم ہو گئی تھی۔ پھر بھی درد کی وہ تکلیف وہ لہریں میرے ریاض میں مخل نہیں ہو سکیں۔"

تیسرے باب میں ہم نے شرمنوں کی جن مختلف تپسیاؤں کا ذکر کیا ہے

ان میں ہٹھ یوگ شامل نہیں تھا پھر بھی ماننا پڑتا ہے کہ مذکرہ بالا قسم کے ہٹھ یوگ کی تپسیا کرنے والے تپسوی موجود تھے۔ ورنہ بودھی ستو نے اس یوگ کی تپسیا نہ کی ہوتی

فاقہ

اس طرح ہٹھ یوگ کا ریاض کرنے پر جب بودھی ستو کو معلوم ہوا کہ یہ قطعی لاحاصل ہے تو انھوں نے فاقہ کا ریاض شروع کیا۔ غذا کو یکسر ترک کرنا انھیں مناسب نہ لگا۔ لہٰذا وہ برائے نام غذا کھانے لگے بھگوان سچ کہتے ہیں:

"اے اگّی وَیسن! میں بہت قلیل مقدار میں غذا استعمال کرنے لگا۔ میں صرف مونگ کے شوربے، کلتھی کے شوربے، مٹر کے شوربے، چنے کے شوربے پر گذر بسر کرتا تھا اور چونکہ وہ بھی بہت قلیل تعداد میں ہوتا تھا۔ لہٰذا میرا جسم روز بروز کمزور پڑتا گیا۔ آسنک وتی یا کال ولّی کی گانٹھوں کی طرح میرے جسم کا جوڑ جوڑ صاف دکھائی دیتا تھا۔ میرا کولھا اونٹ کے پاؤں کی مانند ہو گیا۔ میری ریڑھ کی ہڈی سوت کی تکلیوں کی مال کی طرح دکھائی دیتی تھی جس طرح گرے ہوئے مکان کی بلّیاں اوپر نیچے ہو جاتی ہیں، میری پسلیوں کی بھی وہی کیفیت ہو گئی۔ میری آنکھیں کسی گہرے کنویں میں ستاروں کے عکس کی طرح اندر کو دھنس گئیں۔ جیسے کچّا کڑوا کدو کاٹ کر دھوپ میں ڈال دینے سے سوکھ جاتا ہے، ویسے ہی سر کی چمڑی سوکھ گئی میں جب پیٹ پر

ہاتھ پھیرتا تھا تو میرے ہاتھ میں ریڑھ کی ہڈی آجاتی تھی اور جب پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا تھا تو ہاتھ پیٹ کی جلد تک پہنچ جاتا تھا اس طرح میری پیٹھ اور پیٹ برابر ہو گئے تھے۔ میں جب حاجات ضروری کیلئے بیٹھتا تھا تو وہیں گر پڑتا تھا۔ جسم پر ہاتھ پھیرتا تو بال جھڑنے لگتے تھے۔

جذبات پر قابو

بودھی ستو نے سات برس تک تپسیا کی۔ یہ تذکرہ متعدد جگہوں پر ملتا ہے ان سات برس میں بودھی ستو اگرچہ اکثر و بیشتر اپنے جسم کو ایذا پہنچاتے رہے۔ تاہم اُن کے ذہن میں کئی دوسرے قسم کے خیالات بھی پیدا ہوتے رہے۔ متذکرہ بالا آئینہ ٔ بیان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات سے وہ بخوبی واقف تھے کہ نفسانی خواہشات کو پوری طرح کچلے بغیر جسم آزاری سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ دوسرے اعلیٰ خیالات بھی اُن کے ذہن میں پیدا ہوتے تھے۔ اُن میں سے چند خیالات کے مجموعہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

'مجھم نکائے' کے 'دویدا وتک سُت' میں بھگوان کہتے ہیں:

"اے بھکشوؤ! بودھ ہونے سے پہلے جب میں بودھی ستو تھا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جذبات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اس کے مطابق نفسانی جذبے، جذبۂ حسد اور ایذا پسندی کو میں نے ایک طرف کیا اور گوشہ پسندی۔ دوستی اور ہمدردی کے جذبہ کو دوسری

طرف۔ بڑے سوچ بچار اور بڑی احتیاط سے زندگی گزارنے کے باوجود پہلے پہل میرے دل میں اول الذکر تین جذبات میں سے کوئی نہ کوئی جذبہ پیدا ہو جاتا تھا اس وقت میں سوچتا تھا کہ میرا یہ جذبہ میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔ یہ میری تکالیف، دوسروں کی تکالیف یاد دلوں کی تکالیف کا سبب بنے گا میری تپسیا میں خلل ہوگا اور زوال تک نہیں پہنچنے دیگا۔ یہ خیال آتے ہی وہ جذبہ میرے دل سے نکل جاتا تھا۔"

"اے بھکشوؤ! موسم سرما میں جب چاروں طرف فصل پک جاتی ہے تو اس زمانے میں چرواہا اپنے جانوروں پر بہت کڑی نظر رکھتا ہے۔ لکڑی سے پیٹ کر بھی وہ انہیں کھیتوں کے قریب نہیں جانے دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایسا نہ کرنے سے ڈھور لوگوں کے کھیتوں میں گھس جائیں گے اور اس بنا پر اسے جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح میں نے جانا کہ نفسانی جذبہ، جذبہ حسد اور ایذا پسندی خوفناک جذبات ہیں۔

اس زمانہ میں بہت محتاط اور بلند حوصلہ رہتا تھا اور جب میرے دل میں گوشہ پسندی، دوستی اور ہمدردی کا جذبہ ان تینوں جذبات میں سے کوئی جذبہ پیدا ہوتا تھا تو میں سوچتا تھا: یہ نیک جذبہ میرے دل میں پیدا ہوا ہے، یہ مجھے، اور دل کو یاد دلوں کو تکالیف پہنچانے والا نہیں ہے۔ یہ تپسیا میں پختگی لانے والا

اور زنداں تک پہنچانے والا ہے۔ پوری رات یا پورا دن بھی یہ جذبہ دامن گیر رہے تو بھی اس سے کوئی خوف و خطر نہیں۔ لیکن زیادہ دیر تک غور و فکر کرنے سے میرا جسم تھک جائے گا، اور ذہن منتشر رہے گا۔ اور منتشر ذہن سے سمادھی میں خلل پڑے گا۔ اس خیال سے میں اپنے ذہن کو اِدھر اُدھر بھٹکنے نہیں دیتا تھا..... موسم گرما کے اواخر میں جب لوگ اپنی اپنی فصلیں اپنے اپنے گھروں کو سمیٹ لے جاتے ہیں تو چرواہا ڈھوروں کو اُن کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ وہ درخت کے تلے ہوں یا کھیل کے میدان میں ہوں کی اُسے چنداں فکر نہیں ہوتی۔ اسی طرح گوشہ پسندی وغیرہ جذبات پیدا ہونے پر میں محض اتنی خبر رکھتا تھا کہ یہ نیک جذبات ہیں۔

بے خوفی

نیک جذبات کی مدد سے بُرے جذبات پر فتح پانے کے باوجود اگر و بیدار کے دل میں بے خوفی پیدا نہیں ہوتی تو اُسے علم الحقائق حاصل نہیں ہو سکتا ڈاکو یا سپاہی بڑی جوانمردی سے اپنے دشمنوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ لیکن اُن میں بے خوفی نہیں ہوتی وہ ہتھیاروں سے کتنے ہی لیس کیوں نہ ہوں۔ خوف اُن کے دل سے نہیں جاتا وہ سوچتے رہتے ہیں کہ نہ معلوم اُن کا دشمن کب اُن پر دھاوا بول دے لہٰذا اُن کی بے خوفی اصلی نہیں ہوتی۔ اصلی بے خوفی روحانیت میں ملتی ہے۔ بودھی ستو تے یہ بے خوفی کیونکر حاصل کی، یہ حسب ذیل مثال سے ظاہر ہوگا:

بھگوان بُدھ جانو شرونی برہمن سے کہتے ہیں:

"اے برہمن! جب میں بُدھ نہیں ہوا تھا۔ صرف بودھی ستو تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ جو شرمن یا برہمن جسمانی اعمال کے اعتبار سے پاکیزہ نہ ہوتے ہوئے بھی جنگل میں رہتے ہیں وہ اپنی اس خامی کی بنا پر خوف کو دعوت دیتے ہیں لیکن میرے جسمانی اعمال پاکیزہ ہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ جو پاکیزہ اعمال لوگ جنگل میں رہتے ہیں میں اُن میں سے ایک ہوں تو مجھے انتہائی بے خوفی کا احساس ہوا۔ دیگر کئی شرمن لالچی، بدطینت، کاہل پراگندہ ذہن ہیں اور طرح طرح کے اندیشے دل میں رکھتے ہوئے جنگل میں رہتے ہیں وہ ان خامیوں کی بنا پر خوف کو دعوت دیتے ہیں۔ لیکن میرا دل نفسانی جذبات سے آلودہ نہیں حسد سے مبرّا ہے (یعنی ہر ذی رُوح کے لئے میرے دل میں ہمدردی کا جذبہ رہتا ہے) میرا دل باحوصلہ، بے خطر اور بے داغ ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ ان اوصاف کے حامل جو لوگ جنگل میں رہتے ہیں میں اُن میں سے ایک ہوں تو جنگل کی زندگی میں مجھے انتہائی بے خوفی کا احساس ہوا۔

اے برہمن جو شرمن یا برہمن اپنی ستائش اور دوسروں کی مذمت کرتے ہیں، ڈرپوک ہوتے ہیں عزّت و احترام کی تمنّا رکھتے ہوئے جنگل میں رہتے ہیں یعنی کم عقل ہوتے ہیں وہ ان خامیوں کی بنا پر خوف کو دعوت دیتے ہیں لیکن مجھ میں یہ خامیاں نہیں ہیں۔ میں اپنی ستائش یا دوسروں کی مذمت نہیں کرتا۔ میں ڈرپوک نہیں ہوں، مجھے عزت و احترام کی خواہش

نہیں۔ جب میں نے دیکھا کہ جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ جنگل میں رہتے ہیں، میں اُن میں سے ایک ہوں تو جنگل کی زندگی میں مجھے انتہائی بے خوفی کا احساس ہوا۔

اے برہمن! چودھم، پورنماشی، اماوس اور اشٹمی کی راتیں اپنی خوفناکی کے لحاظ سے مشہور ہیں۔ ان راتوں کو جن باغات میں، جنگلوں میں یا درختوں کے نیچے لوگ دیوتاؤں کیلئے بلی چڑھاتے ہیں، یہ جگہیں انتہائی خوفناک سمجھی جاتی ہیں۔ میں وہاں تنہا رہتا تھا کیونکہ میں جاننا چاہتا تھا کہ خوف کسے کہتے ہیں؟ ایسی جگہوں میں قیام کرتے ہوئے کوئی ہرن قریب سے نکل جاتا۔ کوئی مور درخت پر سے کسی سوکھی ٹہنی کو نیچے گرا دیتا یا پیڑ کے پتے ہوا سے ہلنے لگتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ یہی وہ خوف ہے، میں جاننا چاہتا تھا۔ میں کہتا تھا کہ "خوف کو جاننے کی خواہش ہی لے کر میں یہاں آیا ہوں لہذا اسی حالت میں اسے فنا کرنا چاہیئے۔ میرے چلتے میں اگر وہ خوف آجاتا تو میں اسی حالت میں اسے فنا کر ڈالتا جبتک وہ فنا نہ ہوتا اُس وقت تک نہ میں رُکتا، نہ بیٹھتا اور نہ ہی بستر پر لیٹتا۔ اگر وہ خوف میری کھڑی حالت میں آجاتا تو میں کھڑے کھڑے ہی اُسے فنا کرتا جبتک وہ فنا نہ ہوتا۔ اُس وقت [illegible] چلتا۔ نہ بیٹھتا اور نہ ہی بستر پر لیٹتا۔ اگر میرے بیٹھے ہوئے وہ خوف آجاتا تو نہ میں سوتا، نہ کھڑا ہوتا اور نہ ہی چلتا۔ بیٹھے بیٹھے ہی میں اُسے فنا کرتا۔ اگر میرے لیٹے ہوئے وہ خوف آجاتا تو نہ میں اُٹھ کر بیٹھتا، نہ کھڑا ہوتا اور نہ ہی چلتا۔ بستر پر

لیٹے لیٹے ہی میں اُسے فنا کر ڈالتا ہے"

راج یوگ

بودھی ستو صرف ہٹھ یوگ اور تپسیا میں ہی اپنا تمام وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ کسی بھی تپسوی کیلئے ممکن نہیں تھا۔ بیچ بیچ میں انہیں بھی غذا کھانی پڑتی تھی (جسم میں کچھ طاقت آجانے پر وہ باردوبارہ فاقہ وغیرہ سے جسم کو ایذا پہنچانے لگتے۔ سات برس کے عرصہ میں ابتدا میں بودھی ستو اکثر و بیشتر تپسیا کرتے رہے۔ پھر بھی بیچ بیچ میں اُنھوں نے غذا استعمال کی اور شانت سمادھی کا ریاض بھی کیا۔ ہٹھ یوگ چھوڑ کر وہ آنا پان سمرتی سمادھی کیوں کر کرتے تھے۔ اس بارے میں بھگوان بدھ نے آنا پان سنیت کے پہلے ورگ کے آٹھویں سُتّ میں بتایا ہے:

"اے بھکشوؤ! آنا پان سمرتی سمادھی کے ریاض سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کوئی بھکشو پیڑ کے نیچے یا کسی دوسری جگہ تنہائی کی آسن جما کر بیٹھتا ہے۔ جب وہ لمبا سانس لیتا ہے تب وہ جانتا ہے کہ میں لمبا سانس چھوڑ رہا ہوں..... وغیرہ[1]۔ اس طرح آنا پان سمرتی سمادھی کے ریاض سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اے بھکشوؤ! میں بھی بُدھ ہونے سے پہلے بودھی ستو کی حالت میں اکثر و بیشتر یہ ریاض کیا کرتا تھا۔ اس سے میرے جسم اور آنکھوں میں درد نہیں ہوتا تھا اور میرا دل

---

[1] مزید معلومات کیلئے دیکھئے: "سمادھی مارگ" صفحہ ۳۶، ۴۸

آلودگیوں سے پاک رہنا تھا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بودھی ستو ہمیشہ ہٹھ یوگ ہی نہیں کرتے رہتے تھے بیچ بیچ میں وہ 'شانت راج یوگ' کی مشق بھی کیا کرتے تھے اور اس سے انہیں سکون ملتا تھا۔

دھیان مارگ کا سہارا

اس طرح فاقے اور غذا کے استعمال کے ساتھ ہٹھ یوگ اور راج یوگ کا ریاض کرتے کرتے بالآخر ایک دن بودھی ستو کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ تپسیا قطعی غیر ضروری ہے اس کے بغیر بھی مکتی مل سکتی ہے۔ لہذا تپسیا ترک کرکے انھوں نے پھر سے دھیان مارگ کا سہارا کیوں لیا۔ اس کا مختصر بیان 'مہا سچک سُت' میں ملتا ہے۔

بھگوان سچک سے کہتے ہیں:

"اے اگی ویسن! جب میرے شاکیہ باپ کے کھیت میں کام ہو رہا تھا۔ تب میں نے جمبو پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر اولین دھیان حاصل کر لیا تھا۔ مجھے اس کی یاد آئی۔ اور اس بنا پر مجھے یقین ہو گیا کہ حصول کمال کا صحیح ذریعہ وہی ہے۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس سکھ سے کیوں ڈروں جو عیش و عشرت کا سامان استعمال کیے بغیر نیک خیالات سے حاصل ہوتا ہے اور پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس سکھ سے نہیں ڈروں گا۔ لیکن وہ سکھ انتہائی ناتوان جسم کے ذریعہ ملنے والا نہیں تھا۔ لہذا میں قلیل مقدار میں غذا استعمال کرتے ہوئے اولین دھیان کا عمل کرنے لگا۔ اسوقت پانچ بھکشو میری خدمت کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے

کہ جو گیان مجھے حاصل ہوگا وہ میں اُنھیں سکھاؤں گا۔ لیکن جب میں غذا استعمال کرنے لگا (تپسیا چھوڑ دی) تب اُنھوں نے سمجھا "یہ گوتم تپسیا سے بیزار ہو کر کھانے پینے کی طرف مُڑ گیا ہے" اور وہ پانچوں بھکشو مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔"

پھر بھی بودھی سَتو کا فیصلہ اٹل رہا۔ تپسیا کے بجائے سیدھے سادے دھیان مارگ سے ہی علم الحقایق حاصل کیا جا سکتا ہے اُن کا یہ عقیدہ راسخ ہو گیا۔

کام دیو (شہوانی خواہشات کے دیوتا) سے جنگ

بودھی سَتو سے کام دیو کی جنگ سے متعلق 'بُدھ چرت' وغیرہ کتابوں میں بڑے شاعرانہ تذکرے ملتے ہیں۔ اُن کا مخرج 'سُت نپات' کا 'پدھان سُت' ہے۔ اس سُت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

(۱) نیرنجن ندی کے کنارے مکتی کے حصول کیلئے میں بڑی تندہی سے تپسیا کر رہا تھا کہ:-

(۲) کام دیو میرے پاس آیا اور اُس نے بڑے غمناک لہجے میں کہا۔ تم حد درجہ نحیف و ناتواں اور قریب مرگ ہو۔

(۳) ہزار حصوں میں تم مرنے والے ہو، تمھاری زندگی صرف ایک حصہ باقی ہے۔ اے بھلے مانس تمھیں زندہ رہنا چاہئے۔ زندگی اعلیٰ و ارفع ہے۔ تم زندہ رہو گے تو بہ کار ثواب ہو گا۔

(۴) اگر تم برہم چریہ سے رہو گے اور ہَوَن وغیرہ کرتے رہو گے تو یہ

کارِ ثواب ہوگا۔ یہ نروان کی کوشش فضول و بیکار ہے۔

(۵) نروان کا راستہ انتہائی مشکل اور دُشوار گذار ہے ——— یہ کہہ کر کام دیو بُدھ کے پاس کھڑا ہوگیا۔

(۶) یہ بول مُنہ سے نکالنے والے اس کام دیو سے بھگوان نے کہا۔ "غافل انسان کے دوست، اے بدچلن! تم یہاں کیوں آئے (یہ میں جانتا ہوں)

(۷) اس قسم کے ثواب کی مجھے قطعی ضرورت نہیں۔ جسے ثواب کی ضرورت ہے اُسے جاکر کام دیو یہ سب باتیں سنائے۔

(۸) مجھ میں کافی ہمت واستقلال ہے اور سمجھ بوجھ بھی۔ میں بڑے استحکام سے اپنا نصب العین حاصل کرنا چاہتا ہوں تم مجھے زندہ رہنے کا درس کیوں دیتے ہو؟"

(۹) یہ ہوا ندی کے پانی تک کو خشک کر سکتی ہے لیکن مجھ راسخ الخیال شخص کے خون کو نہیں سکھا سکتی۔

(۱۰) لیکن اگر میری کوشش ہی سے، میرا خون سوکھ جائے تو اُسکے ساتھ میرے آلودہ خیالات بھی سوکھ جاتے ہیں اور میرا جسم کمزور پڑجانے سے میرا دل انتہائی خوش وخرم ہوجاتا ہے اور میری سمادھی بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔

(۱۱) یوں رہنے سے اعلیٰ مسرّت حاصل ہوتی ہے۔ نفسانی خواہشات مجھ پر اثرانداز نہیں ہوتیں ——— یہ ہے میرے نفس کی پاکیزگی۔

(۱۲) (اے کام دیو!) نفس پروری تمھاری پہلی، بیزاری دوسری، بھوک اور پیاس تیسری اور ہوس تمھاری چوتھی فوج ہے۔

(۱۳) کاہلی پانچویں، خوف چھٹی، وہم ساتویں اور گھمنڈ آٹھویں فوج ہے۔

(۱۴) لالچ اور خودستائی (یہ نویں) اور نامناسب طریقے سے حاصل کی ہوئی شہرت (دسویں فوج ہے) جس کی وجہ سے انسان اپنی ستائش اور دوسروں کی برائی کرتا ہے۔

(۱۵) اے سیاہ کار کام دیو! (لوگوں پر) حملہ کرنے والی یہ تمھاری فوج ہے۔ بزدل انسان اس پر فتح نہیں پا سکتا ہے۔ لیکن جو اس پر فتح پا سکتا ہے صرف اسی کو حقیقی مسرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۵) یہ میں اپنے سر پر مونج[۱] کی گھاس باندھ رہا ہوں۔ اگر میں ہار گیا تو میرا جینا لاحاصل ہوگا۔ غلام ہو کر زندہ رہنے کے بجائے جنگ میں مر جانا زیادہ بہتر ہے۔

(۱۷) کئی شرمن اور برہمن تمھاری فوج سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی چمک دمک زائل ہو گئی ہے اور جس راستے پر درویش لوگ جاتے ہیں وہ راستہ انھیں معلوم نہیں۔

(۱۸) چاروں طرف کام دیو کی فوج نظر آ رہی ہے۔ اس سے جنگ کرنے کیلئے میں آگے بڑھتا ہوں تاکہ وہ مجھے گمراہ نہ کر سکے (ہرا نہ سکے)

---

[۱] میدان جنگ میں پیٹھ نہ دکھانے کیلئے مونج نام کی گھاس سر پر باندھ کر عہد کیا جاتا تھا۔

(۱۹) دیوتا اور انسان تمھاری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن میں اپنے علم کی مدد سے اُسے یوں ہرا سکتا ہوں۔ جیسے پتھر سے مٹی کا برتن توڑ دیا جاتا ہے۔

(۲۰) اپنے عہد پر کاربند رہتے ہوئے اور قوت حافظہ کو بیدار رکھتے ہوئے لاتعداد شاگردوں کو اُپدیش دیتا ہوا دیس بدیس میں گھوموں گا۔

(۲۱) وہ (شاگرد) میرے اُپدیش پر بڑی احتیاط سے عمل پیرا ہو کر اور اپنے مقصد پر محکم رہتے ہوئے تمھاری خواہش کے خلاف ایسے مرتبہ کو پہنچ جائیں گے جہاں غم نہیں کرنا پڑتا۔

(۲۲) (کام دیو بولا.....) سات برس تک میں بھگوان کے پیچھے لگا رہا لیکن اُس کا کوئی سراغ مجھے نہیں ملا۔

(۲۳) یہاں کوئی نرم شے ملے گی، یہاں کوئی میٹھی شے ملے گی اس اُمید سے کوا امیدوار ن پاشان (چربی کے سے رنگ کا پتھر) کے پاس گیا

(۲۴) اس طرح غم کرتے ہوئے کام دیو کی بغل سے وینا نیچے گر پڑی اور وہ غمزدہ کام دیو وہیں معدوم ہو گیا۔"

اس سُت کا ترجمہ للت وستر کے اٹھارویں باب میں درج ہے۔ اس سے اُس کا قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ متذکرہ بالا اُبھیر وُ سُت کے مطالعہ سے اس تمثیل کا مقصد بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ نسل انسانی کی فلاح و بہبود کیلئے جب کوئی آگے بڑھتا ہے تو اُس پر سب سے پہلے نفسانی خواہشات حملہ آور ہوتی ہیں۔ اُنھیں دبا کر وہ آگے قدم بڑھاتا ہے تو اُسے بیزاری سے جنگ

کرنا پڑتی ہے۔ پھر بھوک پیاس وغیرہ ایک کے پیچھے دوسری فوجیں سامنے آجاتی ہیں۔ ان تمام خواہشات اور جذبات پر فتح حاصل کیے بغیر حصول کمال ممکن نہیں۔ لہٰذا بودھ نے کام دیو کو ہرادیا۔ اس کا مطلب یہی سمجھنا چاہیے کہ اُنھوں نے ہوا و ہوس پر فتح حاصل کرلی۔

سُجاتا کی دی ہوئی بھکشا

بودھی ستو پر بیساکھی کی پورنماشی کی رات کو انکشاف ہوا۔ اس دن دوپہر کو سُجاتا نامی اعلیٰ نسب کی دوشیزہ نے اُنھیں عمدہ غذا کی بھکشا دی تھی۔ 'ست ٹپک' میں کہیں کہیں اس کا ذکر ملتا ہے[1]۔ اس کے علاوہ اگرچہ کسی اور کتاب میں قطعی معلومات نہیں ملتیں۔ تاہم بودھ مصوری میں میں سجاتا کو کافی اہمیت دی گئی ہے۔ اور خود بدھ کے ایک قول سے یہ واقعہ زبان زدِ عام ہوگیا۔ چُند لوہار کی دی ہوئی بھکشا کھاکر بھگوان بدھ بیمار پڑ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ اس بیماری میں اُن کا پری نروان ہونے والا ہے۔ لہٰذا اُن کے پری نروان کے بعد لوگ چُند لوہار کو اس کا قصور وار نہ ٹھہرائیں۔ اس خیال سے اُنھوں نے آنند سے کہا۔ "جس دن مجھے انکشاف ہوا تھا اس دن ملی ہوئی اور آج ملی ہوئی بھکشائیں ایک سی ہیں۔ یہ جاکر تم چُند لوہار سے کہو اور اُسے اطمینان دلاؤ۔"

---

[1] دیکھیے:
'بودھ سنگھا چاپرچیہ'، 'انگتر نکائے'۔ 'ایک نپات'، صفحہ ۲۳۶

بودھی ورکش (پیپل) کے نیچے آسن

سجاتا کی دی ہوئی بھکشا پاکر بودھی ستو نے نیرنجرا ندی کے کنارے اسے کھایا اور اس رات کو وہ ایک پیپل کے نیچے جا بیٹھے۔ وہ پیڑ آج کل وہاں موجود نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ راجا ششانک نے اُسے اُکھڑوا دیا تھا۔ آجکل اسی جگہ پر لگا یا ہوا پیپل کا دوسرا پیڑ اور اُس کے قریب ہی بنایا ہوا بُدھ گیا کا مشہور مندر ہے "للت وستر" میں کہا گیا ہے کہ جب بودھی ستو پیپل کے پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک بار پھر کام دیو سے اُن کی جنگ ہوئی۔ "ستیت نکائے" کے سُتنگا تھا ورگ میں درج ہے کہ کام دیو نے بُدھ کو پھنسانے کیلئے اس پیڑ کے نیچے اپنی تین لڑکیاں ——— ہوس، بیزاری اور بھوک بھیجی تھیں "جاتک" کی "ندان کتھا" میں تو بڑی تفصیل سے اُس کا ذکر ملتا ہے کہ اس موقع پر کام دیو کی فوج نے کس طرح چاروں طرف سے بُدھ پر دھاوا بول دیا۔ کام دیو کی فوج کو دیکھ کر برہما وغیرہ دیوتا بھاگ جاتے ہیں اور تنہا بودھی ستو وہاں رہ جاتے ہیں۔ پھر کام دیو بُدھ سے کہتا ہے "یہ جگہ میری ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔" اور اپنا حق ثابت کرنے کیلئے کام دیو اپنی فوج کی شہادت دلواتا ہے۔ تمام دیوتا چونکہ بھاگ گئے تھے۔ اس لئے بدھ کی طرف سے شہادت دینے والا وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ دیکھ کر بھگوان بُدھ اپنا دایاں ہاتھ نیچے کی طرف کر کے کہتے ہیں۔ "یہ پرتھوی (زمین) میری گواہ ہے۔" اور پرتھوی دیوی اپنا بھیانک روپ دھار کے کام دیو کی

فوجِ کو ہرادیتی ہے ــــــــــــ وغیرہ داستانوں کا ذکر جاتک اٹھ کتھا کے مصنف نے کیا ہے۔

مصوروں نے بودھ مصوری میں ان مناظر کو بڑی خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔ لالچ، حسد، غرور، غصہ وغیرہ بُرے میلانات کو مجسم شکل دینے کی اُن کی کوشش قابل تعریف ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس معاملہ میں پہل شاعروں نے کی یا مصوروں نے؟ بہرحال یہ متذکرہ بالا فوج کو بڑی فنکاری سے مجسم شکل دینے کی کوشش ہے۔

حصولِ کمال

اس میساکھی کی پورنماشی کی رات کو بودھی ستو کو حصولِ کمال ہوا اور اس وقت سے اُنھیں بُدھ کہتے ہیں۔ یعنی اُس وقت تک گوتم بودھی ستو تھے۔ اور اُس دن سے وہ گوتم بدھ ہو گئے۔ بدھ کو جو حصولِ کمال ہوا تھا وہ چار بنیادی یا عظیم صداقتیں (چار آریہ ستیہ) اور ایک ہشت پہلو راستہ (اسٹانگک مارگ) اسکا اُپدیش سب سے پہلے اُنھوں نے اپنے ساتھ رہنے والے پانچ ساتھیوں کو دیا۔[1]

نجات کی راحت

'مہاوگ' میں کہا گیا ہے کہ حصولِ کمال کے بعد بھگوان بدھ ابھی بودھی

---

[1] تفصیل آگے آئے گی

پیڑ کے نیچے سات دن بیٹھ کر نجات کی راحت سے محظوظ ہوتے رہے اور اس وقت رات کے تین پہروں میں 'پرتیتیہ سمتپاد' (بدھ مت کے مطابق بارہ اجزائے ترکیبی جو ایک لڑی کی صورت میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں) کے بارے میں سوچتے رہے۔ لیکن 'سنیت نکائے' کے دوسُتوں میں بتایا گیا ہے کہ بدھ کو بودھی ستو کی حالت میں ہی اس 'پرتیتیہ سمتپاد' کا علم ہو گیا تھا۔ ان سُتوں کے ساتھ 'مہاوگ' کا تذکرہ لگتا نہیں کھاتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب 'مہاوگ' لکھا گیا تھا۔ اس وقت 'پرتیتیہ سمتپاد' کو کافی اہمیت حاصل ہو چکی تھی۔ مہایان فرقے کے ناگ ارجن ایسے علمار نے تو اسے اپنے فلسفۂ زندگی کی بنیاد ہی بنا لیا تھا۔

پرتیتیہ سمتپاد

وہ 'پرتیتیہ سمتپاد' مختصراً یوں ہے:

جہل سے قوت و رجحان، قوت و رجحان سے ہوش۔ ہوش سے مادی خصوصیات و صفات، مادی خصوصیات و صفات سے چھ صوبے یا حواس، حواس سے احساسات، احساسات سے تشنگی، تشنگی سے گرفت، گرفت سے تخلیق، تخلیق سے پیدائش اور پیدائش سے بڑھاپا۔ موت، غم، گریہ وزاری، دکھ، دل کا کھوٹاپن وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

مکمل بیراگ سے جہل کا انسداد کرنے پر قوت و رجحان کا انسداد ہوتا ہے۔ قوت و رجحان کے انسداد سے ہوش کا، ہوش کے انسداد سے

مادّی خصوصیات کا، مادی خصوصیات کے انسداد سے حواس کا حواس کے انسداد سے احساس کا، احساس کے انسداد سے تشنگی کا، تشنگی کے انسداد سے گرفت کا۔ گرفت کے انسداد سے تخلیق کا۔ تخلیق کے انسداد سے پیدائش کا اور پیدائش کے انسداد سے بڑھاپے، موت، غم، گریہ وزاری دُکھ، دل کے کھوٹے پن وغیرہ کا انسداد ہوتا ہے۔

دُکھ کے پیچھے اس کے اسباب وعلل کی ایسی کڑی جوڑ دینے سے یہ "پرتیتیہ سمتپاد" عوام کی سمجھ سے بالاتر ہو گیا۔ رفتہ رفتہ اس "پرتیتیہ سمتپاد" کو عمیق فلسفہ سمجھا جانے لگا اور اسی پر بحث مباحث ہونے لگے۔ ناگ ارجن نے اپنی "مادھیم ککارکا" اسی پرتیتیہ سمتپاد کی بنیاد پر ہی لکھی ہے اور بدھ گھوش نے "وشدھی مارگ" کا چھٹا حصہ (لگ بھگ سوا سو صفحات) اس کی تحقیق میں صرف کیا ہے۔ ان تحریروں کے مطالعہ سے کافی پڑھا لکھا شخص بھی تذبذب میں پڑ جاتا ہے عوام الناس کی سمجھ میں یہ فلسفہ کیوں کر آتا؟ بھگوان بدھ کا چار بنیادی صداقتوں والا فلسفہ چونکہ بہت عام فہم تھا لہٰذا وہی ہر قسم کے لوگوں کو قابل قبول معلوم ہوا۔

برہم دیو کی درخواست

یہ تو ہم اوپر بتا ہی چکے ہیں کہ حصولِ کمال کے بعد بھگوان بدھ نے ایک ہفتہ بودھی برِکش کے نیچے (یعنی اس پیپل کے پیڑ کے نیچے) بتایا تھا۔ اس کے بعد دوسرا ہفتہ اجپال نیگرودھ ورکش (برگد کے پیڑ) کے نیچے

تیسرا ہفتہ مچلِند نامی پیڑ کے نیچے ۔ چوتھا ہفتہ راجائتن پیڑ کے نیچے بِتا کر بھگوان بُدھ پھر سے اجپال پیڑ کے نیچے آ بیٹھے ۔ وہاں اُن کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ "یہ فلسفۂ زندگی میں نے بہت تکالیف برداشت کر کے حاصل کیا ہے ۔ لہٰذا لوگوں کو اس کا درس دینے میں مزید تکالیف برداشت کرنا مناسب نہیں ۔" برہم دیو نے یہ خیال جان لیا اور بھگوان سے اپنی تعلیمات کا درس دینے کی درخواست کی —— یہ کہانی بڑی تفصیل کے ساتھ 'مہاوگ' اور 'مجھم نکائے' کے 'اریہ پریہ سن سُت' میں درج ہے ۔ لیکن یہ کہانی گوتم بُدھ کے بارے میں نہیں ہو سکتی ۔ یہ داستان 'دیپی بُدھ' کے بارے میں زمانۂ قدیم کے کسی مصنّف نے گھڑی ہو گی ۔ اور پھر اُسے جوں کا توں گوتم بُدھ کے سوانح سے منسلک کر دیا گیا ہو گا ۔ اس داستان کا مقصد میں نے اپنی کتاب 'بدھ دھرم آنی سنگھ' (صفحہ ۱۶، ۱۹) میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے ۔ لہٰذا یہاں قلمبند نہیں کر رہا ہوں ۔

پنچ ورگیہ بھکشوؤں (یا پانچ ساتھی بھکشوؤں)

کو اُپدیش دینے کا خیال

بھگوان بُدھ کے سامنے یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ اُنھیں چار بُنیادی صداقتوں کا جو علم حاصل ہوا ہے اُس کا درس سب سے پہلے کسے دیا جائے ۔ بودھی ستو کے دو گورو آلار کالام اور اُدک رام پُت اگر زندہ ہوتے تو وہ اس نئے فلسفۂ حیات

کو فوراً قبول کر لیتے لیکن وہ زندہ نہیں تھے۔ لہٰذا بھگوان بدھ نے فیصلہ کیا کہ اپنے پانچ ساتھیوں (پنچ ورگیہ بھکشوؤں) کو اُپدیش دیا جائے یہ بھکشو اس وقت بنارس کے قریب رشی پتن میں رہتے تھے بھگوان وہاں کے لیے چل پڑے۔ راستے میں اُن کی ملاقات اُپک نامی سادھو سے ہوئی۔ بدھ نے اُس سے کہا مجھے حصول کمال ہو گیا ہے" لیکن اُپک کو اُن پر یقین نہ آیا۔ "ہوا ہو گا" کہہ کر وہ اپنے راستے پر ہو لیا۔ اس ایک تجربے سے ہی بھگوان بدھ نے سمجھ لیا ہو گا کہ دوسرے فرقوں کے سادھو سنیاسیوں کو اُپدیش دینا لاحاصل ہے

پنچ ورگیہ بھکشوؤں کی اصلاح

اساڑھ کی پورنماشی سے پہلے بھگوان بدھ وارانسی پہنچ گئے۔ جب وہ رشی پتن میں گئے تو اُنھیں دور سے آتا دیکھ کر پنچ ورگیہ بھکشوؤں نے فیصلہ کیا کہ اُن کا کسی طرح کا استقبال نہیں کریں گے۔ لیکن جوں جوں وہ قریب پہنچتے گئے، اُن کا وہ فیصلہ ڈھیلا پڑتا گیا۔ اور بالآخر اُنھوں نے اُن کی مناسب تعظیم کی۔ لیکن اُن کا فلسفۂ حیات سُننے کو وہ تیار نہیں تھے جب بھگوان بدھ نے کہا کہ "مجھے ایک نیا فلسفۂ حیات ملا ہے" تو وہ بولے۔ "اے گوتم! تمھاری اس کڑی تپسیا سے بھی تمھیں حصول کمال نہیں ہوا تھا۔ اب تو تپسیا کو ناپاک کر کے تم نے کھانا پینا شروع کر دیا ہے۔ اس حالت میں تم پر کیوں کر الہام ہو سکتا ہے۔"

بھگوان بدھ بولے۔ "اے بھکشوؤ! کیا اس سے پہلے کبھی میں نے

کبھی بے ہر کی اُڑائی ہے ؟ اگر نہیں تو میری بات پر دھیان دو مجھے نجات کا راستہ مل گیا ہے۔ اس راستہ کو اپنانے سے آپ کو جلد ہی حیات و ممات سے نجات مل جائے گی۔"

اس طرح ان بھکشوؤں کو سمجھا بجھا کر تھوڑی دیر میں بھگوان بُدھ نے اُنھیں اپنا فلسفۂ حیات سُننے پر آمادہ کر لیا۔ اس موقعہ پر اُن کے دئے ہوئے اُپدیش کو "دھرم چکر پرورتن" کہتے ہیں۔ یہ سُت 'سچ سنیت' کے دوسرے 'وگ' میں اور 'ونے گرنتھ' کے 'مہاوگ' میں درج ہے اور اُس کا سنسکرت ترجمہ 'للت وستر' کے چھبیسویں باب میں۔ ہم یہاں اصل پالی سُت کا ترجمہ پیش کرتے ہیں:

دھرم چکر پرورتن

ایک بار بھگوان بُدھ وارانسی کے رشی پتن میں مرگ بن میں رہتے تھے۔ وہاں بھگوان پنج ورگیہ بھکشوؤں سے بولے۔

اے بھکشوؤ! سمجھ دار انسان کو دو طرح کی انتہاؤں پر نہیں جانا چاہیئے۔ پہلی انتہا ہے عیش و عشرت کی زندگی میں راحت ماننا۔ یہ نہایت حقیر، جاہل، عمومی اور غیر مہذب لوگوں کا کام ہے۔ دوسری انتہا ہے جسم کو ایذا پہنچانا۔ یہ انتہائی تکلیف دہ بے معنی اور وحشیانہ فعل ہے۔ ان دو انتہاؤں تک نہ جاتے ہوئے بُدھ نے نجات دہندہ درمیانی راستہ ڈھونڈ نکالا ہے وہ

راستہ کون سا ہے؟ نیک اعتقاد، نیک نیت، نیک قول، نیک فعل، نیک ذریعۂ معاش، نیک ورزش (کوشش) نیک خیال اور نیک مراقبہ ہی وہ اعلیٰ اشرف ہشت پہلو راستہ ہے۔

بھکشوؤ! غم نامی پہلی بُنیادی صداقت یوں ہے؛ پیدائش غم کا باعث ہے، بیماری غم کا باعث ہے۔ بڑھاپا غم کا باعث ہے۔ موت غم کا باعث ہے۔ عزیزوں کی جُدائی اور جو عزیز نہیں ہیں اُن کی صحبت غم کا باعث ہے۔ پسندیدہ شے کے ملنے سے بھی غم ہوتا ہے۔ القصہ یہ پانچ سکندھ (صفات) غم کا باعث ہیں۔

بھکشوؤ! بار بار پیدا ہونے والی تشنگی (خواہش زیست) ہی سببِ غم نامی دوسری بُنیادی صداقت ہے۔

بیراگ سے اس تشنگی کا مکمل انسداد، انسدادِ غم نامی تیسری بُنیادی صداقت ہے۔

اور (مذکرہ بالا) اعلیٰ و اشرف ہشت پہلو راستہ ہی فنائے غم نامی چوتھی بُنیادی صداقت ہے۔

ستت پٹک، میں بُدھ کے بے شمار اُپدیش شامل ہیں لیکن اُن کے فلسفۂ حیات کا بُنیادی اُپدیش یہی ہے۔ تنہا 'سچ ستیت' میں ہی ان چار بُنیادی صداقتوں کے بارے میں ۱۳۱ سُت ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی اُن کا بار بار تذکرہ ملتا ہے۔ بُدھ کے دوسرے اُپدیشوں کی بُنیاد ان چار بُنیادی صداقتوں پر استوار ہونے کی وجہ سے

یہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

چار بنیادی صداقتوں کی تشریح

کوئی بھی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ دنیا میں غم ہے۔ لیکن ہر شخص یہی سوچتا رہتا ہے کہ اس کا غم کیوں کر دور ہوگا نتیجہ کے طور پر ہر کوئی دوسرے کو تباہ کر کے خود سکھی ہونا چاہتا ہے۔ اُن میں سے جو تشدد پسند اور عقلمند ہوتے ہیں وہ رہنما بن جاتے ہیں اور دوسروں کو اُن کے زیر سایہ رہنا پڑتا ہے۔ متشددانہ میلانات رکھنے کے باعث ان رہنماؤں میں بھی اتفاق نہیں رہتا۔ اور انھیں سب سے زیادہ جبری اور عقلمند رہنما کو اپنا راجا بنا کر اُس کے اشاروں پر چلنا پڑتا ہے۔ راجا کو یہ خوف رہتا ہے کہ اُس کا راج کوئی دوسرا راجا چھین لے گا۔ چنانچہ راج کی حفاظت کے لئے وہ یگیہ وغیرہ مذہبی رسومات میں جانوروں کی قربانی دیتا ہے۔ اس طرح کے انسان وحیوان کے لئے مصیبتیں پیدا کرنے والے سماجی ڈھانچے کو ختم کر کے اگر اس کی جگہ بہتر سماج کھڑا کرنا ہو تو ہر شخص کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اس کا اور دوسروں کا غم مشترک ہے۔ یہی وجہ تھی کہ بھگوان بدھ نے پہلی بنیادی صداقت کی بنیاد عمومی غم پر رکھی۔

حیات وممات کا عمومی غم بطور فکر شرمنوں (سادھوؤں سنیاسیوں) کے لئے نہ صرف قابلِ قبول تھا۔ بلکہ اس غم کے خاتمے کے لئے ہی وہ تپسیا کرتے تھے۔ البتہ غم کے اسبابِ علل کے سلسلہ میں اُن میں اختلاف رائے تھا۔

بعضوں کے نزدیک غم روح کا پیدا کردہ تھا۔ بعض اُسے فطرت کا پیدا کردہ گردانتے تھے بعضوں کا کہنا تھا کہ غم روح اور فطرت دونوں کا پیدا کردہ ہے اور بعضوں کے خیال میں اُسے روح نے پیدا کیا تھا نہ فطرت نے، بلکہ یہ محض اتفاقی تھا۔

اُن میں سے اول الذکر قسم کے شرمن جینی تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ روح نے جو اپنے پہلے جنم میں گناہ کئے تھے۔ غم اُن کے کارن پیدا ہوا ہے اور اُس سے نجات حاصل کرنے کیلئے وہ جسم کو ایذا پہنچا کر روح کو ایذا پہنچاتے تھے۔ دوسری قسم کے شرمن سمجھتے تھے کہ غم کو فطرت نے پیدا کیا ہے اور اپنی روح کو فطرت کے شکنجے سے نکالنے کیلئے کڑی ریاضت کرتے تھے تیسری قسم کے شرمنوں کے نزدیک غم روح اور فطرت دونوں کا پیدا کردہ تھا اور وہ اپنے جسم کو ایذا پہنچا کر روح کو غم سے آزاد کرانے کی کوشش کرتے تھے اور اواخر الذکر شرمن غم کو محض اتفاق گردانتے تھے لہذا اُن کا جھکاؤ بےعملی کی طرف تھا۔ وہ یا تو بے مقصد ریاضت کرتے یا قطعی بےعمل ہو جاتے سماج کے لئے وہ بالکل بے مصرف تھے۔

بھگوان بُدھ نے سب سے پہلے اس صداقت کا انکشاف کیا کہ غم کا حقیقی سبب روح یا فطرت نہیں، بلکہ اُس کا دوسرا نام انسانی تشنگی یا خواہشات ہے۔ پچھلے جنم اور اس جنم کی خواہشات کی وجہ سے ہی غم پیدا ہوتا ہے۔ 'خواہشات کہاں سے آئیں'، یہ سوال بے معنی ہے۔ جب تک خواہشات ہیں تب تک غم پیدا ہوتا رہے گا —— یہ دوسری بنیادی صداقت ہے۔

تیسری بُنیادی صداقت یہ ہے کہ خواہشات کا خاتمہ کرنے سے ہی انسان غم سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور خواہشات کے خاتمے کا ذریعہ ہے۔ دو انتہاؤں کے بیچ میں سے گزرتے والا اعلیٰ و اشرف ہشت پہلو درمیانی راستہ ——— یہ چوتھی بنیادی صداقت ہے۔

ہشت پہلو راستے کی تشریح

اس ہشت پہلو راستے کی پہلی سیڑھی ہے، نیک اعتقاد یعنی چار بنیادی صداقتوں پر مکمل اعتقاد۔ دُنیا میں غم ہی غم بھرا پڑا ہے۔ نسلِ انسانی کی شدید خواہشات کا خاتمہ کرنے سے ہی سب کو امن و سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ایک دوسرے سے محبت رواداری، اخلاق اور اعتماد سے پیش آنا ہی اس امن و سکون کا راستہ ہے۔ اگر ایسا نیک اعتقاد لوگوں میں پیدا نہ ہوا تو خود غرضی اور خود پرستی کی بنا پر ہونے والے جھگڑے کبھی ختم نہ ہوں گے اور دُنیا کو امن و سکون حاصل نہیں ہو گا۔

اگر ہر شخص اپنی دولت و ثروت اور اختیار و اقتدار بڑھانے کی کوشش کرے گا تو اس سے خود اس کو اور دوسروں کو یکساں نقصان ہو گا اس لئے ملکیت کی تمنا کے تابع نہ ہو کر دوسروں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ اور اُن کی خوشی و خوش حالی میں اضافہ کرنے کی نیک نیت یا نیک ارادہ دل میں رکھنا چاہیئے۔

دروغ گوئی چغلی، گالی، فضول گوئی وغیرہ بد کلامی کے باعث

سماج کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اور جھگڑے پیدا ہو کر تشدد کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ صحیح اور شیریں کلامی سے کام لینا چاہیئے اسی کو نیک قول کہتے ہیں۔

قتل، چوری، زنا وغیرہ ہونے لگیں تو اس سے سماج کو بے حد نقصان پہنچتا ہے لہٰذا قتل، چوری، زنا وغیرہ افعال سے دور رہ کر ایسے جسمانی اعمال کرنے چاہئیں جن سے لوگوں کی فلاح ہو اسی کو نیک فعل کہتے ہیں۔

نیک ذریعۂ معاش کا مطلب ہے، ایسے ذرائع زندگی اختیار کرنا جن سے سماج کو نقصان نہ پہنچے۔ مثال کے طور پر شراب فروشی، جانوروں کا بیوپار، وغیرہ کاروبار عیال دار شخص کو نہیں کرنے چاہئیں ایسے کاروبار ممنوع قرار دے کر نیک ذرائع زندگی گذارنا ہی نیک ذریعۂ معاش ہے۔

جو بُرے خیالات دل میں پیدا نہ ہوئے ہوں، اُنھیں پیدا ہونے کا موقع نہ دینا، جو بُرے خیالات دل میں پیدا ہو چکے ہوں اُنھیں نکال باہر کرنا۔ جو نیک خیالات دل میں پیدا نہ ہوئے ہوں اُنھیں پیدا کرنے اور جو نیک خیالات دل میں پیدا ہو چکے ہوں، اُنھیں بڑھاوا دینے کی کوشش کرنا ——— ان چار ذہنی کوششوں کو نیک ورزش یا نیک کوشش کہتے ہیں۔[1]

جسم ناپاک اجزار سے بنا ہے، اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا جسمانی

---

[1] جسمانی ورزش سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

دکھوں اور سکھوں کا بار بار جائزہ لینا۔ ذہنی میلانات کا جائزہ لینا اور حواس خمسہ پر کڑی نظر رکھنا ———— یہ نیک خیال ہے۔

اپنے جسم پر، مردہ جسم پر، ذہنی میلانات پر اور مٹی، پانی، آگ، ہوا، وغیرہ عناصر ترکیبی پر ذہن مرکوز کر کے چار مراقبے کرنا ہی نیک مراقبہ ہے[1]

دو انتہاؤں تک نہ جا کر اُن کے درمیانی راستہ پر چلنا چاہئیے۔ ایک انتہا ہے عیش و عشرت کی زندگی میں راحت ماننا۔ ایسے لوگوں کو حقیر، جاہل عمومی اور غیر مہذب کہا گیا ہے۔

جب نسل انسانی جہالت اور دلدر میں پھنسی ہوئی ہو اس وقت اگر ہم عیش و عشرت کو ہی مقصود زندگی سمجھیں تو اس سے زیادہ حقیر بات اور کیا ہوگی؟ یہ انتہا جاہل لوگوں کی ہے عمومی لوگوں کی ہے، مہذب لوگوں کے شایان شان نہیں۔ دوسری انتہا جسم کو ایذا پہنچانے کی ہے۔ اسے اپنانے والوں کو حقیر اور جاہل تو نہیں کہا - لیکن اسے تکلیف دہ، بے معنی اور وحشیانہ فعل گردانا ہے۔ ہشت پہلو راستے کے تمام پہلو ان دو انتہاؤں کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر کھانا، پینا، موج اڑانا، عشرت پسند لوگوں کا مطمح نظر ہے۔ اور فاقے وغیرہ سے جسم کو ایذا پہنچانا تپسویوں کا۔ ان

---

[1] ان تمام عناصر پر ذہن مرکوز کر کے کیوں کر چار مراقبے کئے جا سکتے ہیں؟ اس کی تفصیل سُمادھی مارگ میں درج ہے

دونوں کے بیچ کا نقطۂ نظر ہے چار بُنیادی صداقتوں کا علم۔ اسی طرح دوسرے پہلوؤں کے درمیانی نقطۂ نظر کو بھی جاننا چاہیئے[1]

---

[1] چار بنیادی صداقتوں سے متعلق مزید معلومات:
'بودھ دھرم آنی سنگھ' کے تیسرے باب میں صفحہ ۹۴، ۹۹ پر درج ہیں وہ بھی دیکھ سکتے ہیں۔

٦۔ بودھ جماعت (سنگھ)

پنچ ورگیہ بھکشوؤں سے متعلق معلومات

جن پنچ ورگیہ بھکشوؤں کو بھگوان بُدھ نے سب سے پہلے اپنے دھرم کا اُپدیش دیا، اُن سے متعلق معلومات 'ست پٹک' میں بہت ہی کم ملتی ہیں۔ 'سینت نکائے' کے 'ونگیس سنیت' میں (۹/۸) یہ تذکرہ ملتا ہے کہ سب سے پہلے جس بھکشو نے بُدھ کا فلسفۂ حیات قبول کیا وہ آگیات کونڈنیہ بہت عرصہ کے بعد راج گرہ آیا۔ اور اُس نے اپنے آٹھوں اعضاء سے بُدھ کو پرنام کیا۔ دوسرا پنچ ورگیہ بھکشو اسّجی (اشوجیت) راج گرہ میں بیمار تھا۔ اور اُس بیماری کی حالت میں بھگوان بُدھ نے اُسے اُپدیش دیا۔ یہ تذکرہ 'کھند سنیت' کے ۸۸ ویں سُت میں درج ہے۔ ان دونوں کے علاوہ دیگر تین بھکشوؤں کے نام سُت پٹک میں کہیں نہیں ملتے۔

'جاتک کی' 'ندان کتھا' اور دیگر اٹھ کتھاؤں میں ان پنچ ورگیہ بھکشوؤں سے متعلق جو تھوڑی بہت معلومات ملتی ہیں اُن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"رام، دھوج، لکھمن (لکھشمن)، منتی (منتری) کونڈن (کونڈنیہ) بھوج، سیام اور سدت یہ آٹھوں برہمن ویدوں کے عالم تھے انھوں نے بودھی ستو کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کی۔"

اُن میں سے سات نے یہ دو رُخی پیشین گوئی کی کہ اگر بودھی ستو گرہستھ آشرم میں رہیں گے تو وہ چکرورتی ہوں گے اور اگر گرہستھ آشرم کو چھوڑ کر سنیاسی بنیں گے تو عارف ہو جائیں گے۔ ان آٹھوں میں کونڈنیہ سب سے کم عمر تھا۔ اُس نے صرف ایک پیشین گوئی کی کہ بودھی ستو بہر حال عارف ہوں گے۔ دو رُخی پیشین گوئی کرنے والے سات برہمنوں نے گھر جا کر اپنے لڑکوں سے کہا: "اب ہم بڈھے ہو چکے ہیں۔ اگر راجکمار سدھارتھ بُدھ ہو جائیں تو اس حیثیت میں اُنھیں دیکھنا ہماری قسمت میں نہیں اگر وہ بُدھ ہو گئے تو تم اُن کی جماعت میں شامل ہو جانا۔"

جب بودھی ستو نے گھر چھوڑا تو اُس وقت تنہا کونڈنیہ زندہ تھا۔ وہ دوسرے سات برہمنوں کے لڑکوں کے پاس جا کر بولا۔ "سدھارتھ کمار نے سنیاس لے لیا ہے۔ وہ یقیناً بُدھ ہو گا۔ لہٰذا اُس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی سنیاسی ہو جانا چاہیے۔" ان نوجوانوں میں سے چار نے کونڈنیہ کا کہا مان لیا اور وہ اس کے ساتھ سنیاس لے کر بودھی ستو کے پیچھے چلے گئے۔ یہ پانچوں اشخاص آگے چل کر 'پنچ ورگیہ' نام سے مشہور ہوئے۔

مہاوگ اور للت وستر' میں اُن کے نام اس طرح دیئے گئے ہیں:
کونڈن (کونڈنیہ) وپ (واشپ) بھدریہ (بھدرک) مہانام
اور اسجی (اشوجت)

لیکن پنچ ورگیہ بھکشوؤں کی یہ تعریف داستان محض معلوم ہوتی ہے اگر کونڈنیہ کو یقین تھا کہ گوتم کمار بدھ ہونیوالا ہے تو اُسے اُرودیلا میں چھوڑکر وہ وارانسی کیوں چلا گیا تھا؟ جب بودھی ستو نے جسمانی طاقت کے لئے ضروری غذا کا استعمال کرنا شروع کر دیا تو کونڈنیہ کی تمامتر عقیدت کیسے ختم ہو گئی؟ مجھے لگتا ہے کہ یہ پنچ ورگیہ بھکشو پہلے آلار کالام کے پیرو تھے اور شاکیوں کی ریاست میں یا اُس کے آس پاس کے علاقے میں رہتے تھے وہاں بودھی ستو کے ساتھ اُن کی دوستی ہو گئی۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سب کے سب برہمن ہی تھے۔ آلار کالام اور اُدک رام پت کے فلسفۂ حیات سے مقصد برآری نہ ہوتے دیکھ کر جب بودھی ستو مزید علم کے لئے راج گرہ چلے گئے تو یہ پنچ ورگیہ بھکشو بھی اُن کے ساتھ گئے ہوں گے۔ اُنھوں نے شاید یہ سوچا تھا کہ اگر بودھی ستو نے نیا فلسفۂ حیات ڈھونڈھ نکالا تو وہ اس پر اعتقاد لے آئیں گے لیکن جب بودھی ستو نے تپسیا اور فاقے ترک کر دیے تو اُن کا اعتقاد جاتا رہا اور وہ وارانسی چلے گئے۔

پنچ ورگیہ بھکشو جماعت

گوتم بودھی ستو جس وقت بدھ ہو کر وارانسی کے رشی پتن میں پہنچے اس وقت

ان پنچ ورگیہ بھکشوؤں نے اُن کا استقبال تک کرنے کا ارادہ نہ کیا تھا۔ وغیرہ باتیں پانچویں باب میں آچکی ہیں۔ بالآخر ان پنچ ورگیہ بھکشوؤں نے بُدھ کا فلسفۂ حیات سُن لیا اور اس وقت تنہا کونڈنیہ نے اُس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا تب بھگوان بُدھ بولے "کونڈنیہ نے جانا" اور اس وجہ سے کونڈنیہ کا نام آگیات (جاننے والا) کونڈنیہ پڑ گیا۔ صرف اسی ایک بات سے کونڈنیہ کو بودھ ادب میں کافی اونچا مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اور کہیں بھی اُس کے کسی کارنامے کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اُس کی خوبی صرف یہ سمجھنی چاہیے کہ سب سے پہلے تنہا اُسی نے بُدھ کے نئے فلسفۂ حیات کا خیر مقدم کیا۔

اُس کے بعد بھگوان بُدھ نے وپ (واشپ) اور بھدیہ (بھدرک) کو سمجھایا اور کچھ دنوں بعد اُنھیں بھی اس نئے فلسفۂ حیات کا علم ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مہانام اور اسجی (اشوجیت) کو اس نئے فلسفۂ حیات کا علم ہو گیا اور یہ پنچ ورگیہ بھکشو بُدھ کے مرید ہو گئے۔ اس سلسلہ میں کتنی مدت صرف ہوئی۔ اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ لیکن سب سے پہلے پنچ ورگیہ بھکشو ہی بُدھ کے شاگرد بنے اور ان پانچوں کی ایک بھکشو جماعت بنی۔ اس سلسلہ میں سُت پٹک، اور وِنے پٹک، ایک سی گواہی دیتے ہیں۔

یش اور اُس کے ساتھی

بھگوان بُدھ جب اپنے پنچ ورگیہ بھکشوؤں کے ساتھ رشی پتن میں رہتے تھے تب اُنھیں مزید بچپن بھکشو کیسے ملے۔ اس چوماسہ کے بعد

بھگوان نے راج گرہ تک کا سفر کر کے بھکشو جماعت میں کتنا بڑا اضافہ کیا اُس کی تفصیل 'مہاوگ' میں ملتی ہے۔ خلاصہ اس کا یوں ہے:

وارانسی میں یش نامی ایک دولت مند نوجوان رہتا تھا۔ اچانک اُس کا دل دُنیا سے اُچاٹ ہو گیا اور کسی سکون کی جگہ کی تلاش میں وہ رشی پتن جا پہنچا۔ بُدھ نے اپنے دھرم کا اُپدیش دے کر اسے اپنی جماعت میں شامل کر لیا۔ اُس کی تلاش میں اُس کے ماں باپ وہاں پہنچے تو بُدھ نے اُنھیں بھی اپدیش دیا اور یوں وہ بھی بُدھ کے مُرید ہو گئے۔

وارانسی میں رہنے والے یش کے چار دوستوں ——— وِمل، سُباہو پُن جی (پورن جیت) اور گوامپتی ——— کو جب یش کے بھکشو ہو کر بُدھ کی جماعت میں شامل ہو جانے کی خبر ملی تو وہ بھی رشی پتن جا کر بھکشو جماعت میں داخل ہو گئے۔ ان سب کے پچاس نوجوان دوست تھے۔ اُنھوں نے بھی رشی پتن میں جا کر بُدھ کا اُپدیش سُنا اور اپنے دوستوں کی طرح بھکشو جماعت میں شامل ہو گئے، یوں رشی پتن میں ساٹھ بھکشوؤں کی جماعت بن گئی۔

فلاحِ عامہ کے لئے دھرم کا پرچار

چوماسے کے آخر میں بھگوان بُدھ نے اپنی اس بھکشو جماعت سے مخاطب ہو کر کہا:

"میں حیات و ممات کی زنجیروں سے آزاد ہو گیا ہوں اور آپ بھی ان زنجیروں سے آزاد ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اے بھکشوؤ!

آپ فلاح عامہ کے لئے سُکھ کے لئے، لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے، دیوتاؤں اور انسانوں کی بہبودی کے لئے دھرم کا اُپدیش دینے پر کمربستہ ہو جائیے۔ ایک راستے سے دو مت جائیے۔ شروع میں نجات دہندہ، درمیان میں نجات دہندہ آخر میں نجات دہندہ —— اس فلسفۂ حیات کا لوگوں کو اُپدیش دیجئے"

یوں بھگوان بُدھ نے اپنے ساٹھ بھکشوؤں کو چار اطراف بھیج دیا۔ وہ لوگ دوسرے نوجوانوں کو بھگوان کے پاس لے جاتے اور بھگوان اُنھیں ترکِ دُنیا کی تلقین کر کے اپنی جماعت میں شامل کر لیتے۔ لیکن اس طریقے سے ساٹھ بھکشوؤں اور نوجوان اُمیدواروں کو تکلیف ہونے لگی۔ لہٰذا بھگوان نے بھکشوؤں کو اجازت دے دی کہ وہ خود ہی لوگوں کو براہِ راست اپنی جماعت میں شامل کر لیا کریں اور پھر وہ اُرو ویلا کی طرف چل پڑے۔

بھدّورگیہ بھکشو

راستے میں بھدّورگیہ نام کے تیس نوجوان ایک باغ میں اپنی بیویوں سمیت سیر و تفریح کی غرض سے آئے ہوئے تھے، اُن میں سے ایک کی بیوی نہیں تھی۔ لہٰذا اُس کیلئے ایک طوائف لائی گئی تھی۔ وہ تیس نوجوان اور اُنتیس عورتیں جب رنگ رلیوں میں مگن ہو کر سدھ بدھ بھول گئے تو وہ طوائف اُن کی بہت سی چیزیں لے کر چمپت ہو گئی۔ اُس وقت بھگوان بدھ اُس باغ میں ایک درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھے تھے۔ جب ان تیس نوجوانوں کو طوائف کے

یوں بھاگ جانے کا پتہ چلا تو وہ اُسے کھوجتے ہوئے اس جگہ جا پہنچے جہاں بھگوان بُدھ بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے بھگوان سے پوچھا۔" سادھو! کیا آپ نے کسی نوجوان عورت کو اِدھر سے نکلتے دیکھا ہے ـــــ؟"

بھگوان بولے۔" اے نوجوان دُنیادارو! کسی نوجوان عورت کی تلاش میں بھٹکنا اور خود شناسی حاصل کرنا ـــــ اُن میں سے آپ کو کیا اچھا لگتا ہے؟"

بُدھ کی یہ بات سُن کر وہ اُن کے پاس بیٹھ گئے اور بہت دیر تک اُن کا اُپدیش سُننے کے بعد گرہستھ آشرم چھوڑ کر بھکشو جماعت میں شامل ہو گئے۔

کاشیپ بھائی

اُس کے بعد بھگوان بدھ اُرو ویلا پہنچے۔ وہاں اُرو ویل کاشیپ، ندی کاشیپ اور گیا کاشیپ نامی تین بھائی بتدریج پانچسو، تین سو اور دو سو جٹادھاری شاگردوں کے ساتھ کڑی تپسیا کر رہے تھے۔ بھگوان بدھ سب سے بڑے بھائی کے آشرم میں گئے اور اُنھیں عجیب و غریب معجزے دکھا کر اُنھوں نے اُرو ویل کاشیپ اور اس کے پانچ سو شاگردوں کو اپنی بھکشو جماعت میں شامل کر لیا۔ اُرو ویل کاشیپ کے بعد اُس کے دونوں چھوٹے بھائی اور اُن کے تمام شاگرد بھگوان بُدھ کے پیرو ہو گئے۔

بڑی بھکشو جماعت کے ساتھ راج گرہ میں داخلہ

ان ایک ہزار تین بھکشوؤں کو ساتھ لے کر بھگوان بُدھ راج گرہ گئے

وہاں اتنی بڑی بھکشو جماعت کو دیکھ کر شہریوں میں بڑی ہلچل مچی۔ راجا بمبسار اور اُس کے تمام سردار بُدھ کے استقبال کو آئے۔ بمبسار نے بُدھ اور اُنکی بھکشو جماعت کو دوسرے دن راج محل میں کھانا کھانے کی دعوت دی اور اُس کے بعد انھیں وینوبن نامی باغ دان میں دے دیا۔

ساری پُت اور موگلان

راج گرہ کے پاس سنجے نامی ایک مشہور سنیاسی اپنے بہت سے شاگردوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ساری پُت اور موگلان اُس کے دو ممتاز شاگرد تھے۔ لیکن سنجے کے فلسفے میں اُن کا دل نہیں لگتا تھا۔ اُنھوں نے آپس میں طے کیا کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صحیح راستہ بتانے والا کوئی شخص مل جائے تو وہ اپنے ساتھی کو اس کی خبر کر دے گا۔ اور پھر دونوں مل کر اس نئے دھرم کو قبول کر لیں گے۔

ایک دن اسجی بھکشو راج گرہ میں بھکشا مانگ رہا تھا۔ اُس کا متین و پُرسکون چہرہ دیکھ کر ساری پُت کو لگا کہ ہو نہ ہو یہ سنیاسی ضرور نجات کا راستہ دکھا سکتا ہے۔ اسجی سے گفتگو کرنے پر اُسے معلوم ہوا کہ وہ بُدھ کا شاگرد ہے اور بُدھ کا فلسفۂ حیات ہی صحیح اور سچا فلسفہ ہے۔ ساری پُت نے یہ بات موگلان کو جا بتائی۔ اور پھر وہ دونوں سنجے کے دو سو پچاس شاگردوں کے ساتھ بُدھ کے پاس جا کر اُن کی بھکشو جماعت میں شامل ہو گئے۔

تاریخی کسوٹی

یش اور دوسرے چوّن نوجوانوں کے بھکشو بن جانے کے قصے " سے لے کر یہاں تک بتائی گئیں تمام باتیں 'مہاوگ' سے لی گئی ہیں۔ اب ان باتوں کو تاریخی کسوٹی پر کس کر دیکھنا چاہیئے۔ بودھی ستو نے ارو ویلا میں تپسیا کی اور وہیں بُدھ ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھگوان بدھ کو ارو ویلا کے علاقے کی اچھی طرح واقفیت تھی۔ ارو ویلا کاشیپ اور اُس کے دو چھوٹے بھائی، ایک ہزار جٹا دھاری شاگردوں سمیت اسی علاقہ میں رہتے تھے۔ اگر بھگوان بدھ اُنھیں اپنے عجیب و غریب معجزے دکھا کر اپنا شاگرد بنانا چاہتے تھے تو پھر اُنھیں چھوڑ کر کاشی کیوں چلے گئے؟ اُنھیں یہ کیوں محسوس ہوا کہ پنچ ورگیہ بھکشوؤں کے علاوہ اُن کے دھرم کو کوئی نہیں سمجھے گا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ اس وقت تک بھگوان بدھ کے پاس عجیب و غریب معجزے دکھانے کی طاقت نہیں تھی اور یہ طاقت اُنھیں کاشی جا کر پنچ ورگیہ بھکشوؤں کو اُپدیش دینے کے بعد حاصل ہوئی۔

رشی پتن میں پنچ ورگیہ بھکشوؤں کے علاوہ بدھ کو جو پچپن بھکشو اور ملے اُن میں سے صرف پانچ کے نام 'مہاوگ' میں ملتے ہیں۔ دوسرے پچاس میں سے کسی کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھکشوؤں کی تعداد بڑھانے کے لئے ہی پچاس کے اعداد جوڑ دیئے گئے ہیں۔

راستے میں جو تیس نوجوان مرد عورتوں کے ساتھ تفریح میں مشغول تھے

اُنھیں بھگوان بُدھ نے بات کی بات میں بھکشو بنالیا۔ یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی ہے۔ اگر اُنھیں ایسا ہی کرنا تھا تو اُنھوں نے ارو ویلا سے کاشی جانے کی زحمت کیوں کی؟ کیا ارو ویلا کے آس پاس اُنھیں اس قسم کے نوجوان نہیں مل سکتے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بیچ میں ان تیس نوجوانوں کی کہانی کیوں گھسیڑ دی گئی ہے؟

بھگوان بدھ جب ایک ہزار تین جٹادھاری سادھوؤں کو بھکشو بناکر اور اُنھیں اپنے ہمراہ لے کر راج گرہ پہنچے تھے تو سارے راج گرہ میں ہلچل مچ گئی پھر بھی ساری پُرجا کو اتنا تک معلوم نہ تھا کہ بھگوان بُدھ کون ہیں؟ یہ کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے؟ اشّجی پنچ ورگیہ بھکشوؤں میں سے ایک تھا۔ اُسے دوسرے پنچ ورگیہ بھکشوؤں کے ساتھ مذہبی تبلیغ کی خاطر کاشی کے گرد و نواح میں بھیج کر بھگوان بُدھ ارو ویلا اور وہاں سے راج گرہ چلے گئے تھے۔ تو پھر یہ اشّجی اچانک راج گرہ کیسے پہنچ گیا؟ مختصراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنچ ورگیہ بھکشوؤں اور یش اور اُس کے چار ساتھیوں کو بھکشو جماعت میں شامل کرلینے کے بعد بھگوان بُدھ کاشی سے راج گرہ تک کے سفر کی جو باتیں مہاوگ میں آئی ہیں، اُن میں سے بیشتر زیب داستان کا درجہ رکھتی ہیں۔

لِلت وِستر کی فہرست

یقینی طور پر اصلیت کے بارے میں اگرچہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم للت وستر

کے شروع میں بھکشوؤں کی جو فہرست دی گئی ہے اُس سے بھکشو جماعت کی بُنیاد کے متعلق چند معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، وہ فہرست ہم یہاں درج کر رہے ہیں:

(۱) گیان کونڈنیہ (۲) اشوجت (اسجی) (۳) واشپ (وپ) (۴) مہانام (۵) بھدرک (بھدریہ) (۶) یشو دیو (دلیس) (۷) وِمل (۸) سباہو (۹) پُرن (پُن جی) (۱۰) گوامپتی (گوپتی) (۱۱) اروویل کاشیپ (اروویل کسیپ) (۱۲) ندی کاشیپ (۱۳) گیاکاشیپ (۱۴) شاری پُت (ساری پُت) (۱۵) مہاموگلیائن (مہاموگلان) (۱۶) مہاکاشیپ (مہاکسیپ) (۱۷) مہاکاتیائن (مہاکچان) (۱۸) کفل (؟) (۱۹) کونڈنیہ (۲۰) چُنند (چُند) (۲۱) پورن منترانی پُتر (پُن منتانی پُت) (۲۲) انی رودھ (انورودھ) (۲۳) نندک (نندک) (۲۴) کشبھل (کپن) (۲۵) شبھوتی (۲۶) ریوت (۲۷) کھدرونک (۲۸) موگھ راج (موگھ راج) (۲۹) مہاپارنک (؟) (۳۰) وکل (وکُل) (۳۱) نند۔ (۳۲) راہل۔ (۳۳) سواگت (ساگت) (۳۴) آنند

اگر مہاوگ میں دیئے ہوئے گمنام بھکشوؤں کی تعداد نظرانداز کر دی جائے تو اس فہرست کے ۱۵ بھکشوؤں کی روایت 'مہاوگ' کی کہانی سے لگا کھاتی ہے اور اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پنج ورگیہ بھکشوؤں کے بعد بھگوان بُدھ کو یش اور اُس کے چار دوست مل گئے تھے۔ ان دس بھکشوؤں کے ساتھ بھگوان بدھ اروویلا گئے اور وہاں

ان کی جماعت میں تین کاشیپ بھائی شامل ہوگئے۔ ان تیرہ شاگردوں کے ہمراہ بھگوان بدھ راج گرہ گئے۔ وہاں سنجے کے شاگردوں میں سے ساری پت اور موگلان سنجے کی شاگردی سے نکل کر بھگوان بدھ کے شاگرد ہوگئے۔

ان دونوں کی شمولیت سے بھکشو جماعت کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی کیونکہ راج گرہ میں اُن کا بہت شہرہ تھا۔ ان دونوں نے بدھ کے فلسفۂ حیات کی تبلیغ کے سلسلہ میں کیا کچھ کیا۔ 'ست' اور 'ونے پٹک' اس کے شاہد ہیں۔ ایسا مانا جاتا ہے کہ لگ بھگ سارے کا سارا 'ابھی دھمم پٹک' ساری پت کا لکھا ہوا ہے۔

اس کے بعد آنے والے بھکشوؤں کی روایت تاریخی اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ 'چل وگ' (حصہ نمبر ۷) میں بتایا گیا ہے کہ آنند اور انورُدھ ایک ساتھ بھکشو بنے تھے۔ لیکن یہاں تو انورُدھ کا نمبر بائیسواں اور آنند کا چونتیسواں دیا گیا ہے۔ انھیں کے ساتھ اپالی نائی نے سنیاس لیا تھا۔ اور بعد میں وہ ونے دھر ہوگیا تھا۔ لیکن اس کا نام اس فہرست میں کہیں نہیں ملتا۔ متذکرہ بالا تمام بھکشوؤں کے حالاتِ زندگی ایک مراٹھی کتاب "بودھ سنگھا چا پریچا" کے تیسرے حصے میں درج ہیں۔ محققین اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

بھکشوؤں کی تعداد

اب ذرا اس بات پر غور کریں کہ راج گرہ میں پہنچنے تک بُدھ کو جو بھکشو ملے

ان کی تعداد کیا ان پندرہ بھکشوؤں سے زیادہ تھی ؟ بدھ کو وارانسی میں ساٹھ بھکشو ملے ۔ اروویلا کے راستے میں تیس اور اروویلا میں ایک ہزار —— اس طرح کل ملا کر ۱۰۹۳ بھکشوؤں کی جماعت کے ساتھ بھگوان بدھ راج گرہ میں داخل ہوئے ۔ وہاں ساری پُتّ اور موگلآن کے ساتھ سنجے سنیاسی کے ڈھائی سو شاگرد اُن سے آملے ۔ یعنی اس وقت بھکشو جماعت میں ۱۳۴۵ افراد شامل ہو چکے تھے ۔ لیکن بدھ کے پاس اتنی بڑی بھکشو جماعت کے ہونے کا تذکرہ 'سُت پٹک' میں کہیں نہیں ملتا ۔ 'سامنن پھل سُت' میں کہا گیا ہے کہ بھگوان بدھ اپنے پری نروان سے ایک دو برس قبل جب راج گرہ گئے تو اُن کے ساتھ ۱۲۵۰ بھکشو تھے ۔ لیکن 'دیگھ نکائے' کے دیگر آٹھ ستوں میں بھکشو جماعت کے افراد کی تعداد ۵۰۰ دی گئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان بدھ کے آخری سفر میں بھی اُن کے ہمراہ ۵۰۰ بھکشو ہی تھے ۔ لہٰذا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بھگوان کے پری نروان تک بھکشو جماعت کے افراد کی تعداد ۵۰۰ سے زیادہ نہیں ہوئی تھی ۔

بھگوان بدھ کے پری نروان کے بعد غالباً اس تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کا کام شروع ہوا ۔ 'للت وستر' کے شروع میں ہی کہا گیا ہے کہ شراوستی میں بھگوان بدھ کے ساتھ بارہ ہزار بھکشو اور بتیس ہزار بودھی ستو تھے ۔ اسطرح اپنی جماعت کی اہمیت بڑھانے کے لئے اس وقت کے بھکشوؤں نے گذشتہ زمانے کے بھکشوؤں کی تعداد بڑھانا شروع کی اور 'مہایان' فرقے کے مصنفین نے تو بودھی ستوؤں کی تعداد میں حسب منشا اضافے کر دیئے ۔

بودھ دھرم کے زوال کی اہم وجہ یہی تھی کہ اپنے دھرم اور اپنی جماعت کی اہمیت بڑھانے کیلئے بودھ بھکشوؤں نے بے سر پَر کی داستانیں گھڑنا شروع کر دیں اور برہمنوں نے اُن سے بھی زیادہ عجیب و غریب داستانیں گھڑ کر بھکشوؤں کو شکستِ فاش دے دی۔

سادھو سنیاسیوں کی چھ مشہور جماعتیں

بُدھ کے زمانے میں بُدھ کی جماعت سے بڑی اور مشہور سادھو سنیاسیوں کی چھ جماعتیں موجود تھیں۔ ان چھ جماعتوں کے رہنماؤں —— 'پُورن کاسپ' 'مکھلی گوسال'، 'اجت کیس کنبل'، 'پکدھ کچائن'، 'سنجے بیلٹھ پت' اور 'نگنٹھ ناتھ پت' —— کو لوگ بڑی عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے اس سلسلے میں مجھم نکائے' کے 'چولسار وپم ست' میں حسب ذیل تذکرہ ملتا ہے۔

(پنگل کوتس بھگوان بُدھ سے کہتا ہے):۔

"اے گوتم! یہ جو سنگھ والے، گن والے، گن کے اچاریہ (آچاریہ)، عالم، فاضل، مشہور اور عوام میں مقبول (چھ ہستیاں ہیں)، وہ کون سی ہیں؟ (وہ ہیں) پورن کسپ، مکھلی گوسال، اجت کیس کنبل، پکدھ کچائن، سنجے بیلٹھ پت، اور نگنٹھ ناتھ پت۔

بودھ جماعت کی عملی برتری

یہ چھیوں علمار بھگوان بُدھ سے عمر میں بڑے تھے اور اُن کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت بڑی تھی۔ بھگوان بُدھ اُن سے عمر میں بھی چھوٹے تھے اور اُن کے عقیدت مندوں کی تعداد بھی بہت مختصر تھی۔ پھر بھی یہ چھوٹی سی بھکشو جماعت جس طرح سب پر بازی لے گئی اور ہندوستان پر ہی نہیں ایشیا کے پورے براعظم پر اثر انداز ہوئی، اس کا کیا سبب تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ سادھو سنیاسیوں کی متذکرہ بالا چھ جماعتیں بہت بڑی تھیں تاہم وہ عوام الناس کی بہبودی پر زیادہ توجہ نہیں دیتی تھیں۔ اُن میں سے بیشتر افراد کا نصب العین تپسیا کے ذریعہ مکتی حاصل کرنا تھا۔ گاؤں یا شہروں میں جا کر وہ گرہستھی لوگوں سے بھکشا لیتے تھے اور وقتاً فوقتاً اپنے فرقے کے فلسفہ حیات کا درس بھی دیتے تھے لیکن لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے وہ کوئی خاص کوشش نہیں کرتے تھے۔

بودھ جماعت اُن کے برعکس کام کرتی تھی۔ بُدھ کا یہ اُپدیش ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ "فلاح عامہ اور لوگوں کے سُکھ کے لئے آپ چاروں سمت میں جائیے، ایک راستے سے دو مت جائیے۔" یہ اُپدیش 'مہاوگ' اور 'مارسنیت' میں پایا جاتا ہے اور 'ستت پٹک' میں بھی اس نوعیت کے اُپدیش بیشتر مقامات پر درج ہیں۔ بھگوان بُدھ کے اس اُپدیش پر عمل کرنے سے ہی اُن کی بھکشو جماعت عوام الناس میں مقبول و مشہور ہوئی اور ہر کسی پر اس کا اثر پڑا۔

چوتھے باب میں ہم بتا چکے ہیں کہ آپس میں جھگڑنے والے لوگوں کو دیکھ کر ہی بودھی ستو کے دل میں بیراگ لینے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ ان جھگڑوں کو بزورِ بازو نمٹانا ممکن نہیں تھا۔ جب تک لوگوں میں تشدد کا رجحان رہے گا اس وقت تک سماج میں جاری و ساری جھگڑے ختم نہیں ہوں گے۔

اِسی لئے جبر و اختیار سے قطع تعلق کر کے بودھی ستو نسل انسانی کی نجات کا راستہ ڈھونڈھ نکالنے کی طرف مائل ہوئے۔ سات برس تک تپسیا کے بے شمار تجربے حاصل کرنے کے بعد انھیں پچھلے باب میں بتایا ہوا درمیانی راستہ مل گیا۔ اور اُنھوں نے لوگوں میں اس کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اسی مقصد کے لئے بھگوان بدھ نے بھکشو جماعت قائم کی۔ لہٰذا اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کہ دوسری جماعتوں کے سادھو سنیاسیوں کے بہ نسبت بودھ سادھو فلاحِ عامہ پر خاص توجہ صرف کرتے تھے

روحانی کھیتی کی ضرورت

سماج میں کھیتی، بیوپار وغیرہ پیشے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر عوام میں اتحاد نہ ہو تو ان پیشوں سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک کی بوئی ہوئی فصل دوسرا کاٹ لے جائے گا اور کسی بیوپاری کو کوئی چور ڈاکو لوٹ لے گا۔ اس طرح اگر سماج میں ابتری پھیل جائے تو اس سماج کے افراد کو بہت تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی۔ یہ اتحاد جبر و اختیار سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ دیرپا نہیں ہو سکتا۔ باہمی یگانگت اور ایثار سے پیدا ہونے والا اتحاد ہی

حقیقی اتحاد کہلا سکتا ہے۔ 'سُت نپات' کے 'کاسی بھاردواج سُت' سے ثابت ہوتا ہے کہ بدھ کا مقصد عوام الناس میں اسی قسم کا اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس ست کا خلاصہ اس طرح ہے:

"ایک دن بھگوان بُدھ بھکشا مانگنے مانگتے بھاردواج برہمن کے کھیت میں جا پہنچے۔ وہاں بھاردواج برہمن اپنے کارندوں میں کھانا تقسیم کر رہا تھا۔ بھگوان بُدھ کو بھکشا کے لئے کھڑا دیکھ کر وہ بولا۔ "میری طرح تم بھی کھیت میں ہل چلاؤ، اناج بوؤ، فصل کاٹو اور کھاؤ۔ تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟"

بھگوان بُدھ نے کہا: "میں بھی کسان ہوں۔ میں عقیدت کا بیج بوتا ہوں، اُس پر تپسیا (کوششوں) کی بارش ہوتی ہے۔ علم و دانش میرا ہل ہے۔ اور رکار خیر ہل کی مُٹھی، ذہن رسیاں ہیں اور بیداری ہل کا پھال اور چابک۔ جسم اور زبان کے سلسلے میں ضبط سے کام لیتا ہوں۔ غذا کے اعتبار سے بااصول رہ کر میں سچ کے ذریعے ذہنی بُرائیوں کی گوڑائی کرتا ہوں۔ صبر میری چھٹی ہے اور حوصلہ میرے بیل۔ میرے بیل اس سمت میں جاتے ہیں جہاں غم نہیں کرنا پڑتا۔"

بھاردواج برہمن فوراً بھگوان کی اس بات کا مطلب سمجھ گیا اور اُن کا شاگرد بن گیا۔"

اُس اُپدیش میں بُدھ نے کھیتی کا امتناع نہیں کیا۔ اُن کے اُپدیش کا

مطلب صرف یہ ہے کہ اگر وہ کھیتی پابندِ اصول نہیں تو اس سے سماج کو سُکھ کے بجائے دُکھ پہنچے گا۔ ایک کی بوئی ہوئی فصل اگر دوسرا کاٹ لے جائے تو کھیتی کرنے کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوگا۔ اور سماج میں خطرناک حد تک ابتری پھیل جائے گی۔ لہٰذا سب سے پہلے تمام لوگوں میں ایک دوسرے کے لئے رواداری ہونی چاہیئے۔ اس قسم کی ذہنی اور روحانی کھیتی کئے بغیر مادّی کھیتی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ جان کر بُدھ نے اپنی بھکشو جماعت کو سماج میں اخلاقی بیداری پیدا کرنے پر مائل کیا۔ اور یوں اُن کی جماعت بہت مختصر ہونے کے باوجود قلیل مدت میں ہی عوام الناس میں مقبول ہو گئی اور ہمت و استقلال سے کام کرتے کرتے سادھو سنیاسیوں کی دوسری جماعتوں سے آگے نکل گئی۔

جماعت کی تنظیم

اپنی جماعت کو باعمل بنانے کے لئے بھگوان بُدھ نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ جماعت کی تنظیم اُنھوں نے اس ڈھنگ سے کی کہ جس سے اُن کے بعد بھی جماعت میں اتحاد قائم رہے اور اس کے ذریعہ برابر خدمتِ خلق ہوتی رہے۔ تب وجیوں کی جمہوری ریاستوں میں رہنما لوگ ایک جگہ جمع ہو کر تبادلۂ خیال کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے فائدے کے اصول وضع کیا کرتے تھے۔ بھگوان بدھ نے اسی طریقے میں کچھ ردوبدل کر کے اپنی بھکشو جماعت پر اس کو منطبق کیا ہوگا۔ یہ بات مہاپری نیان سُت کے شروع میں مندرج تذکروں سے ثابت ہوتی ہے۔ دسکار برہمن بھگوان بُدھ کے پاس جاتا ہے اور اپنے مالک اجات شترو

کا جیوں پر حملہ کرنے کا خیال بھگوان پر ظاہر کرتا ہے۔ اس پر بھگوان دسکار برہمن سے کہتے ہیں کہ "جب تک وجی لوگ میرے بتلائے ہوئے سات اصولوں پر کاربند رہیں گے، تب تک انھیں کوئی شکست نہ دے سکے گا۔" پھر دسکار کے چلے جانے کے بعد بھگوان اپنی بھکشو جماعت سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں "اے بھکشوؤ! میں آپ کو ترقی اور عروج کے سات اصول بتاتا ہوں:

(۱) جب تک بھکشو بار بار ایک جگہ جمع ہوتے رہیں گے اُن کا عروج ہی ہوگا۔ زوال نہیں ہوگا۔

(۲) جب تک بھکشو ہم خیال ہو کر جمع ہوں گے اور جماعتی کاموں کے بارے میں ہم خیال ہو کر اُٹھیں گے۔ اُس وقت تک اُن کا عروج ہی ہوگا۔ زوال نہیں ہوگا۔

(۳) جب تک بھکشو جماعت کے وضع کردہ اصولوں کے متعلق یہ نہیں کہیں گے کہ وہ جماعت کے وضع کردہ ہیں اور جب تک وہ ان اصولوں کو بخوبی سمجھتے ہوئے اُن پر کاربند رہیں گے، تب تک اُن کا عروج ہی ہوگا۔ زوال نہیں ہوگا۔

(۴) جب تک بھکشو معمر اور خوش اخلاق رہنماؤں کا احترام کریں گے

(۵) جب تک بھکشو بار بار پیدا ہونے والی تشنگی یا خواہشات پر غالب رہیں گے۔

(۶) جب تک بھکشو گوشہ پسند رہیں گے۔

(۷) جب تک آنے والے ذی شعور لوگ دنیا میں نہ آجائیں اور آئے ہوئے

ذی شعور لوگ سکھ چین سے رہیں۔ اس کے لئے بھکشو ہمیشہ بیدار اور با عمل رہیں گے۔ اس وقت تک برابر اُن کا عروج ہوتا رہے گا۔ زوال نہیں ہوگا۔

اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے افراد کے ایک جگہ پر جمع ہونے، ہم خیال ہو کر جماعتی کام اور معمر اور خوش اخلاق بھکشوؤں کا احترام کرنے وغیرہ کے اصول بھگوان بدھ نے وِنے پٹک میں مندرج وجیوں کی جمہوری ریاستوں میں مروّج طرز نظام سے لئے تھے۔

بعض اصول رائج الوقت اصولِ عامہ سے لئے گئے تھے

لیکن جماعت پر صرف سیاسی اصول عائد کرنا مناسب نہیں تھا۔ کوئی بھکشو اگر کوئی جرم کرتا تھا تو اُسے جماعت سے نکال دیا جاتا تھا۔ اُس سے زیادہ کڑی سزا اُسے نہیں دی جاتی تھی۔ کیونکہ جماعت کے تمام اصول غیر متشدد تھے۔ ان میں سے بہت سے اصول رائج الوقت اصول عامہ سے لئے گئے تھے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل اصول دیکھئے:

بھگوان بدھ جن دنوں آلوی کے اگالو چیتیہ میں رہتے تھے، ان دنوں آلوی کے بھکشو بھونوں کی تعمیر کے سلسلے میں زمین کھدوایا کرتے تھے۔ اس بنا پر لوگ اُن پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ جب بھگوان کو اس کا پتہ چلا تو انھوں نے کھدائی کا کام ممنوع قرار دے کر بھکشوؤں کے لئے یہ اصول وضع کیا کہ جو بھکشو زمین کھودے یا کھدوائے گا وہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔

بھگوان نے بھکشوؤں کو اتنی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ چھوٹی سی

کٹیا یا معمولی سی خانقاہ بنا کر اس میں رہیں۔ اور اس کام کے لئے خود زمین کھودنا یا دوسروں سے کھدوانا کوئی گناہ نہیں تھا۔ لیکن متذکرہ بالا اصول انھی لوگوں کے اطمینان کے لئے وضع کرنا پڑا۔ لگ بھگ تمام سادھو سنیاسی اس سلسلہ میں احتیاط برتتے تھے کہ اُن سے چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی ہلاک نہ ہو، وہ رات کو چراغ تک نہ جلاتے تھے کیونکہ چراغ پر پتنگوں کے گرنے کا امکان رہتا تھا۔ اور لوگ اُن کی ان قدروں کے عادی ہو چکے تھے۔ ان حالات میں اگر کوئی سنیاسی کدال لے کر خود زمین کھودنے لگتا تھا تو قدرتی طور پر عوام الناس کے دل کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ بھگوان بُدھ نے اُن سے بحث مباحثہ کر کے اُن کے اس نظریہ میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ جانتے تھے کہ تپسیا میں بے کار وقت ضائع کرنے کے بجائے اگر جنتا کو اپنی تعلیمات کا اُپدیش دینے اور دھیان سمادھی کے ذریعے بھکشوؤں کو ضبط نفس کا موقع مل جاتا ہے تو جماعت کا کام آسان ہو جائے گا۔ لہٰذا بے ضرر قسم کے اصول عامہ اختیار کرنے میں بھگوان بُدھ کو کوئی بُرائی نظر نہ آئی۔

بھکشو جماعت کی سادگی

بھگوان بُدھ کو دیگر جماعتوں میں مروجہ تپسیا قطعی ناپسند تھی۔ پھر بھی وہ اس سلسلے میں خاص توجہ برتتے تھے کہ اُن کی جماعت کے بھکشو نہایت سادگی سے رہیں۔ 'سامن پھل سُت' میں بھگوان بُدھ در اجا

اجات شترو سے کہتے ہیں:

"اے مہاراج! جس طرح کوئی پرندہ اُڑتے ہوئے جس سمت میں بھی جاتا ہے، صرف اپنے پروں کے ساتھ جاتا ہے اسی طرح اے مہاراج! بھکشو اپنے جسم کے لئے ضروری لبادے اور پیٹ کے لئے ضروری غذا (بھیک) پر مطمئن رہتا ہے۔ وہ جس سمت میں بھی جاتا ہے اپنا یہ سامان ساتھ لے کر جاتا ہے۔"

ایسے بھکشو کے پاس زیادہ سے زیادہ آٹھ چیزیں ہوتی تھیں:

"تین لبادے، کشکول، چھوٹی سی کلہاڑی، سوئی، کمر بند اور پانی چھاننے کا کپڑا ـــــ یوگی بھکشو کے لئے ان آٹھ چیزوں کو ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔

اخلاقی اصول

یوں بھکشوؤں کو نہایت سادگی سے رہنے کا اُپدیش بھگوان بُدھ نے دیا تھا لیکن انسانی فطرت کے ماتحت بعض بھکشو ان چیزوں کے سلسلے میں اصولوں کی خلاف ورزی کرتے تھے ـــــ یعنی تین کے بجائے زیادہ لبادے رکھتے، مٹی یا لوہے کے کشکول کے بجائے پیتل یا تانبے کا کشکول لے لیتے اور لبادے بہت بڑے بناتے، یوں اُن کے دل میں لالچ کا جذبہ پیدا ہو جاتا۔ اس کی روک تھام کے لئے لاتعداد اصول وضع کرنے پڑے۔ "ونے پٹک" میں بھکشو جماعت کیلئے کل ۲۲۷ اخلاقی اصول درج ہیں،

جنہیں 'پاتی موکھ' کہا جاتا ہے۔ ان میں سے دو بے عنا لطگی اور آخری ۵ ۷ کھانے پینے، رہن سہن، گفتگو وغیرہ میں احتیاط برتنے سے متعلق ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ صرف ۱۵۰' اصولوں کو ہی اشوک کے زمانے میں 'پاتی موکھ' کہا جاتا تھا۔

اس سے قبل یا تو یہ تمام اصول بنے ہی نہیں تھے اور جو بن چکے تھے ان میں سے بنیادی اصولوں کو چھوڑ کر باقی ماندہ اصول میں مناسب ردوبدل کرنے کا جماعت کو پورا حق حاصل تھا۔ پری نروان سے پہلے بھگوان بدھ نے آنند سے کہا تھا۔

"اے آنند! اگر جماعت چاہے تو میرے پری نروان کے بعد عام اصولوں کو ترک کر سکتی ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھوٹے موٹے یا معمولی اصولوں کو ترک کرنے یا حالات کے مطابق ان میں مناسب ردوبدل کے لئے بھگوان بدھ نے جماعت کو پوری پوری آزادی دے دی تھی۔

جسمانی ضرورت کی اشیاء کے استعمال میں احتیاط

بھکشوؤں کے لئے ضروری اشیاء میں سے لبادہ، غذا، جائے رہائش اور دوا ــــــــ یہ چار اشیاء اہم ہوتی تھیں۔ بھگوان بدھ کا کہنا تھا کہ 'پاتی موکھ' کے اصولوں کے مطابق ان اشیاء کے استعمال میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیا جائے۔

لبادے کا استعمال کرتے ہوئے بھکشو کو کہنا پڑتا تھا۔ "میں خوب سوچ سمجھ کر یہ لبادہ پہنتا ہوں ـــــــ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ سردی گرمی مچھر، مکھی، ہوا، دھوپ، سانپ وغیرہ سے مجھے تکلیف نہ پہنچے اور ستر پوشی ہو۔"

غذا کا استعمال کرتے ہوئے اسے کہنا پڑتا تھا۔

"میں خوب سوچ سمجھ کر اس غذا کا استعمال کر رہا ہوں اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میرا جسم عیش و عشرت کے قابل اور بدمست ہو جائے۔ اس سے جسم کو بہت زیادہ مضبوط اور توانا بنانے کا بھی مقصد نہیں۔ بلکہ اتنا محض ہے کہ اس سے جسم کی حفاظت ہو، جسمانی تکالیف دور ہوں اور تجرد کی زندگی گذارنے میں مدد ملے۔ اس طرح میں بھوک کے پرانے درد کو ختم کر دوں گا اور (زیادہ کھا کر) نئے درد کو پیدا نہیں ہونے دوں گا۔ اس سے میرا جسمانی سفر جاری رہے گا۔ لوگ مجھ پر انگلی نہ اٹھا سکیں گے اور میری زندگی پر سکون ہو گی۔"

جائے رہائش کا استعمال کرتے ہوئے اسے کہنا پڑتا تھا:

"میں خوب سوچ سمجھ کر اس جائے رہائش کا استعمال کر رہا ہوں، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ سردی گرمی، مچھر، مکھی، ہوا، دھوپ، سانپ وغیرہ سے مجھے تکلیف نہ پہنچے۔ اور تنہائی میں آرام میسر ہو۔"

دواؤں کے استعمال کے وقت اسے کہنا پڑتا تھا:

"میں خوب سوچ سمجھ کر اس دوا کا استعمال کر رہا ہوں۔

اس کا استعمال صرف پیدا شدہ مرض کے خاتمے کے لئے ہی ہے۔
اور تندرست ہونے تک ہی اس کا استعمال کیا جائے گا۔[۵]

بھکشو جماعت میں ڈالی ہوئی دیودت کی پھوٹ

جماعت کے افراد میں یک جہتی قائم رکھنے کے سلسلے میں بھگوان بدھ بہت کوشاں رہتے تھے۔ لیکن انسانی فطرت کچھ ایسی عجیب ہے کہ باہمی اختلافات پیدا ہو کر گُٹ بندیاں بن ہی جاتی ہیں۔ اس کا اہم سبب ہے غرور اور اس کے پیچھے پیچھے آتی ہے کم علمی، انسان چاہے جتنی سادگی سے رہے اگر اس کے دل میں قیادت کا جذبہ موجود ہے تو وہ دوسروں کی خوبیوں کو خامیوں کی شکل دے کر اپنا بڑپن ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اگر اس کے جال میں ناسمجھ لوگ پھنس جائیں تو وہ کوئی بھی عجیب و غریب فرقہ قائم کر سکتا ہے۔

بودھ جماعت میں اس قسم کا پہلا بھکشو دیودت تھا۔ وہ شاکیوں سے متعلق اور بدھ کا رشتہ دار تھا۔ اُس نے بھگوان بدھ سے درخواست کی کہ جماعت کی قیادت اُس کے حوالے کر دی جائے۔ لیکن بھگوان نے اس کی یہ درخواست منظور نہ کی۔ لہٰذا اُس نے بدھ کو مار ڈالنے کے لئے راجا اجات شترو کے ذریعے جلاد بھجوائے۔ لیکن بدھ کو قتل کرنے کے بجائے وہ جلاد اُن کے شاگرد ہو گئے۔

---

[۵] اس طرح جسمانی ضروریات کی ان چار اشیاء کے احتیاطی استعمال کو بدھ نے بہت اہمیت دی اور یہ رسم آج تک رائج ہے۔

پھر دیودت نے گردھر کوٹ پہاڑ کی ایک پہاڑی پر سے بھگوان پر ایک بڑی چٹان لڑھکا دی۔ چٹان کا ایک ٹکڑا بدھ کے پیروں میں لگنے سے زخم ہو گیا اس زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد جب بھگوان بُدھ بھکشا مانگنے کے لئے راج گرہ گئے تو دیودت نے اُن پر نیل گری نامی مست ہاتھی چھوڑ دیا۔ اس ہاتھی نے بھگوان بُدھ کی خاکِ پا اپنے ماتھے پر رکھ لی اور چپ چاپ اپنے فیل خانے لوٹ گیا۔ اس طرح تمام داؤ پیچ ناکام ہو جانے پر دیودت نے بھگوان بُدھ سے درخواست کی کہ جماعت کے لئے تپسیا کے کڑے اصول بنا دیئے جائیں لیکن بھگوان بُدھ نے اس درخواست کو بھی منظور نہ کیا۔ لہٰذا جماعت میں پھوٹ ڈال کر اور کچھ بھکشوؤں کو ساتھ لے کر دیودت گیا کو چلا گیا۔

دیودت کی یہ کہانی بڑی تفصیل کے ساتھ 'چل وگ' میں آئی ہے لیکن تاریخی اعتبار سے اس میں بہت کم صداقت معلوم ہوتی ہے۔ اگر دیودت اس درجہ بدکردار ہوتا کہ بھگوان بُدھ کو مروا ڈالنے کی سازشیں کرتا تو بھکشو جماعت میں پھوٹ ڈالنا اس کے لئے ناممکن ہو جاتا اور کوئی بھکشو بھی اس کا ساتھ نہ دیتا۔

"لابھ سنکار سنیکت" کے چھبیسویں سُت سے پتہ چلتا ہے کہ جب اجات شترو راجا کے بجائے ابھی ولی عہد تھا تو دیودت کی اُس سے دوستی ہو گئی تھی اور تب ہی سے وہ بھکشو جماعت کا قائد بننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اس سُت کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

"بھگوان بُدھ راج گرہ کے ویلوبن میں رہتے تھے۔

اُس وقت ولی عہد اجات شترو ۵۰۰ رتھ لیکر صبح و شام دیودت کے درشنوں کو جاتا تھا۔ اور دیودت کے پاس ۵۰۰ اشخاص کا کھانا بھیجتا تھا۔ کچھ بھکشوؤں نے یہ بات بھگوان بُدھ کو بتادی، تب بھگوان بُدھ بولے۔ "اے بھکشوؤ! آپ دیودت کی سی آسائش کی خواہش نہ کریں۔ آسائش سے دیودت کو نقصان ہی ہوگا۔ فائدہ نہیں ہوگا۔۔۔"

اس کے علاوہ دوجگہ بھگوان بُدھ نے دیودت کے بارے میں یہ بھی کہا:

"پھل کیڑے کے پیڑ کو تباہ کرتا ہے پھل بانس کو اور نرکٹ کو تباہ کرتا ہے اور مادہ خچر کا حمل اُس کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح خاطر مدارات کی خواہش انسان کو تباہ کرتی ہے۔"

اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیودت حصول اقتدار کے لئے اجات شترو کی مدد سے کس طرح کوشش کررہا تھا۔ اجات شترو نے اپنے باپ کو قتل کر کے حکومت حاصل کی۔ پھر بھی دیودت نے اس کی دوستی سے ہاتھ نہیں کھینچا اور جماعت میں پھوٹ ڈال کر بہت سے بھکشوؤں کو اُس نے اپنے ساتھ ملالیا۔ اُس کی یہ باتیں بھگوان بُدھ کو پسند نہ آئی ہوں تو اس میں تعجب کی بات نہیں۔ لیکن دیودت کی ڈالی ہوئی یہ پھوٹ جماعت کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوئی اور جماعت اس بحرانی دور سے صحیح وسلامت نکل گئی۔[1]

---

[1] دیکھیے بُدھ لیلا سار سنگرہ صفحہ ۱۸۷،۱۸۸

بھکشو جماعت میں ایک اور تنازعہ

بھکشو جماعت میں اور ایک معمولی سا تنازعہ کوشامبی میں ہوا تھا۔ اس کی تفصیل 'مہاوگ' میں ملتی ہے 'مہاوگ' کے مصنف نے یا مصنفین نے اس کہانی کی تخلیق اس انداز سے کی ہے کہ اس نوعیت کی دیگر کہانیوں میں بھی اس کا استعمال ہو سکے ــــــــ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"دو عالم و فاضل بھکشوؤں میں باہمی سلوک کے ایک معمولی سے اصول کے بارے میں اختلاف رائے ہونے پر جھگڑا پیدا ہوا۔ اس وقت بھگوان نے انھیں 'دیرگھ آیو' (طویل العمر) کی کہانی سنائی۔ پھر بھی وہ نہیں مانے۔ اُن میں سے ایک بھکشو بولا "آپ خاموش رہیے ہم خود ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کر لیں گے۔"

ــــــــ یہ دیکھ کر کہ وہاں سب کے دلوں میں میل آ گیا ہے بھگوان بدھ کوشامبی سے پُراتے وِنس داوین میں گئے۔ وہاں انورُدھ، نندیہ اور کمبل نامی تین بھکشو رہتے تھے۔ اُن کا باہمی اتفاق دیکھ کر بھگوان بُدھ نے اُن کی تعریف و توصیف کی اور وہاں سے بھگوان پاری لیک بن میں گئے۔ اُن دنوں ہاتھیوں کے جھنڈ کا ایک ممبر ہاتھی اپنے جھنڈ سے تنگ آکر تنہا ہی اس بن میں رہتا تھا۔ اُس نے بُدھ کا خیر مقدم کیا اور کچھ عرصے تک وہاں رہ کر بھگوان بُدھ شراوستی چلے گئے۔

اُدھر کوشامبی میں بھگوان بُدھ کے عقیدت مندوں نے ان جھگڑالو بھکشوؤں کو راہِ راست پر لانے کے لئے اُنھیں بھکشا نہ دینے اور اُن کی کوئی عزت یا احترام نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس سے ان بھکشوؤں کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ اور وہ شراوستی چلے گئے۔ تب بھگوان بُدھ نے ان جھگڑوں کو سلجھانے کے لئے کچھ اصول وضع کیئے اور اُپالی وغیرہ بھکشوؤں سے وہ جھگڑا طے کروایا[1]

'مجھم نکائے' کے 'اپکلیس سُت' میں (نمبر ۱۲۸) 'مہاوگ' کی باتوں میں سے بہت سی باتیں آ گئی ہیں لیکن اس میں 'دیرگھ آیو' کی کہانی نہیں ہے اور اس سُت کو پُرانے وِتس داون کے ذکر کے ساتھ ہی ختم کر دیا گیا ہے پاری لیک بن میں بھگوان بدھ کے جانے کا ذکر اس سُت میں نہیں' 'اُدان وگ' میں ملتا ہے۔

'کوسمبیہ سُت' میں اس سے بالکل مختلف باتیں ملتی ہیں اُن کا خلاصہ اس طرح ہے:

"بھگوان بُدھ کوشامبی کے گھوشت باغ میں رہتے تھے اُن دنوں کوشامبی کے بھکشو آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ جب بھگوان بدھ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُنھوں نے بھکشوؤں کو اپنے پاس بُلا کر کہا

"اے بھکشوؤ! جب آپ لوگ آپس میں جھگڑتے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ قول، فعل اور خیال کے اعتبار سے نیک ہو سکیں گے"

"جی نہیں۔۔۔!" ان بھکشوؤں نے جواب دیا۔

---

[1] دیکھئے 'بودھ سنگھا چا پریچہ' صفحہ ۳۷، ۴۴

تب بھگوان بولے ۔" اگر ایسا نہیں ہے تو آپ جھگڑتے کیوں ہیں؟"
ناسمجھ لوگو! اس قسم کا جھگڑا آپ کے لئے ہمیشہ نقصان دہ اور تکلیف دہ ثابت ہوگا۔"

پھر بھگوان نے کہا۔" بھکشوؤ! یہ ہمیشہ یاد رکھنے کی چھ باتیں جھگڑوں کو ختم کر کے اتحاد و اتفاق پیدا کرتی ہیں ۔۔۔۔۔۔ ؟ وہ کون سی ہیں؟

(۱) دوستانہ قول
(۲) دوستانہ فعل
(۳) دوستانہ خیال
(۴) عقیدت مندوں سے حاصل کردہ خیرات وغیرہ کو پوری جماعت کے ساتھ یکساں طور پر استعمال کرنا۔
(۵) اپنی خوش اخلاقی میں کسی قسم کی خامی نہ آنے دینا ۔۔۔۔ اور
(٦) عالی مرتبہ سنیاسی کے شایانِ شان نیک اعتقاد رکھنا۔"

بھگوان بدھ نے اس نیک اعتقاد کی کافی تشریح کی ہے۔ یہاں اسے مفصل طور پر دینے کی ضرورت نہیں۔ اس اپدیش کے ختم ہونے پر ان بھکشوؤں نے بھگوان کے احکام کی تعریف و توصیف کی۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ جھگڑا وہیں ختم ہو گیا تھا۔ ورنہ وہ بھکشو بھگوان بدھ کے احکام کی تعریف و توصیف کیوں کرتے؟ 'مہا دگ' اور 'اپگلیں ست' میں ان بھکشوؤں کے منہ سے بھگوان بدھ کی تعریف و توصیف کا

کہیں ذکر نہیں ملتا۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ وہ بھکشو برابر جھگڑتے رہے اور اُن سے عاجز آکر بھگوان بُدھ وہاں سے پرالیتے ونس داون چلے گئے۔ لہٰذا ان متضاد باتوں کا میل کیسے بٹھایا جائے؟

'انگتر نکائے' کے 'چینک نپات' کے ۱۴۲ سُت میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں:

"ایک بار بھگوان بدھ کوشامبی کے گھوشت باغ میں رہتے تھے، تب آنند اُن کے پاس گیا اور پرنام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا بھگوان نے اُس سے پوچھا۔ "آنند! کیا وہ جھگڑا مٹ گیا؟"

آنند: "بھگوان! جھگڑا مٹے کیسے؟ انورودھ کا شاگرد باہیہ تو گویا جماعت کے حصے بخرے کرنے پر تُلا ہوا ہے اور انورودھ بھی اس سے کچھ نہیں کہتا۔"

بھگوان: لیکن آنند! جماعت میں ہونے والے جھگڑوں کو سلجھانے کا کام انورودھ کب کرتا ہے؟ کیا تم اور ساری پت مُگلان یہ جھگڑے نہیں چکاتے ...؟"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باہیہ کی وجہ سے وہ جھگڑا بڑھا اور اُسے ختم کرنے کیلئے خود بھگوان کو کوشش کرنا پڑی۔ ان بھکشوؤں کی قیام گاہ سے بھگوان کچھ عرصے کیلئے بھلے ہی دور چلے گئے ہوں لیکن وہ جھگڑا یقینی طور پر کوشامبی میں ہی ختم ہو گیا ہوگا۔

ایسے موقعوں پر جھگڑنے والے بھکشوؤں کو راہ راست پر لانے کیلئے

عقیدت مند حضرات اُن کا بائیکاٹ کریں۔ اور جب وہ راہِ راست پر آجائیں تو کسی طرح وہ جھگڑا ختم کر دیا جائے ــــــــ غالباً یہ دکھانے کے لئے ہی مہاوگ' کے مصنف نے اس کہانی کی تخلیق کی ہوگی۔ ایسے معمولی جھگڑوں سے جماعت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔

بھکشونی جماعت کا قیام

بھکشونی جماعت کے قیام سے متعلق 'چل وگ' کے تذکرے کا خلاصہ اس طرح ہے:

"بھگوان بدھ کپل وستو کے نگرودھ باغ میں رہتے تھے۔ تب مہاپرجاپتی گوتمی بھگوان کے پاس جا کر بولی۔ "آپ عورتوں کو اپنے فرقہ میں شامل ہونے کی اجازت دیجیے۔" بھگوان نے یہ درخواست تین بار نامنظور کر دی۔ اور وہاں سے ویشالی چلے گئے۔ مہاپرجاپتی گوتمی اپنا سر منڈا کر اور بہت سی شاکیہ عورتوں کو ساتھ لے کر بھگوان کے پیچھے پیچھے ویشالی پہنچی۔ سفر میں اُس کے پیر سوج گئے تھے۔ جسم دھول مٹی سے اٹ گیا تھا اور چہرے پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ اُسے دیکھ کر آنند نے اُس کی اُداسی کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا۔ "بھگوان عورتوں کو اپنے فرقے میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی لئے میں اُداس ہوں۔" اُسے وہیں رُکنے کو کہہ کر آنند نے بھگوان کے پاس

جا کر درخواست کی کہ وہ عورتوں کو سنیاس لینے کی اجازت دے دیں۔ لیکن بھگوان نے اُسے منظور نہ کیا تب آنند بولا۔

"کیا آپ کے بتائے ہوئے دھرم میں کسی عورت کے لیے بھکشونی بن کر سروت آپتی پھل، سکردا گامی پھل، اناگامی پھل اور ارہت پھل[1] حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ جب بھگوان نے کہا کہ "ہاں ممکن ہے۔" تو آنند بولا۔ "اگر ایسا ہے تو پھر جس خاتون نے بھگوان کو ماں کی جگہ اپنا دودھ پلا کر بڑا کیا اُس کی درخواست پر بھگوان عورتوں کو سنیاس لینے کی اجازت دے دیں۔"

بھگوان بولے۔ "اگر مہا پرجاپتی گوتمی آٹھ جواب طلب اصولوں کو منظور کریں تو میں عورتوں کو سنیاس لینے کی اجازت دیدونگا"

(۱) بھکشونی جماعت میں چاہے جتنے برس تک رہی ہو تو بھی اُسے چاہیئے کہ چھوٹے بڑے تمام بھکشوؤں کو پرنام کرے۔

(۲) جس گاؤں میں بھکشو نہ ہوں وہاں بھکشونی نہ رہے۔

(۳) ہر پکھواڑے میں برت کس دن رکھا جائے گا۔ اور دھرم کا اُپدیش سننے کیلئے کب آنا ہوگا۔ یہ دو باتیں بھکشونی بھکشو جماعت سے پوچھے۔

(۴) چو ماسے کے بعد بھکشونی کو بھکشو جماعت اور بھکشونی جماعت

---

[1] ان چار پھلوں کی تشریح اسی باب میں درج ہے۔

کی پروا رنا کرنی چاہیے (اپنی خامیاں بتانا چاہئیں) ؟

(۵) جس بھکشونی سے جماعت کے کسی اصول کی خلاف ورزی ہوئی ہو اُسے دونوں جماعتوں میں پندرہ دن کا مانت لینا چاہئے (جماعت کے اطمینان کے لئے خانقاہ سے باہر راتیں گذارنا)

(۶) جو بھکشونی دو برس تک مذہبی اصولوں کی کار بند رہ کر دھرم کا مطالعہ کرتی رہی ہو اُسے دونوں جماعتیں ممتاز درجہ دیں۔

(۷) کسی بھی وجہ سے بھکشونی بھکشو کو گالی نہ دے۔

(۸) بھکشو بھکشونی کو اُپدیش دے۔"

آنند نے یہ آٹھ اصول مہا پرجاپتی گوتمی کو بتلائے اور اُسے وہ اصول پسند آئے۔ یہاں تک کہ یہ کہانی 'انگتر نکائے' کے 'اٹھک نپات' میں بھی ملتی ہے اور اس کے بعد بھگوان آنند سے کہتے ہیں:

"اے آنند! اگر عورت کو اس دھرم میں شامل نہ کیا جاتا تو یہ دھرم ایک ہزار برس تک قائم رہتا۔ لیکن اب جبکہ عورت کو سنیاس لینے کا حق دے دیا گیا ہے یہ دھرم پانچسو برس تک ہی قائم رہے گا۔"

اس طرح 'ونے' اور 'انگتر نکائے' میں مطابقت ہوتی ہے۔ پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ یہ آٹھ اصول بعد ازاں وضع کئے گئے تھے۔ کیونکہ 'ونے' (ہدایات) کے قواعد و ضوابط بنانے کا بھگوان بدھ کا جو طریقہ تھا وہ ان قواعد و ضوابط سے لگا نہیں کھاتا۔

بھگوان بدھ ویرنجا گاؤں کے پاس رہتے تھے۔ اس وقت ویرنجا گاؤں کے

گرد و نواح میں قحط پڑنے سے بھکشوؤں کو بہت تکلیف ہونے لگی۔ تب ساری پُت نے بھگوان سے درخواست کی کہ وہ بھکشوؤں کے لئے اس موقع پر خاص اخلاقی اصول وضع کر دیں۔ بھگوان بولے۔ "ساری پُت! تم صبر سے کام لو۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ اصول وضع کرنے کا کونسا طریقہ ہے۔ جب تک جماعت میں ایسی برائیاں داخل نہیں ہوتیں تب تک میں اُن کے انسداد کے اصول وضع نہیں کرتا۔"

بُدھ کے اس قول کے مطابق ہی تمام اصول وضع کئے گئے تھے۔ اگر کسی بھکشو سے کوئی غلطی ہو جاتی تھی تو بھگوان بھکشو جماعت کو جمع کر کے کوئی اصول وضع کر دیتے تھے پھر اگر انھیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس اصول کا صحیح مطلب نہیں لیا جا رہا تو وہ اس میں ترمیم کر دیتے تھے۔

لیکن مہاپرجاپتی گوتمی کے سلسلے میں اس طریقے کو نہیں اپنایا گیا۔ یہ کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ بھکشونی جماعت میں کوئی بُرائی پیدا ہونے سے پہلے ہی بھکشونیوں پر یہ آٹھ اصول لاد دئیے گئے ہوں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تمام تر اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھنے کی غرض سے بعد ازاں بھکشو جماعت نے یہ اصول وضع کر کے انھیں 'ونے پٹک' اور 'انگتر نکائے' میں شامل کر دیا ہوگا۔

'ونے پٹک' کی نسبت 'سُت پٹک' کہیں زیادہ قدیم ہے۔ پھر بھی اُس میں کچھ سُت بعد ازاں شامل کئے گئے ہیں اور شاید یہ سُت بھی اُنھی میں سے ایک ہے۔ مسیح سے قبل پہلی یا دوسری صدی میں جب مہایان فرقہ بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ تب ہی یہ سُت لکھا گیا ہوگا۔ یہ سُت کے مصنف ہی کی

پیشین گوئی ہو گی کہ بھکشونی جماعت کے قیام کے باعث یہ دھرم پانچسو برس تک زندہ رہے گا۔ اور اس کے بعد چاروں طرف مہایان فرقہ کا بول بالا ہوگا اس پیشین گوئی ہی سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ سُت بھگوان بدھ کے پری نِروان کے پانچسو برس بعد لکھا گیا تھا۔

ہندوستان میں اگر پہلی بھکشونی جماعت بدھ نے قائم کی ہوتی تو وہ آٹھ اصول لازمی طور پر تاریخ کا جزو بنتے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ جینی اور دیگر فرقے بودھ فرقے سے ایک دو صدی پہلے پیدا ہوئے تھے اور ان فرقوں میں بھکشونیوں کی بڑی بڑی جماعتیں موجود تھیں جن میں سے کچھ بھکشونیاں تو بہت ہی عالمہ فاضلہ تھیں۔ اس نوعیت کا تذکرہ پالی ادب میں کئی جگہوں پر ملتا ہے۔ اسی طریقے پر بدھ کی بھکشونی جماعت قیام میں آئی ہو گی جمہوری ریاستوں میں اور مطلق العنان طرزِ حکومت کی ریاستوں میں بھی عورتوں کا کافی احترام کیا جاتا تھا۔ لہٰذا بھکشونی جماعت کے تحفظ کے سلسلے میں عجیب و غریب اصول وضع کرنے کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ اشوک کے زمانے کے بعد یہ حالات تبدیل ہو گئے۔ اس دیش پر یونانوں اور شکوں کے حملے شروع ہو گئے۔ اور عورتوں کا مرتبہ روز بروز گرتا گیا۔ اور بالآخر سماج میں اُن کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی۔ اس وقت اگر بھکشونیوں کے بارے میں اس طرح کے اصول بنائے گئے ہوں تو اس میں تعجب نہیں،

راہل

بھکشو جماعت اور بھکشونی جماعت کے قیام کے بعد ان میں عقیدتمند

مرد، عورتوں کو شامل کرنا پڑا۔ سب سے پہلے بھگوان بدھ نے جس طرح راہل کو بھکشو جماعت میں شامل کیا اس کا تذکرہ مہاوگ میں اس طرح ملتا ہے:

"بھگوان کچھ عرصے تک راج گرہ میں رہنے کے بعد کپل وستو گئے۔ وہاں وہ نگرودھ باغ میں رہتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ شدھودن کے مکان کے قریب بھکشا مانگ رہے تھے راہل کی ماں نے انھیں دیکھ لیا۔ اُس نے راہل سے کہا۔ "بیٹا راہل! یہ تمھارے پتاجی ہیں اُن کے پاس جاکر تم اپنا ورثہ مانگو۔" ماں کی بات سُن کر راہل بھگوان کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بولا۔ "اے سنیاسی! آپ کا سایہ سکون بخش ہے۔" بھگوان وہاں سے چلے گئے۔ راہل بھی اُن کے پیچھے پیچھے اپنا ورثہ مانگتا ہوا چل دیا۔ مٹھ میں پہنچنے کے بعد راہل کو اسکا میراث دینے کے مقصد سے بھگوان نے ساری پُت کو بلوا کر اُسے اپنا پیرو بنا لیا۔ یہ بات شدھودن کو پسند نہ آئی۔ اُس نے بھگوان بدھ کو سمجھایا کہ چھوٹے بچوں کو سنیاسی بنا لینے سے اُن کے سرپرستوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔" اور بھگوان سے اس نے یہ اصول بنوایا کہ نابالغ شخص کو سنیاس نہ دیا جائے۔"

لیکن یہ تذکرہ تاریخ کی کسوٹی پر پورا نہیں اُترتا۔ ایک تو یہ کہ شدھودن شاکیہ کپل وستو میں نہیں رہتا تھا۔ اور دوسرے نگرودھ باغ

بدھ کے بڑھاپے کے زمانے میں اُس وقت بنایا گیا تھا۔ جب راہل نابالغ نہیں تھا۔ لہٰذا یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کہانی کئی صدیوں کے بعد گھڑ کر 'نیاوگ' میں شامل کی گئی ہوگی۔

امبلیٹھکا راہولو وادسُت' کی اٹھ کتھا میں کہا گیا ہے کہ بھگوان بدھ نے جب راہل کو سنیاس دے کر اپنا پیرو بنایا تھا تو اس وقت اُس کی عمر سات برس کی تھی اور یہی تصور بودھ لوگوں میں آج تک رائج ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ بودھی ستو کے گھر چھوڑنے کے دن ہی راہل کمار پیدا ہوا تھا تو یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ سنیاس لیتے وقت اُس کی عمر سات برس کی تھی کیونکہ گھر چھوڑنے کے بعد بودھی ستو نے سات برس تک تپسیا کی اور حصولِ کمال کے بعد پہلا چوماسہ اُنھوں نے وارانسی میں بتایا۔ اس کے بعد جماعت قائم کرنے میں کم از کم ایک برس کی مدت تو لگی ہی ہوگی لہٰذا سنیاسی بننے کے وقت راہل کی عمر کسی طرح سات برس کی نہ ہو سکتی تھی۔

'دشت نپات' کے 'راہل سُت' سے چونکہ یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ راہل کو کس ڈھنگ سے بھگوان بُدھ نے اپنا چیلا بنایا تھا۔ اس لئے اس سُت کا ترجمہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

بھگوان: (۱) برابر ملنے جلنے کا موقع ملنے کی وجہ سے تم پنڈتوں (عالموں) کی حکم العدولی تو نہیں کرتے؟ کیا انسانوں کو علم کی روشنی دکھلانے والے اس پنڈت کی تم مناسب خدمت کرتے ہو؟

راہل: (۲) میں برابر ملنے جلنے کا موقع ملنے کی وجہ سے پنڈتوں کی حکم عدولی نہیں کرتا۔ انسانوں کو علم کی روشنی دکھانے والے کی میں ہمیشہ خدمت کرتا ہوں۔

بھگوان: (۳) لذت بخش حواس خمسہ کی پانچ عشرتوں کو تج کر تم بصد عجز دنیا (گھر سے باہر نکلو اور دُکھ کا خاتمہ کرنے والے ہو

(۴) اعلیٰ دوستوں سے دوستی کرو۔ تمھاری جائے رہائش ایسے گوشے میں ہونی چاہیئے، جہاں زیادہ شور و شغب نہ ہو۔ تم کم غذا کھانے والے ہو۔

(۵) لباس، غذا، دوا اور جائے رہائش کے بارے میں طمع مت کرو اور پنر جنم (دوبارہ پیدائش) مت حاصل کرو۔

(۶) دِنے کے اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے اپنے پانچوں حواس پر قابو رکھو اور بیراگی بنو۔

(۷) ہوس و ہوا سے ملو عشرتوں کا سلسلہ ترک کر دو اور یکسوئی اور سمادھی عطا کرنے والے دھیان کا ریاض کرو۔

(۸) اور مکتی کی خواہش کرو اور تکبر ترک کر دو، تکبر کا خاتمہ کرنے سے تم اطمینان سے رہ سکو گے۔

اس طرح بھگوان نے بار بار راہل کو اُپدیش دیا۔

اُس سُتّ میں کل آٹھ اشلوک ہیں۔ اٹھ کتھا کے مصنف کا کہنا ہے کہ اُن میں سے دوسرا اشلوک راہل کا ہے اور باقیماندہ ستّا بھگوان بدھ کے،

اٹھ کتھا کا مصنف، یہ بھی کہتا ہے اور وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اشلوک میں بھگوان نے جسے پنڈت کہا ہے وہ ساری پُت تھا۔ راہل کے بچپن ہی میں بھگوان بُدھ نے اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے اُسے ساری پُت کے حوالے کر دیا تھا۔ اُس کے ایک دو برس بعد راہل کے بالغ ہونے پر بھگوان نے اُسے اپدیش دیا ہوگا۔ کیونکہ اس سُت میں بتائی ہوئی باتیں ایسی نہیں ہیں جو نابالغ بچے کی سمجھ میں آسکیں۔ اگر راہل سنیاسی بن گیا ہوتا تو پھر اُسے یہ اُپدیش دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ تُم گھر سے باہر نکل کر دکھ کا خاتمہ کرنے والے ہو۔"

نوجوان برہمن گورو کے گھر جاکر تجرد کی زندگی گذارتے ہوئے ویدوں کا مطالعہ کرتے تھے اور پھر اپنے رجحان کے مطابق ازدواجی زندگی یا ریاضت کی زندگی اختیار کرتے تھے۔ راہل کے سلسلے میں بھی یہی ہوا ہوگا۔ اُسے مناسب تعلیم و تربیت حاصل ہوسکے، اس مقصد سے بھگوان نے اُسے ساری پُت کے سپرد کر دیا تھا۔ اور ساری پت کے ساتھ رہتے ہوئے اس کا مجرد رہنا ضروری تھا۔ بھگوان نے اُسے یہ اُپدیش اس لیے دیا کہ بالغ ہونے پر وہ گرہستھ آشرم میں داخل نہ ہو۔ راہل کی اس کہانی کی بنیاد پر مہاونگ کے مصنف نے بھگوان کے پیروؤں کی بڑی لمبی چوڑی داستانیں مرتب کی ہیں۔

دیگر پیرو

بھگوان بُدھ کی زندگی میں جماعت میں داخل ہونے والے نابالغوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن دوسرے فرقوں سے جو سادھو آتے تھے اُنھیں چار ماہ تک بطور

امیدوار انتظار کرنا پڑتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے پیروؤں کی تعداد بہت بڑی تھی۔ دیگھ نکائے کے مہاسی ہانڈ سُت کے آخر میں جب کا شیپ سادھو بدھ کی بھکشو جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے تو بھگوان اس سے کہتے ہیں:

"اے کاشیپ! اس دھرم کو اپنا کر جو کوئی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہے اُسے چار مہینے تک بطور اُمیدوار انتظار کرنا پڑتا ہے۔ چار مہینے کے بعد جب بھکشو اس سے ہر طرح سے مطمئن ہو جاتے ہیں تو اُسے جماعت میں شامل کر لیتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس بارے میں کچھ تشکیلات بھی ہیں۔"

یوں چار مہینے تک کاشیپ نے بطور اُمیدوار اپنی اہلیت ثابت کی اور جب بھکشوؤں کو اطمینان ہو گیا تو اسے جماعت میں شامل کر لیا گیا۔

پیرو جماعت میں اضافہ

بھگوان بدھ کے پری نروان کے بعد پیروؤں میں مزید اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ بچپن میں ہی پیرو ہو کر بھکشو بن جانے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہو گئی اور اس سے جماعت میں بے شمار برائیاں پیدا ہو گئیں۔ خود بھگوان بدھ اور اُن کی بھکشو جماعت کو گرہستھ آشرم کا اچھا خاصہ تجربہ تھا۔ اور ان کے دل میں از سر نو اس زندگی کی خواہش پیدا نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن جنہیں بچپن ہی میں سنیاسی بنا کر دنیاداری کی زندگی سے باہر نکال لیا گیا ہو اُن کے دل میں اس زندگی کے تئیں کشش پیدا ہونا فطری بات تھی۔ لیکن پابندیاں اُنھیں روکتی رہیں اور یوں ان میں ذہنی بیماریاں پرورش پانے لگیں۔ جماعت کی تباہی کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب

اسے بھی سمجھنا چاہیے۔

مرد پیروؤں کے ڈھنگ پر ہی پیرو عورتوں کی جماعت بنائی گئی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ مرد بھکشوؤں کی خانقاہ میں رہتے تھے اور عورتیں بھکشونیوں کی خانقاہ میں رہتی تھیں۔

جماعت کی چار شاخیں

لیکن جماعت کی چار شاخوں میں ان پیروؤں کا شمار نہیں کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان کی زندگی میں انھیں کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ صرف بھکشوؤں، بھکشونیوں، پجاریوں اور پجارنوں پر ہی جماعت کی چار شاخیں مشتمل تھیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ بھکشو جماعت کا کام بہت بڑا تھا۔ پھر بھی ترپٹک میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بھکشونیوں، پجارنیوں اور پجاریوں نے بھی جماعت کی ترقی میں خاطر خواہ ہاتھ بٹایا تھا۔

عورتوں کا درجہ

کاما دیو کے ساتھ سوما نامی بھکشونی کی جو مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی تھی اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ بودھ دھرم میں عورتوں کا درجہ مردوں کے برابر تھا۔

دوپہر کے وقت جب سوما بھکشونی شراوستی کے قریب اندھ بن

میں دھیان کی خاطر بیٹھی تو کام دیو اس کے پاس جا کر بولا۔

"نجات کا جو مقام رشیوں تک کو ملنا ناممکن ہے اسے تم کیونکر حاصل کر سکتی ہو جس کی تمام تر عقل و دانش دو انگلیوں میں محدود ہے (یعنی چاولوں کے پک جانے پر انہیں دو انگلیوں سے دبا کر دیکھنا ہی جس کا واحد کام ہے)

سوما بھکشونی بولی "جسے پوری طرح اطمینانِ قلب حاصل ہو چکا ہو ایسے عالم و فاضل فرد کے لئے (راہِ نجات میں) نسوانیت کیونکر حائل ہو سکتی ہے۔ کام دیو یہ باتیں اُسے بتائے جسے یہ تکبر[1] ہو گیا ہو کہ میں عورت ہوں، میں مرد ہوں یا میں کوئی ہوں۔"

کام دیو سمجھ گیا کہ سوما بھکشونی نے اُسے پہچان لیا ہے لہٰذا مارے غم کے وہ وہیں معدوم ہو گیا۔۔۔۔۔"

یہ مکالمہ شاعرانہ قسم کا ہے۔ پھر بھی اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ بودھ جماعت میں عورتوں کو کیا مقام تھا۔

پیرووں کے لئے نروان مارگ (راہِ نجات) کی چار منزلیں

بُدھ کے پیرووں کے لئے نروان مارگ کی چار منزلیں ہیں۔ 'سوتاپن' -

---

[1] تکبر تین قسم کا ہوتا ہے (۱) میں برتر ہوں، یہ غرور ہے (۲) میں مثل دوسروں کے ہوں، یہ غرور اور (۳) میں حقیر ہوں، یہ غرور (دیکھئے S. T. P. صفحہ ۳۴۶، ۳۵۲

'سکداگامی'، 'اناگامی' اور 'ارہا'۔

روح کو لازوال ماننے کا نظریہ، 'بُدھ' دھرم اور جماعت پر شبہ یا بےیقینی برت یا فلسفے کے ذریعے حصولِ نجات میں یقین۔ ان تین بندھنوں کو ختم کرنے پر بودھی 'سوتاپن' ہوتا ہے اور جب وہ اس راستے میں مستقل مزاج رہتا ہے، تب اسے سوتاپتی پھلٹھو' کہتے ہیں۔ اُس کے بعد نفسانی خواہشات اور غصہ ان دو بندھنوں کے خاتمہ پر جہل کم ہو جاتا ہے اور وہ 'سکداگامی' ہوتا ہے۔ اور اس راستے میں استقلال حاصل کرنے پر اسے سکداگامی پھلٹھو' کہتے ہیں اس کے بعد جنت وغیرہ کے حصول کی خواہش، گھمنڈ، توہم اور جہالت وغیرہ بندھنوں کا قلع قمع کرنے سے وہ 'ارہا' ہوتا ہے اور اس راستے پر مستقل مزاجی سے کاربند رہنے پر اسے 'ارہ پھلٹھو' کہتے ہیں ——— اس طرح بودھوں کے چار یا آٹھ درجے کیئے جاتے ہیں۔ چیترا اور وشاکھ دونوں گرہست ہوتے ہوئے بھی 'اناگامی' تھے جبکہ آنند بھکشو ہوتے ہوئے بھی بھگوان بدھ کی زندگی میں صرف سوتاپن تھا۔ 'کھیما'، 'اتپل ورنا' وغیرہ بھکشونیاں 'ارہا' درجہ پر پہنچ گئی تھیں۔ یعنی نروان کے حصول میں نسوانیت یا دُنیاداری قطعی مانع نہیں ہوتی تھی۔

جماعت کی مقبولیت

بُدھاں سرنا گچھامی

دھماں سرناں گچھامی

سنگھاں سرناں گچھامی[1]

اسے 'شرن گمن' کہتے ہیں یعنی تین ما من کہتے ہیں یہ رسم بُدھ کی زندگی میں ہی رائج ہو گئی تھی اور بودھی لوگ آج بھی اس پر کاربند ہیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ بھگوان بدھ نے اپنے دھرم اور اپنی جماعت کو یکساں اہمیت دے دی تھی۔ دوسرے کسی مذہب میں یہ بات نہیں ملتی۔ عیسیٰ مسیح کہتے ہیں:

"اے دُکھی اور دبے ہوئے لوگو! تم سب میرے پاس آؤ،
میں تمھیں اطمینان اور سکون دلاؤں گا۔"[2]

اور کرشن بھگوان کہتے ہیں:

"تمام دھرموں کو چھوڑ کر تم صرف میری پناہ میں آؤ۔ میں تمھیں
تمام گناہوں سے آزاد کر دوں گا۔ تم غم مت کرو۔"[3]

لیکن بھگوان بُدھ کہتے ہیں:

"تم بودھ دھرم اور جماعت کی پناہ لے کر اپنی کوششوں
سے اپنے اور دوسروں کے دُکھ کا خاتمہ کرو، دُنیا کا دُکھ کم کرو۔"

اگر ہم دُنیا بھر کے بیدار مغز اور خوش اخلاق مرد عورتوں کی ایک بڑی جماعت

---

[1] میں بدھ کی شرن (پناہ) میں جاتا ہوں۔ دھرم کی شرن میں جاتا ہوں۔ جماعت کی شرن میں جاتا ہوں۔

[2] Mathew 11. 8

[3] بھگوت گیتا باب نمبر ۱۸، اشلوک نمبر ۶۶

بنا کر اس کی پناہ میں جائیں کیا دُکھ دور کرنے کا راستہ آسان نہیں ہو جائے گا؛

جماعت ہی سب کی رہنما

بھگوان بدھ نے اپنے بعد کسی کو جماعت کا رہنما مقرر نہیں کیا۔ بلکہ یہ اصول بنایا کہ پوری جماعت کو مل کر جماعت کا کام کرنا چاہیئے۔ مطلق العنان طرزِ حکومت میں پرورش پائے ہوئے لوگوں کو یہ طریقہ عجیب معلوم ہوا ہو، تو اس میں تعجب کی بات نہیں۔

بھگوان کے پری نروان کو ابھی بہت دن نہیں ہوئے تھے۔ اُس وقت آنند راج گرہ میں رہتا تھا۔ پردیوت کے خوف سے راجا اجات شترو نے راج گرہ کی مرمت کروانا شروع کی تھی اور اس کام پر گوپک موگلان برہمن کا تقرر کیا تھا۔ آنند راج گرہ میں بھکشا کے لئے جانے کو نکلا۔ بھکشا مانگنے کے وقت میں ابھی دیر تھی۔ اس لیئے وہ گوپک موگلان کے پاس چلا گیا۔ برہمن نے اُسے اونچے آسن پر بٹھایا اور خود نیچی جگہ پر بیٹھ کر سوال کیا۔ کیا بھگوان بدھ کی سی خوبیوں والا کوئی اور بھکشو بھی ہے؟

"نہیں ہے۔" آنند نے جواب دیا۔

یہ بات چل ہی رہی تھی کہ اتنے میں مگدھ دیش کا دیوان وسکار برہمن وہاں آ گیا اور آنند کا جواب سن کر اُس نے پوچھا۔ "کیا اس بھگوان نے کسی ایسے بھکشو کو مقرر کیا ہے کہ بھگوان کی عدم موجودگی میں جماعت اُس بھکشو کی پناہ میں جا سکے؟"

آنند نے کہا۔ "جی نہیں۔"

"تو کیا ایسا کوئی بھکشو ہے جسے خود جماعت نے بھگوان بُدھ کی جگہ چُن لیا ہو؟" وسکار برہمن نے پوچھا۔

"جی نہیں!" آنند نے کہا۔

"یعنی آپ کی اس بھکشو جماعت کا کوئی رہنما نہیں ہے؟" —— تو پھر اس جماعت میں اتحاد کیونکر رہتا ہے؟" وسکار نے پوچھا۔

آنند نے جواب دیا۔ "ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارا کوئی رہنما نہیں ہے۔ بھگوان نے 'دھرم' کے اصول بنائے ہیں۔ ہم جتنے بھکشو ایک گاؤں میں رہتے ہیں وہ سب جمع ہو کر ان اصولوں کو دوہراتے ہیں۔ جس سے کوئی قصور ہوا ہو وہ اپنا قصور ظاہر کرتا ہے اور اس کا پرائشچت (تلافی) کرتا ہے۔ کوئی بھکشو خوش اخلاقی وغیرہ خوبیوں کا مالک ہو تو ہم اس کا احترام کرتے ہیں۔ اور اُس سے صلاح و مشورہ لیتے ہیں۔"

وسکار برہمن راجا اجات شترو کا دیوان تھا شاید وہ سمجھتا تھا کہ کسی مختارِ کل شخص کے بغیر ٹھیک ڈھنگ پر انتظامِ حکومت نہیں چل سکتا۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر بدھ نے کسی کو اپنی جگہ پر مقرر نہیں کیا تو کم سے کم جماعت کو تو چاہیے کہ وہ کسی بھکشو کو چن کر بدھ کی گدی پر بٹھا دے لیکن ایسے کسی مختارِ کل شخص کے بغیر بدھ کے بعد بھی جماعت کا کام بڑی خوش اسلوبی سے سر انجام پاتا رہا —— چنانچہ کہنا پڑتا ہے کہ بُدھ کی قائم کردہ جماعت عملی بُنیادوں پر قائم ہوئی تھی۔

۷۔ آتم واد (روح کے وجود یا عدم وجود سے متعلق نظریات)

روح کو ماننے یا نہ ماننے والے رشی

'سُتّ نپات' میں بدھ کے ہم عصر برہمن رشیوں کو چار بڑے طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ان میں پہلا طبقہ ان برہمنوں کا تھا جو یگیہ وغیرہ کرتے اور سوم رس پیتے تھے۔ اُن کا اعتقاد تھا کہ صرف اِسی طریقے سے مکتی حاصل ہو سکتی ہے۔ یگیوں اور سوم رس وغیرہ سے عاجز آ کر جو رشی منی جنگلوں میں جا کر کڑی تپسیا کرنے لگے۔ اُن کا شمار دوسرے طبقے میں ہوتا ہے۔ لیکن وہ زیادہ عرصہ تک جنگلوں میں نہ رہ سکے۔ واپس گرہستھی میں آ کر وہ عیش و عشرت کی زندگی میں ہی راحت سمجھنے لگے۔ پراشر رِشیہ شرنگ وغیرہ رشی اسی طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ تیسرے طبقے میں ایسے برہمن رشی شامل تھے جو بستیوں کے آس پاس رہ کر قلیل غذا پر گزر بسر کرتے تھے۔ لیکن وہ روح کے چکر میں پڑ گئے۔ کوئی روح کو

فانی مانتا تو کوئی لافانی، اس الجھن میں پڑنے سے وہ بھی کام دیو کے جال میں پھنس گئے یعنی دُنیادار ہو گئے۔ بھگوان بدھ نے ایسے تمام نظریات نظرانداز کرتے ہوئے اپنے فلسفہ کی بُنیاد حقیقت پر رکھی۔ یوں اُن کے پیرو کام دیو کے جال میں نہ پھنس سکے اور اسی لئے اُن کا شمار چوتھی قسم کے برہمن رشیوں میں کیا گیا ہے۔

بھگوان بُدھ نے اس قسم کے نظریات کیوں ترک کیے؟ اس پر غور کرنے سے پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس وقت برہمن رشیوں کے اس قسم کے نظریات کی نوعیت کیا تھی؟ تیسرے باب میں ہم بتا ہی چکے ہیں کہ اس وقت رشیوں کے کل باسٹھ فرقے تھے۔ ان میں کوئی فرقہ بھی ایسا نہ تھا جو کسی نہ کسی طرح روح سے بحث نہ کرتا ہو۔ آج ان تمام فرقوں کا فلسفہ تو دستیاب نہیں البتہ ان میں سے چھ بڑے فرقوں کے فلسفہ کا بیشتر حصہ پالی ادب میں موجود ہے اور اس سے ہم دوسرے برہمن رشیوں کے نظریات و اعتقادات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۱)

ان چھ میں سے پہلا پورن کسپ کا نظریہ یہ تھا کہ :-

"کوئی کچھ کرے یا کروائے، کاٹے یا کٹوائے، اذیت دے یا دلوائے، غم کرے یا کروائے، کسی کو کوئی دُکھ ہو یا کوئی اُسے دُکھ پہنچائے۔ ڈرے یا ڈرائے، جانداروں کو مار ڈالے، چوری کرے، ڈاکہ ڈالے، گھر میں نقب لگائے، بٹ ماری کرے، زنا کرے یا جھوٹ بولے ______ اُسے کوئی پاپ نہیں لگتا۔ تیز دھار چکر سے اگر دُنیا بھر کے جانوروں کو کاٹ کر اُن کے گوشت کا انبار لگا دے۔ جب بھی اُسے کوئی پاپ نہیں لگتا۔ گنگا ندی کے جنوبی کنارے پر جا کر اگر کوئی مار پیٹ

کرے یا کاٹے یا کٹوائے۔ اذیت دے یا دلوائے۔ تو بھی اس میں بالکل پاپ نہیں ہے۔ گنگا ندی کے شمالی کنارے پر جا کر اگر کوئی بہت بڑا دان کرے یا کروائے یگیہ کرے یا کروائے تو بھی اس سے کوئی پن (ثواب) نہیں ہوتا۔ دان، دھرم زہد اور راست گوئی سے کچھ ثواب نہیں ہوتا۔"

(۲)

مکھلی گوسال کا نظریہ یہ تھا کہ:

"انسان کی ناپاکی کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ کسی سبب کے بغیر ہی انسان ناپاک ہوتے ہیں۔ اُن کی پاکیزگی کا بھی کوئی سبب نہیں ہوتا۔ انسان بلا سبب پاک ہوتے ہیں اپنے اختیار سے کچھ نہیں ہوتا۔ دوسرے کے اختیار سے کچھ نہیں ہوتا۔ (کسی میں) طاقت نہیں ہے، جرأت اور قوت مردمی نہیں ہے۔ تمام انسان و حیوان بے بس مجبور اور لاچار ہیں۔ وہ تقدیر، حالات اور مزاج کے مطابق تبدیل ہوتے ہیں اور چھ طبقوں میں سے کسی ایک طبقے میں رہ کر سکھ دُکھ بھوگتے ہیں عقلمندوں اور بیوقوفوں کو چوراسی لاکھ پیدائشوں کے چکر میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے اس کے بعد ہی اُن کے دُکھوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں فلاں روزہ سے، فلاں ریاضت یا تجرد سے دُکھ سکھ کا خاتمہ کر دوں گا تو وہ غلطی پر ہے۔ اس دُنیا میں دُکھ سُکھ اس قدر مسلمہ ہیں کہ اُنہیں پیمانوں تک سے ناپا جا سکتا ہے۔ اُنہیں ہرگز کم و بیش نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح سوت کا گولہ پھینکنے سے وہ پوری طرح کھلنے تک آگے ہی بڑھتا رہتا ہے۔

اسی طرح عقلمندوں اور بے وقوفوں کے دُکھ بھی ختم ہوں گے

جب وہ چوراسی لاکھ پیدائشوں کا چکر پورا کر لیں گے۔

(۳)

اجیت کیس کمبل کا نظریہ یہ تھا کہ " دان ، یگیہ اور ہون قطعی بے مصرف ہیں۔ اچھے یا بُرے اعمال کا کوئی ثمرہ یا نتیجہ نہیں ہوتا۔ یہ دُنیا ، دوسری دُنیا ، ماں ، باپ اور جنتی یا جہنمی ہرگز جاندار نہیں ہیں۔ اس دُنیا اور دوسری دُنیا سے متعلق وسیع علم حاصل کر کے دوسروں کو اس کا درس دینے والے فلسفی اور بلند مرتبہ برہمن رشی اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ انسان چار عناصر اربعہ کا مرکب ہے۔ جب وہ مرتا ہے تب اس کے اندر کا خاکی عنصر خاک میں ، آبی عنصر پانی میں ، نوری عنصر نور میں اور ہوائی عنصر ہوا میں جا ملتا ہے۔ اور حواس خمسہ خلا میں چلے جاتے ہیں۔ مردہ شخص کو ارتھی پر رکھ کر چار آدمی شمشان میں لے جاتے ہیں۔ اس کی خوبیوں خامیوں کا ذکر ہوتا ہے لیکن اُس کی ہڈیاں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔ دان کا جھگڑا احمقوں کا پیدا کردہ ہے جو لوگ خدا کے وجود میں یقین رکھتے ہیں وہ سراسر بکواس کرتے ہیں۔ موت کے بعد عقلمند اور بیوقوف دونوں مٹ جاتے ہیں۔ اُن کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔"

(۴)

پکدھ کچائن کا نظریہ تھا کہ " سات اجزائے ترکیبی کسی کے کئے ، کروائے بنائے یا بنوائے ہوئے نہیں ہیں ، وہ تو ازلی اور ابدی ہیں ، وہ نہ تو ہلتے ہیں ۔ نہ بدلتے ہیں ، ایک دوسرے کو وہ نہیں ستاتے ۔ ایک دوسرے کا دکھ سکھ پیدا کرنے کی اُن میں قوت نہیں ——— وہ کون سے ہیں ؟ وہ ہیں مٹی ، پانی ، روشنی ، ہوا ، سکھ ، دُکھ اور قوتِ حیات . . . . اُنھیں مارنے والا مروانے والا

سننے والا، سُنانے والا۔ جاننے والا اور اُنھیں بیان کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ جو کوئی تیز ہتھیار سے کسی کا سر کاٹ ڈالتا ہے، وہ اس کی جان نہیں لیتا۔ بس یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ہتھیار سات اجزا کے درمیانی خلا میں گھُس گیا ہے۔"

(۵)

سنجھے بیلٹھ پُت کا نظریہ یہ تھا کہ:

"اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ کیا پرلوک عقبیٰ ہے؟ اور اگر مجھے احساس ہو کہ پرلوک ہے تو میں کہوں گا۔ ہاں! لیکن مجھے ایسا محسوس نہیں ہوتا۔ مجھے یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ پرلوک نہیں ہے۔ نظر آنے والے جاندار ہیں یا نہیں؟ اچھے بُرے عمل کا کوئی نتیجہ ہوتا ہے یا نہیں؟ موت کے بعد روح باقی رہتی ہے یا نہیں؟ ان میں سے کسی بھی بات کے متعلق میرا کوئی محکم عقیدہ نہیں ہے"

(۶)

نگنٹھ ناتھ پُت چار صفات کو مانتا تھا۔ ان چار صفات سے متعلق جو معلومات 'ساتن پھل سُتت' میں ملتی ہیں وہ مکمل نہیں ہیں۔ جین دھرم سے متعلقہ مذہبی کتابوں سے کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدم تشدد، راستی، ایثار اور چوری نہ کرنا۔ ان چار صفات کا اُپدیش پارشو مُنی نے کیا تھا۔ اس میں مہاویر سوامی نے برہمچریہ (تجرد) جوڑ دیا۔ پھر بھی بُدھ کے ہم عصر جین مُتذکرہ بالا چار صفات ہی کو اہمیت دیتے تھے۔ جین دھرم کا نچوڑ یہ تھا کہ ان چار صفات اور تپسیا کے ذریعے پچھلے جنم میں کیئے ہوئے گناہوں کا کفارہ کر کے

مکتی حاصل کی جائے۔"

پورن کسپ کا نظریہ حیات سانکھیہ فلسفے جیسا نظر آتا ہے۔ سانکھیہ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ روح قدرت کی دسترس سے باہر کی چیز ہے اور مارنا مروانا وغیرہ باتوں کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اسی نظریہ کی بازگشت بھگوت گیتا میں مختلف جگہوں پر سُنائی دیتی ہے۔ مثلاً:

(۱) تمام فعل و عمل میں قدرت کا دخل ہے۔ پھر بھی خود پسند روح کا کہنا ہے کہ "میں خالق ہوں۔"

(۲) جو اس روح کو مارنے والا سمجھتا ہے یا جو یہ سمجھتا ہے کہ اس روح کو مارا جا سکتا ہے وہ دونوں حقیقت نا آشنا ہیں۔ کیونکہ یہ روح نہ تو خود مرتی ہے اور نہ کوئی اسے مار سکتا ہے۔"

(۳) جس میں خود ستائی کا جذبہ نہیں اور جو بے لوث ہے وہ لوگوں کو مار کر بھی اُنھیں نہیں مارتا۔ اُس میں بندھتا نہیں۔

پورن کشپ کے نظریہ اور مکھلی گوسال کے نظریہ میں بہت زیادہ فرق نہیں تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ "اگرچہ روح فطرت کے تابع نہیں، تاہم اُسے معینہ جنم لینے پڑتے ہیں اور اُس کے بعد از خود اُس کی نجات ہو جاتی ہے۔"
یہ تصور آج بھی ہندو سماج میں رائج ہے کہ جو راسی لاکھ جنم لینے کے بعد جاندار مکتی حاصل کر لیتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکھلی گوسال کے زمانے میں اس نظریے کو کافی قبولیت حاصل تھی۔

(انگتر نکائے، کے 'چھک نپات' کے ایک شت نمبر ۵۷ سے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر پورن کسّپ کا فرقہ مکھلی گوسال کے آجیوک فرقے میں شامل ہو گیا تھا۔ منڈگرہ بالا سُت میں آنند بھگوان بدھ سے کہتا ہے:

"پورن کسپ نے کرشن، نیل، لوہت، ہرود، شکل اور پرم شکل ..... اس طرح چھ طبقے بتائے ہیں۔ جلّاد، شکاری وغیرہ لوگوں کا شمار کرشن طبقہ میں ہوتا ہے۔ بھکشو وغیرہ لوگوں کا نیل طبقہ میں، ایک کپڑا پہننے والے نرگرنتھوں (جینیوں) کا لوہت طبقہ میں، معیاری لباس پہننے والے رشیوں کا ہرود طبقہ میں، آجیوکوں اور آجیوک بھکشونیوں کا شکل طبقہ میں اور نند وچھ، کس سنکچ اور مکھلی گوسال کا شمار پرم شکل طبقہ میں ہوتا ہے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ پورن کسّپ اور آجیوکوں کے فرقے ایک ہو گئے تھے۔ نند وچھ وغیرہ تین علمار آجیوک روایات کے قائد تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسّپ اور اُن کے روح سے متعلق نظریے میں کوئی خاص فرق نہیں تھا اور کسّپ کو اُن کا جسمانی ایذا کا نظریہ پسند تھا۔

اجیت کیس کمبل کے نظریہ کو دیکھتے ہوئے فوراً یہ بات ذہن میں آجاتی ہے کہ وہ یکسر دہریہ تھا۔ سرو درشن سنگرہ' میں درج 'چارواک' مت کا وہ بانی تو نہیں، حامی ضرور تھا۔ جس طرح برہمنوں کے یگیہ وغیرہ پسند نہیں تھے اسی طرح آجیوک وغیرہ رشیوں کی تپسیا بھی اُسے نہیں بھاتی تھی۔ سرو درشن سنگرہ میں کہا گیا ہے:

"بھون، تین دنڈ، سنیاس آشرم کی علامت (بانس کا

ایک ڈنڈا جس کے سرے پر دو چھوٹی لکڑیاں بندھی رہتی ہیں) اور جسم پر راکھ ملنا۔ یہ عقل اور مردانگی سے عاری انسانوں کے لئے برہم دیو کا پیدا کردہ ذریعہ معاش ہے۔"

یہ سب ہوتے ہوئے بھی اجت کیس کمبل کا شمار رشیوں میں ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ آریائی تشدد اُسے پسند نہیں تھا۔ اور اگرچہ وہ تپسیا نہیں کرتا تھا پھر بھی اُس نے رشیوں منیوں کے اخلاق اور طرزِ زندگی کو اپنا رکھا تھا روح سے متعلقہ رشیوں کے نظریات سے بھی وہ منحرف نہیں تھا۔ روح کے بارے میں اس کا نظریہ تھا کہ روح چار عناصر ترکیبی کا مرکب ہے اور مرنے پر وہ پھر سے ان عناصر میں مل جاتی ہے۔

"جب تک ہم زندہ ہیں سکھ سے رہیں کیونکہ کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جسے موت کے شکنجے میں نہ پھنسنا ہو۔ جسم کے راکھ ہو جانے پر وہ (روح) کہاں سے لوٹ آئے گی۔"

اجت کیس کمبل کے اس فلسفہ سے ہی لوکائت داس دُنیا کے علاوہ کسی دوسری دُنیا کے قائل نہ ہونے کا) علم الاقتصاد نکلا اور کوٹلیہ ایسے علماء نے اُسے ترجیح دی۔

پکدھ کچائن کا نظریہ "ویشیشک" فلسفہ سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن اس کے سات عناصر اور ویشیشکوں کے سات عناصر میں بہت کم یکسانیت ہے کچائن کے پیروؤں کی جماعت اگرچہ کافی بڑی تھی۔ پھر بھی اس کی روایات قائم نہیں رہیں۔ قدیم ویشیشک فلسفہ اسی کے علم الحقائق سے نکلا ہو گا۔ لیکن اس قسم

کے علم الحقائق کے حامی فرقے بدھ کے زمانے ہی میں ختم ہو گئے ہوں گے۔

سنجے سیلٹھ پُت کا فلسفہ، جینیوں کے فلسفۂ حیات کا سا تھا۔ اور آگے چل کر جینیوں نے اسے اپنے فلسفۂ حیات ہی میں شامل کر لیا تھا۔ "ایسا ہوگا، ایسا نہیں ہوگا" "شاید ہو، شاید نہ ہو" وغیرہ جین فلسفہ میں اور سیلٹھ پُت کے مذکرہ بالا جین فلسفہ میں چنداں فرق نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جین فرقے نے سیلٹھ پُت کے فلسفہ کو ہی اپنے فلسفہ کا اہم ترین جزو بنا لیا تھا۔

نرگرنتھ (جین) اور آجیوک

جین دھرم سے متعلق مذہبی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ بدھ کے ہم عصر جینیوں کے چوبیسویں ہادی مہاویر سوامی (جنہیں نگنٹھ ناتھ پُت کہتے تھے) اور مکھلی گوسال نے چھ برس تک ایک ساتھ رہ کر تپسیا کی تھی۔ غالباً ان دونوں کی کوشش یہ تھی کہ نرگرنتھوں اور آجیوکوں کا ایک فرقہ بنایا جائے۔ پارشو منی ایک پوشش یا تین پوششیں اپنے پاس رکھتے تھے۔ لیکن مہاویر سوامی نے مکھلی گوسال کا دگمبر برت قبول کیا اور اس وقت سے نرگرنتھ بے پوشش ہو گئے۔ پھر بھی نرگرنتھوں اور آجیوکوں کے فلسفے میں برابر تضاد رہا۔ اگر مہاویر سوامی چوراسی لاکھ پیدائشوں کے نظریئے کو تسلیم کر لیتے تو نرگرنتھوں کی چار صفات کی روایت بے بنیاد ہو جاتی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قسمت، حالات اور مزاج کی بنیاد پر انسان تبدیل ہوتے ہیں تو پھر عدم تشدد، راستی، ایثار اور چوری نہ کرنے کی صفات بے معنی ہو جاتی ہیں بہر حال یہ دونوں علماء اکٹھے نہیں رہ سکے۔

آجیوکوں کے چوراسی لاکھ پیدائشوں کے فلسفہ کے بجائے اگر راہِ نجات سے متلاشی لوگوں کو چار صفات کا فلسفہ زیادہ پسند آیا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ ان صفات اور تپسیا کے ذریعہ پچھلے جنم میں کیئے ہوئے گناہوں کا کفارہ کیا جا سکتا تھا۔ اور ایک ہی جنم میں مکتی حاصل کی جا سکتی تھی۔

نرگرنتھوں سے متعلق معلومات

'سُت پٹک' میں نرگرنتھوں سے متعلق کافی معلومات ملتی ہیں۔ 'مجھیم نکائے' کے 'چول دُکھ کھند ھ سُت' میں بُدھ اور نرگرنتھوں کا جو مکالمہ درج ہے اُس کا خلاصہ اس طرح ہے:

"راج گرہ میں کچھ نرگرنتھ کھڑی حالت میں تپسیا کر رہے تھے بھگوان بُدھ اُن کے پاس جا کر بولے۔" دوستو! آپ اس طرح جسم کو کیوں ایذا پہنچاتے ہیں؟"

اُنھوں نے کہا۔ "نگنٹھ ناتھ پُتر علیم کُل ہے' وہ کہتا ہے کہ چلتے ہوئے' کھڑے رہتے ہوئے' سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے ہر حالت میں میری چشم بصیرت وا رہتی ہے۔ وہ ہمیں تلقین کرتا ہے کہ "اے نرگرنتھو! تم نے پچھلے جنم میں جو گناہ کیا ہے اس قسم کی جسمانی ایذا سے اُس کا کفارہ ادا کرو۔ اور اس جنم میں تن من اور بچن سے کوئی گناہ مت کرو۔ اس طرح تپسیا سے پچھلے جنم کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور نیا گناہ نہ کرنے سے تمام دُکھ درد دور ہو جائیں گے۔ اُس کی یہ بات ہمیں اچھی لگتی ہے۔"

"بھگوان بولے:" اے نرگرنتھو! کیا آپ جانتے ہیں کہ پچھلے جنم میں آپ تھے یا نہیں؟"

نرگرنتھ: ہم نہیں جانتے۔

بھگوان: اچھا کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ پچھلے جنم میں آپ نے کوئی گناہ کیا تھا یا نہیں؟

نرگرنتھ: یہ بھی ہم نہیں جانتے۔

بھگوان: کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ آپ کے کتنے گناہوں کا کفارہ ہو چکا ہے اور کتنوں کا باقی ہے؟

نرگرنتھ: یہ بھی ہمیں معلوم نہیں۔

بھگوان: اگر یہ باتیں آپ کو معلوم نہیں ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پچھلے جنم میں آپ شکاریوں کی طرح بدکار تھے اور اس جنم میں ان گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے تپسیا کرتے ہیں؟

نرگرنتھ: اے محترم گوتم! سکھ سے سکھ حاصل نہیں ہوتا۔ دکھ سے ہی سکھ حاصل ہوتا ہے۔ اگر سکھ سے سکھ حاصل ہو سکتا تو راجا بمبسار کو محترم گوتم سے زیادہ سکھ ملا ہوتا۔

بھگوان: اے نرگرنتھو! آپ نے بنا سوچے سمجھے یہ بات کہی ہے۔ یہاں میں آپ سے اتنا ہی پوچھوں گا کہ کیا راجا بمبسار سات دن تک جسم کو بے حس بٹھا کر، ایک لفظ تک منہ سے نکالے بغیر گوشہ نشینی کا سکھ حاصل کر سکتا ہے، سات دن کی بات جانے دیجئے۔ کیا وہ ایک دن کے لئے بھی ایسا سکھ حاصل کر سکتا ہے؟

نرگرنتھ: محترم! اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔

بھگوان: میں ایک دن نہیں سات دن تک ایسا سکھ حاصل کرسکتا ہوں
میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ راجا بمبسار (اپنے جاہ و حشم کی بدولت)
زیادہ سکھی ہے یا میں؟
نرگرنتھ: اگر ایسا ہی ہے تو محترم گوتم ہی راجا بمبسار سے زیادہ سکھی ہے
یہ مکالمہ بودھ مت کی خصوصیت بتانے کے لئے ہی لکھا گیا ہوگا۔ تاہم
اس میں جین مت سے کسی طرح کا اختلاف ظاہر نہیں کیا گیا۔ اُن کا
کہنا تھا کہ تپسیا اور چار صفات کے فلسفہ پر عمل پیرا ہونے سے پچھلے جنم کے گناہوں
کا کفارہ کیا جا سکتا ہے اور یہ روایت آج تک قائم ہے۔

روح سے متعلق تصوّرات

ان علما اور اس زمانے کے دیگر رشیوں میں روح سے متعلق کتنے
تصوّرات تھے اُس کا تھوڑا سا نمونہ اپنشدوں میں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر
یہ تصور دیکھئے جس میں کہا گیا ہے کہ روح چاول اور جو سے کبھی چھوٹی ہے
اور وہ دل میں رہتی ہے۔

"یہ میری روح دل میں رہتی ہے، یہ چاول سے جو سے
سرسوں سے سانواں نامی دھان سے یا اس کے چاول سے
کبھی چھوٹی رہتی ہے[1] اور وہ اتنی ہی بڑی بھی ہے۔

---

[1] چھندوگیہ اپنشد ۳/۱۴/۳

"روح نورِ باطن ہے اور باطن میں یوں رہتی ہے
جیسے چاول یا جو کا دانہ۔"[1]
بعد میں یہ تصوّر رائج ہوا کہ روح انگوٹھے جتنی بڑی ہے۔
"انگوٹھے جتنی وہ روح دل میں رہتی ہے۔"[2]
اور انسان کے سو جانے پر وہ اس کے جسم سے باہر نکل کر گھومنے جاتی ہے۔
"وہ روح ایسی ہے جیسے رسّی سے جکڑا ہوا پرندہ چہار اطراف اُڑتا ہے لیکن اُڑ کر کہیں نہ جا سکنے کی وجہ سے واپس جگہ پر آجاتا ہے۔ اسی طرح روح چہار اطراف اُڑتی ہے لیکن وہاں جگہ نہ ملنے سے قفسِ عنصری میں لوٹ آتی ہے۔"[3]

بدھ کے ہم عصر برہمن رشیوں میں ایسے عجیب و غریب تصوّرات پھیلے ہوئے تھے۔ ان تمام تصوّرات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک فریق کا کہنا تھا کہ
"روح اور اربعہ عناصر لافانی ہیں۔ ازل سے چلے آرہے ہیں، ابد تک قائم رہیں گے۔"

---

[1] برہدارنیک اپنشد ۵/۶/۱
[2] کٹھو پنشد ۲/۴/۱۲
[3] چھاندوگیہ اپنشد ۶/۲

پورن کسپ، مکھلی گوسال، پکدھ کچائن اور نگنٹھ ناتھ پُت اس نظریے کے حامی تھے۔

دوسرے برہمن رشیوں کا کہنا تھا کہ:

"یہ روح چار عناصر اربعہ کے مرکب اور نطفے سے پیدا ہوئی ہے۔ جسم کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔"

اس نظریے کے حامی رشیوں میں اجیت کیس کمبل سب سے نمایاں تھا۔ ان دو نظریات کے علاوہ کچھ رشیوں کا نظریہ یہ بھی تھا کہ روح ایک حد تک لافانی اور ایک حد تک فانی ہے۔ سنجے بیلٹھ پُت اسی نظریے کا حامی تھا۔ اور آگے چل کر جینیوں نے اسی نظریے کو اپنایا تھا۔

ان نظریات کے نتائج

عام طور پر ان نظریات کے دو نتائج برآمد ہوتے تھے۔ ایک تو عیش و عشرت میں راحت ماننا اور دوسرے تپسیا کے ذریعے جسم کو ایذا دینا۔ پورن کسپ کا نظریہ یہ تھا کہ اگر روح کسی کو نہیں مارتی تو پھر اپنے عیش و عشرت کے لئے دوسروں کی جان لینے میں کیا برائی ہے؟ جینیوں کے یہ کہنے پر کہ روح پچھلے جنم کے اعمال سے وابستہ ہوتی ہے، لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلنا تھا۔ کہ ان اعمال کو قطع کرنے کے لئے تپسیا کرنی چاہئے، اگر یہ مان لیا جائے کہ روح فانی ہے۔ موت کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو اس سے دونوں قسم کے نظریات پیدا ہو سکتے ہیں۔ یعنی جب تک ہم زندہ ہیں تب تک عیش و عشرت میں مگن رہیں یا ہر چیز کو فانی سمجھ کر اس سے لاتعلق

ہو کر تپسیا کریں۔

آتم واد سے لاتعلقی

بھگوان بُدھ کو عیش و عشرت اور تپسیا کے دونوں نظریات ناقابل قبول معلوم ہوئے۔ کیونکہ اُن سے نسلِ انسانی کا دُکھ کم نہیں ہوتا۔ آپس میں جھگڑنے والی جنتا کو ان دونوں انتہاؤں کے ذریعے اطمینان کا راستہ ملنا ناممکن تھا۔ بودھی ستو کو یقین ہو گیا کہ ان انتہاؤں کا سبب متذکرہ بالا نظریات ہی ہیں لہٰذا اُن سے قطعی مختلف اُنھوں نے ایک نیا راستہ کھوج نکالا۔ روح فانی ہو یا لافانی، اس دُنیا میں دُکھ تو ہے ہی۔ یہ دُکھ انسان کی خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اعلیٰ و اشرف ہشت پہلو راستے کے ذریعے ان خواہشات کو ختم کرنے سے ہی انسان کو سکون و اطمینان حاصل ہو سکے گا۔ روح سے متعلق متذکرہ بالا نظریات کو باطل قرار دیئے بغیر یہ نیا راستہ نہیں سوجھ سکتا تھا۔ لہٰذا کھندسنیت میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ بھگوان بُدھ نے پنچ ورگیہ بھکشوؤں کو چار بُنیادی صداقتوں کے اُپدیش کے بعد آتم واد سے لاتعلقی کا اُپدیش دیا تھا۔

(یہ سُتّ مہاوگ میں بھی ہے)

بھگوان بُدھ وارانسی کے رشی پتن مرگ داو میں رہتے تھے وہاں وہ پنچ ورگیہ بھکشوؤں سے مخاطب ہو کر بولے——

"اے بھکشوؤ! جسم مادی ہے اور روح سے عاری۔ اگر جسم روح سے عاری نہ ہوتا تو وہ فسادی نہ ہوتا اور ہم روح سے

کہہ سکتے تھے کہ میرے جسم کو ایسا ہونے دو اور ایسا مت ہونے دو لیکن جسم چونکہ روح سے عاری ہے اس لئے فسادی ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایسا ہو اور ایسا نہ ہو۔"

"اے بھکشوؤ! احساس روح سے عاری ہے، اگر وہ روح سے عاری نہ ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ میرا احساس ایسا ہو اور ایسا نہ ہو لیکن احساس روح سے عاری ہے اس لئے وہ فسادی ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایسا ہو اور ایسا نہ ہو، اسی طرح قوت و رجحان، تصورات و رجحانات اور خیال و شعور روح سے عاری ہیں۔ اگر وہ روح سے عاری نہ ہوتے تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ ایسے ہوں اور ایسے نہ ہوں لیکن چونکہ وہ روح سے عاری ہیں اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایسے ہوں اور ایسے نہ ہوں۔"

"اے بھکشوؤ! مادی جسم، احساسات، تصورات، رجحانات اور خیال و شعور فانی ہیں یا لافانی؟"

بھکشو: "محترم! وہ فانی ہیں۔"

بھگوان: "جو فانی ہے وہ تکلیف دہ ہے، یا راحت بخش؟

بھکشو: محترم وہ تکلیف دہ ہے۔"

بھگوان: "اور جو تکلیف دہ اور مخالف سمت میں لے جانے والا ہے، اُس کے بارے میں یہ سمجھنا کیا مناسب ہوگا کہ وہ میرا ہے، وہ میں ہوں، وہ میری روح ہے؟"

بھکشو: نہیں محترم!

بھگوان: "چنانچہ اے بھکشوؤ! حقیقت شناسی اور صحیح علم سے یہ جاننا چاہیئے کہ جو کوئی مادی عنصر پیدا شدہ یا پیدا ہونے والا جسم کے اندر کا یا جسم کے باہر کا، بڑا یا چھوٹا، اعلیٰ یا حقیر، دور کا یا نزدیک کا ہے وہ میرا نہیں ہے، وہ میں نہیں ہوں، وہ میری روح نہیں ہے اسی طرح حقیقت شناسی اور صحیح علم سے یہ جاننا چاہیئے کہ جو احساس، جو تصور، جو رجحان اور جو خیال و شعور پیدا شدہ یا پیدا ہونے والا، جسم کے اندر کا یا جسم کے باہر کا، بڑا یا چھوٹا، اعلیٰ یا حقیر، دور کا یا نزدیک کا ہے، وہ میرا نہیں ہے، وہ میں نہیں ہوں، وہ میری رُوح نہیں ہے، اے بھکشوؤ! اس طرح جاننے والا اعلیٰ و افضل، عالم مادی عنصر، احساس، تصور، رجحان اور خیال و شعور سے لاتعلق رہتا ہے اور لاتعلقی اور ویراگ کے باعث نجات حاصل کرتا ہے۔"

رُوح کے پانچ عناصر ترکیبی

روح فانی ہے یا لافانی، اس سوال کا دو ٹوک جواب دینے سے گڑبڑ ہونے کا احتمال تھا، لہٰذا بُدھ نے رُوح کو ٹھیک طریق پر سمجھنے کے لئے اسے پانچ عناصر میں تقسیم کیا ہے ——— مادہ، احساس، قوت رجحان، تصور اور شعور یہ تقسیم کرنے سے از خود ظاہر ہو جاتا ہے کہ روح فانی ہے یا لافانی ہے لیکن یہ پانچوں عناصر تغیر پذیر یعنی فانی ہیں۔ تکلیف دہ ہیں اس لئے یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ وہ میرے ہیں یا وہ میری روح ہے ——— یہ نظریہ دو انتہاؤں کے

سرے تک نہیں جاتا۔ بھگوان بدھ کاتیاین بھکشو سے کہتے ہیں۔
"اے کاتیاین! لوگ عموماً وجود اور عدم وجود کی دو انتہاؤں تک چلے جاتے ہیں۔ لیکن میں ان دونوں انتہاؤں کو چھوڑ کر درمیانی راستے سے دھرم کا اُپدیش دیتا ہوں[1]۔"
اتنی تشریح کر چکنے کے بعد بھی اگر کوئی ضد پکڑ لیتا ہے کہ بتائیے جسم اور روح ایک ہیں یا مختلف؟ تو بھگوان کہتے ہیں: "میں اس جھگڑے میں نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس سے نسلِ انسانی کی فلاح نہیں ہوگی۔" اس کا کچھ نمونہ چول مالونکیہ ست کے آخر میں ملتا ہے اس ست کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"بھگوان بدھ جب شراوستی میں اناتھ پنڈک کے آشرم میں رہتے تھے، تب مالونکیہ پُت نامی بھکشو اُن کے پاس گیا اور پرنام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پھر وہ بھگوان سے بولا "محترم تنہائی میں بیٹھے بیٹھے میرے دل میں خیال آیا کہ بھگوان نے 'یہ دُنیا فانی ہے یا لافانی' ان سوالات کی کوئی تشریح نہیں کی۔ جسم اور روح ایک ہیں یا نہیں؟ آپ کے لئے موت کے بعد جنم ہے یا نہیں؟ وغیرہ اسی لئے بھگوان ہی سے میں یہ سوال پوچھوں گا اور اگر بھگوان ان مسائل کو سلجھا سکیں گے تب ہی میں اُن کی جماعت میں رہوں گا۔ لیکن اگر بھگوان ان مسائل کو حل نہ کر سکتے ہوں تو اُنھیں صاف صاف کہہ دینا چاہیئے۔"

---

[1] 'ندان ست'، وگ ۲، ست ۵

بھگوان: "اے مالونکیہ پُت! کیا میں نے کبھی یہ کہا تھا کہ اگر تم میرے پیرو ہو جاؤ گے تو میں ان سوالات کی تشریح کر دوں گا؟"

مالونکیہ پُت: "جی نہیں محترم!"

بھگوان: "اچھا کیا کبھی تم نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ بھگوان ان تمام سوالات کی تشریح کریں گے جب ہی میں بھکشو جماعت میں شامل ہوں گا؟"

مالونکیہ پُت: "جی نہیں محترم!"

بھگوان: "پھر اب ایسا کہنے میں کیا رکھا ہے کہ ان سوالات کی تشریح ہوئے بغیر میں بھگوان کا پیرو نہیں رہوں گا۔ اے مالونکیہ پُت اگر کوئی شخص اپنے جسم میں زہر میں بجھا ہوا تیر گھس جانے سے چھٹپٹا رہا ہو تو اس کے حقیقی دوست کسی ماہر معالج کو بلا لائیں گے لیکن اگر وہ گھائل شخص اس معالج سے کہے کہ "میں اس تیر کو اس وقت تک ہاتھ نہیں نکالنے دوں گا جب تک مجھے اس سوال کا جواب نہیں ملتا کہ تیر کس نے مارا، تیر مارنے والا برہمن تھا یا کھشتری، ویش تھا یا شودر؟ کمان کی ڈوری کس چیز کی بنی ہوئی تھی وغیرہ۔۔ تو اے مالونکیہ پُت! اس حالت میں وہ شخص ان باتوں کا جواب پائے بغیر ہی مر جائے گا۔ اسی طرح جو کوئی اس بات پر بضد رہے گا کہ "دنیا فانی ہے یا لافانی" وغیرہ باتوں کی تشریح ہوئے بغیر میں

برہمچریہ پر عمل پیرا نہیں ہوں گا تو وہ ان باتوں کو جانے بغیر ہی مر جائے گا۔"

اے مالونکیہ پُت! دُنیا فانی ہے یا لافانی، اس میں سے کسی ایک بات پر اعتقاد ہو جب بھی اس سے مذہبی فرائض کی انجام دہی میں کوئی مدد نہیں ملے گی، اگر دُنیا کے لافانی ہونے پر یقین ہو تو بھی بڑھاپے، موت غم اور گریہ و زاری سے نجات نہیں ملتی۔ اسی طرح دُنیا فانی ہے، موت کے بعد بُدھ دوسرا جنم لیتا ہے یا نہیں، وغیرہ باتوں پر ہمارا یقین ہو یا نہ ہو، پیدائش، بڑھاپا، موت، غم وغیرہ تو ہیں ہی، اس لیے اے مالونکیہ پُت! میں اس بکھیڑے میں نہیں پڑا۔ اس قسم کی متنازعہ فیہ باتوں سے برہمچریہ میں کسی قسم کا استحکام نہیں آ سکتا۔ اس سے بیراگ پیدا نہیں ہوگا۔ گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔ اور نہ تو اطمینان قلب حاصل ہوگا، نہ علم و دانش اور نہ ہی نجات۔"

"لیکن اے مالونکیہ پُت! یہ میں نے واضح طور پر دکھا دیا ہے کہ یہ دُکھ ہے۔ یہ دُکھ کا سبب ہے اور یہ دُکھ کی انسدادی تدبیر ہے۔ چار بنیادی صداقتیں برہمچریہ کو پختگی عطا کرتی ہیں ان سے بیراگ حاصل ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اطمینانِ قلب، علم و دانش اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اے مالونکیہ پُت! جن باتوں کا ذکر میں نے نہیں کیا، تم بھی اُن کا ذکر مت کرو۔ جن باتوں کی تشریح میں نے کی ہے ان باتوں کو ہی قابلِ تشریح سمجھو۔"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگرچہ روح پانچ عناصر کی بنی ہوئی ہے تو بھی اس کی شکل وصورت کیسی ہوتی ہے اور وہ اسی شکل میں دوسری دُنیا میں چلی جاتی ہے یا نہیں وغیرہ باتوں پر بحث کرنا عبث ہے۔ دُنیا میں بے انتہا دُکھ ہیں اور انسان کی خواہشات سے پیدا ہونے کی وجہ سے ہشت پہلو راستے کے ذریعے ان خواہشات کا قلع قمع کر کے دُنیا میں امن وسکون قائم کرنا ہر شخص کا فرض ہے۔ یہی راہِ مستقیم ہے اور یہی بُدھ کا فلسفہ حیات۔

ایشور واد (خدا کے وجود یا عدم وجود سے متعلق نظریات)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بھگوان بدھ خدا کو نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ دہریہ تھے۔ لیکن بُدھ ادب یا قدیم اپنشدوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خیال بے بنیاد ہے پھر بھی اس عام غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے زمانہ بدھ میں خدا کے وجود یا عدم وجود سے متعلق مروجہ نظریات کا ذکر مناسب ہوگا۔

خاص 'ایشور' (خدا) لفظ کا ذکر 'انگتر نکائے' کے 'تک نپات ست' (۲۱) اور مجھم نکائے کے 'دیودھن' (ست نمبر ۱۰۱) میں آیا ہے۔ اُن میں سے اول الذکر ست میں خدا سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں ملتی ہیں۔

بھگوان بُدھ کہتے ہیں: "اے بھکشوؤ! جو لوگ ایسا کہتے اور مانتے ہیں کہ انسان جو بھی سکھ دُکھ اُٹھاتا ہے وہ سب خدا کا پیدا کردہ ہے اُن سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ اُن کا عقیدہ ہے؟ اور جب وہ "ہاں" کہتے ہیں تو میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ یہ جو تم

قاتل، چور، بدمعاش، دروغ گو، چغل خور، گالی گلوچ اور فضول گوئی کرنے والے، دوسروں کی دولت پر نظر رکھنے والے، حاسد اور بدنیت بن گئے ہو تو کیا یہ خدا نے ہی تمھیں ایسا بنایا ہے، اے بھکشوؤ! اگر اسے سچ مان لیا جائے کہ یہ سب خدا کا کیا دھرا ہے تو پھر دنیا کے اعمال کے تئیں، لگن اور حوصلہ نہیں رہے گا۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ فلاں کام کرنا چاہیے۔ یا فلاں نہیں کرنا چاہیے۔"

اس خدائی تخلیق کا ذکر 'دیودہن سُت' میں بھی آیا ہے۔ لیکن بڑے مخلوط انداز میں۔ دوسرے کسی بھی سُت میں یہ تصور نہیں ملتا۔ بدھ کے زمانے میں سب سے بڑا دیوتا برہما مانا جاتا تھا۔ لیکن وہ الگ الگ نوعیت کا خالق ہے۔ 'بائبل' کے دیوتا جیسا نہیں۔ تخلیق کائنات سے قبل اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ کائنات کے وجود میں آنے پر سب سے پہلے وہ ظہور پذیر ہوا۔ اور پھر دوسرے جاندار پیدا ہوئے، 'برہم جال سُت' میں آئی ہوئی اس سلسلے کی تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے:

ایک معینہ مدت کے بعد اس دُنیا کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کے بیشتر جاندار دیولوک (عالم لاہوت) میں چلے جاتے ہیں اس کے ایک زمانے بعد از سرِ نو اس دُنیا کی تخلیق ہوتی ہے اور پھر ارتقا ہونے لگتا ہے اُس وقت سب سے پہلے ایک خالی برہم ومان (طیارہ۔ رتھ) وجود میں آتا ہے اس کے بعد عالم لاہوت کا ایک ذی نفس معزول ہو کر اس ومان میں جنم لیتا ہے وہ ارضی اور سماوی لحاظ سے سب گن پورا اور طویل العمر ہوتا ہے اس کے بعد دیگر بے شمار

نفوس عالمِ لاہوت سے معزول ہو کر اس دماں میں جنم لیتے ہیں۔
اُنھیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھگوان برہما' مہا برہما ہی خالقِ کل ہے۔
برہم دیاناں پرتھماں سنبھوؤ وِشو سیہ کرتا بھونسیہ گوپتیا[1]

اس جملے میں مختصر طور پر برہم دیو سے متعلق مندکرہ بالا تصور آجاتا ہے اور اس سے برہم دیو کو خالقِ کائنات بنانے کی برہمنوں کی کوشش واضح طور پر سامنے آجاتی ہے لیکن اس وقت کے رشیوں کی روایات کے بالمقابل وہ ابھی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے خود برہمنوں کو ہی یہ کوشش ترک کر کے "برہم" جیسے مخنث لفظ کو اختیار کرنا پڑا اور الگ یگ بھی اپنشدوں میں اس "برہم" لفظ کو ہی اہمیت دی گئی ہے۔ برہم سے یا روح سے دُنیا کیونکر پیدا ہوئی اس کا ایک تصور برہدارنیک اپنشد میں ملتا ہے وہ اس طرح ہے:

"سب سے قبل مردانہ روح وجود میں آئی .... اُس کا (مرد کا) دل نہیں لگا۔ وہ تنہا نہیں گھومتا۔ اُسے ساتھی کی خواہش ہوئی اور جس طرح عورت مرد ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں وہ اس حالت میں رہنے لگا۔ اُس نے اپنے دو حصے کر لیے اُس سے شوہر اور بیوی کی تخلیق ہوئی۔"

اب بائبل کے دوسرے باب میں مندرج ایک تذکرہ دیکھیے:
"پھر خدا نے زمین کی مٹی سے آدم بنایا .... پھر اس آدم پر

---

[1] منڈکوپنشد ۱/۱

گہری نیند طاری کردی اور اُس کی پسلی نکال کر اس سے عورت بنائی۔
... اس سے مرد اپنے والدین کو چھوڑ کر اپنی عورت کے ساتھ جکڑا
رہے گا۔ وہ دونوں یک جسم ہوں گے۔"

ان دونوں تخلیقات میں کس درجہ فرق ہے، یہاں خدا ساری دھرتی کی تخلیق کر کے پھر مرد کو اور اُس کی پسلی سے عورت کو پیدا کرتا ہے اور وہاں مردانہ روح خود ہی دو حصّوں میں بٹ کر عورت مرد بنتی ہے۔

پرجاپتی کی پیدائش

پرجاپتی یعنی دُنیا کے خالق برہم کی پیدائش 'برہدارنیک اپنشد (۵/۵/۱) میں یوں بیان کی گئی ہے:

سب سے پہلے صرف پانی تھا اس پانی نے سچ کو، سچ نے برہما
کو، برہما نے پرجاپتی کو اور پرجاپتی نے دیوتاؤں کو پیدا کیا۔ وہ دیوتا
سچ ہی کی پوجا کرتے ہیں۔"

بائبل کے ساتویں باب میں بھی طوفانِ نوح کے بعد دُنیا کی از سرِ نو تشکیل کی کہانی درج ہے لیکن وہاں خدا نے پہلے سے ہی حضرت نوح کے خاندان اور چرند و پرند کے جوڑوں کو جہاز پر سوار کرا دینے کا انتظام کر لیا تھا اور بعد از آں طوفان برپا کیا تھا۔ اپنشدوں میں اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ پانی کے اس طوفان سے پہلے کیا تھا۔ یہی نہیں سچ کو برہما اور دُنیا کی ہر چیز سے بلند مرتبہ قرار دیا ہے۔ 'برہم جال ست' میں مندرج برہما کی پیدائش کی داستاں اس داستان سے بہت

حد تک لگا کھاتی ہے۔

"خدا اعلیٰ و ارفع ہے اور اس نے کائنات کی تخلیق کی ہے۔"

ہندوستان میں یہ تصور شاید شک لوگ لائے تھے۔ کیوں کہ اس سے پہلے کے ادب میں یہ تصور اس شکل میں نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا بدھ پر یہ الزام کسی طرح عاید نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا کو نہیں مانتے تھے۔ اور اس لئے دہریہ تھے۔ برہمن لوگ اُن پر یہ الزام دھرتے تھے کہ چونکہ وہ ویدوں کی مذمت کرتے تھے اس لئے دہریہ تھے۔ لیکن بُدھ نے کبھی ویدوں کی مذمت کی ہو ایسا کوئی تذکرہ کہیں نہیں ملتا اور پھر برہمنوں کے نزدیک اہم ترین اور قابلِ قدر 'سانکھیہ کارکا' جیسی مذہبی کتابوں میں ویدوں کی کچھ کم مذمت نہیں کی گئی:

"ظاہر تدبیر کی طرح ویدک تدبیر بھی (بیکار) ہے

کیونکہ وہ ناپاک اور ہلاکت خیز ہے۔"

اور کیا بھگوت گیتا میں ویدوں کی مذمت نہیں کی گئی؟ لیکن اس کے باوجود سانکھیہ نے برہمنوں کے نسلی امتیاز پر حملہ نہیں کیا تھا اور بھگوت گیتا نے تو اس کی کھلم کھلا تائید کی تھی۔ لہٰذا اُن کے ذریعے کی گئی ویدوں کی مذمت کو برداشت کر لیا گیا اور اُس کے برعکس بُدھ اس لئے مطعون قرار دئے گئے کہ اُنھوں نے برہمنوں کے نسلی امتیاز پر کاری ضرب لگائی تھی۔

ویدہی نسلی امتیاز ہے اور نسلی امتیاز ہی وید۔ نسلی امتیاز نہ ہو تو وید کیسے رہیں گے؟ اور نسلی امتیاز کے برقرار رہتے ہوئے چاہے ویدوں کا ایک لفظ بھی کسی کے کان میں نہ پڑے ویدوں کو قائم بالذات سمجھا جائے گا۔

مندرجہ بالا تجزیے سے ثابت ہوگا کہ بدھ کے ہم عصر برہمن رشیوں کے لئے خدا کے وجود یا عدم وجود کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اُن میں سے کچھ لوگ خدا کی جگہ اعمال کو مانتے تھے اور کبھی "بُدھ نظریۂ اعمال کو نہیں مانتا اس لئے دہریہ ہے" قسم کے الزامات بُدھ پہ لگاتے تھے۔ اگلے باب میں ان الزامات کی تردید کی جائے گی۔

۸۔ کرم یوگ یا نظریۂ اعمال

بُدھ: قائلِ خدا یا مُنکرِ خدا؟

جن دنوں بھگوان بُدھ ویشالی کے پاس مہاون میں رہتے تھے انھی دنوں کچھ مشہور لیچھوی راجا ایک جگہ جمع ہوئے اور بُدھ کے بارے میں باتیں ہونے لگیں۔ اُن میں سے تقریباً سب کے سب بدھ، بودھ دھرم اور بودھ جماعت کی تعریف کرنے لگے۔ یہ سُن کر سپہ سالار سنگھ کو بدھ کے درشنوں کی خواہش ہوئی۔ جینیوں کا عقیدت مند ہونے کی وجہ سے وہ اپنے ممتاز گورو ناتھ پُت سے ملا اور بولا۔ "گورودیو! میں گوتم رشی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ناتھ پُت نے جواب دیا۔" اے سنگھ! تم نظریۂ اعمال پر اعتقاد رکھتے ہو، پھر تم نظریۂ اعمال سے منحرف گوتم سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

گورو کی یہ بات سُن کر سنگھ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد دو اکیبار پھر اس نے لچھوی راجاؤں کے مُنہ سے بُدھ دھرم اور جماعت کی تعریف سُنی لیکن ہر بار گورو کے منع کرنے سے وہ بُدھ کے درشنوں کو نہیں گیا۔

بالآخر گورو سے پوچھے بغیر ہی سنگھ نے بُدھ سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے لاؤ لشکر سمیت مہابن میں جا کر اور بھگوان بُدھ کو پرنام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور بولا۔ محترم! کیا یہ سچ ہے کہ آپ نظریۂ اعمال سے منحرف ہیں؟ اور اپنے شاگردوں کو انحراف کا درس دیتے ہیں؟"

بھگوان بولے"۔ ایک سبب ایسا ہے کہ جس سے سچائی پسند شخص کہہ سکے کہ گوتم رشی نظریۂ اعمال سے منحرف ہے، وہ سبب کون سا ہے؟ اے سنگھ! میں قول فعل اور خیال کی بداعمالیاں ترک کرنے کا درس دیتا ہوں"۔

اے سنگھ! دوسرا بھی ایک سبب ہے جس سے سچائی پسند شخص کہہ سکتا ہے کہ گوتم رشی نظریۂ اعمال کا قائل ہے۔ وہ کون سا سبب ہے؟ میں قول، فعل اور خیال کی نیک اعمال کا درس دیتا ہوں"۔

اور بھی ایک سبب ہے، جس سے سچائی پسند شخص کہہ سکتا ہے کہ گوتم رشی ہلاکت پسند ہے۔ وہ سبب کون سا ہے؟ اے سنگھ! میں لالچ، حرص، حسد وغیرہ ذہنی محرکات کی ہلاکت کا درس دیتا ہوں۔

ایسا بھی ایک سبب ہے کہ جس سے سچائی پسند شخص مجھے نفرت پسند کہہ سکتا ہے۔ وہ سبب کون سا ہے؟ میں قول و فعل اور خیال کی بداعمالیوں سے نفرت کرنے کا درس دیتا ہوں۔

ایسا بھی ایک سبب ہے، کہ جس سے سچائی پسند شخص مجھے تباہی پسند کہہ سکتا ہے۔ وہ سبب کون سا ہے؟ میں لالچ، حرص، حسد وغیرہ ذہنی محرکات کو تباہ کرنے کا درس دیتا ہوں۔

اور اے سنگھ! ایسا بھی ایک سبب ہے جس سے سچائی پسند شخص مجھے پرہیزگار کہہ سکتا ہے۔ وہ سبب کون سا ہے؟ اے سنگھ! میں کہتا ہوں کہ گناہ پر مائل کرنے والے تمام جذبات کو تہس نہس کر دیا جائے۔ جس کے اس قسم کے جذبات کا قلع قمع ہو چکا ہو اور اُن کے دوبارہ پیدا ہونے کا امکان باقی نہ رہا ہو، میں اُسے پرہیزگار کہتا ہوں[1]۔"

دہریت کا الزام

متذکرہ بالا ست میں بُدھ پر سب سے اہم الزام نظریہ اعمال سے منکر ہونے کا لگایا گیا ہے۔ الزام خود مہاویر سوامی نے لگایا ہو یا نہ لگایا ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں بدھ پر اس قسم کے الزامات لگائے جاتے تھے۔

گوتم نے کھشتری خاندان میں جنم لیا تھا اور پہلے بیان کر چکے ہیں کہ شاکیہ کھشتریوں اور اُن کے پڑوسی قرابت دار کولیہ کھشتریوں میں روہنی ندی کے پانی پر لڑائی جھگڑے ہوا کرتے تھے۔ اگر ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے کسی فرد کا نقصان یا خون کرے تو دوسرے قبیلے والے اُس کے کسی فرد کا

---

[1] دیکھئے بُدھ لیلا سار سنگرہ، صفحہ ۲۷۹، ۲۸۱

نقصان یا خون کر کے اُس کا بدلہ لیتے ہیں۔ یہ رسم آج بھی سرحدی پٹھانوں میں رائج ہے۔ لہٰذا اگر اسی قسم کی رسم قدیم زمانے کے ان کھشتریوں میں بھی رائج رہی ہو تو تعجب نہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ان کھشتریوں ہی کے ایک خاندان میں پیدا ہونے کے باوجود گوتم نے اپنے پڑوسیوں اور رشتہ داروں سے بدلہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ اور ایک دم تپسوی لوگوں میں جا ملے۔

اگر اس زمانے کے برہمنوں یا کھشتریوں کا دل گرہستھ آشرم سے بیزار ہو جاتا تھا تو وہ گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں کڑی تپسیا کرنے چلے جاتے تھے۔ چنانچہ گوتم کے تپسوی بن جانے سے کسی کو تعجب نہ ہوا ہو گا۔ لوگوں نے زیادہ سے زیادہ یہ کہا ہو گا کہ یہ نوجوان گرہستھ آشرم سے متنفر ہو گیا ہے۔ لیکن سات برس تک تپسیا کرنے کے بعد جب گوتم، بودھی ستو بدھ ہو گئے اور گرہستھ آشرم کی راحتوں اور سنیاس آشرم کی تپسیا کی یکساں مذمت کرنے لگے تو اُن پر انگلیاں اُٹھنے لگیں۔

برہمن چاہتے تھے کہ رائج الوقت معاشرہ میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اُن کا نظریۂ اعمال یہی تھا کہ برہمن، ہون اور یگیہ کریں، کھشتری جنگ کریں۔ ویش تجارت اور کھیتی باڑی اور شودر خدمت کریں۔ جسے یہ نظریۂ اعمال پسند نہ ہو وہ جنگل میں جا کر کڑی تپسیا کرے اور وہیں مر جائے اُسے ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جس سے نظمِ معاشرہ میں کسی طرح کی گڑبڑ پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

سادھو، سنیاسیوں کی مختلف جماعتوں میں گوناگوں فلسفے رائج تھے،

لیکن جہاں تک تپسیا کا سوال تھا، تمام جماعتیں قریب قریب ہم خیال تھیں ان میں جینیوں نے نظریہ اعمال کو خاص اہمیت دی۔ ان کے رہنما کہتے تھے کہ جیو دُکھوں سے بھرا ہوا ہے اور پچھلے جنم میں کئے گئے گناہوں سے پیدا ہونے کے کارن یہ دُکھ اسی صورت میں دور ہو سکتے ہیں کہ جنگلوں میں جاکر کڑی تپسیا کی جائے اور بھگوان بُدھ چونکہ تپسیا کے مخالف تھے اس لئے اگر جینیوں نے انھیں منکر اعمال کہا ہو تو یہ بالکل فطری امر تھا۔ بُدھ نے چونکہ ہتھیاروں سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اس لئے برہمنوں کی نظروں میں اور چونکہ تپسیا چھوڑ دی تھی اس لئے تپسویوں کی نظر میں وہ منکر اعمال ہو گئے۔

انقلابی فلسفہ

یہاں پر یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ گوتم نے محض علم الحقائق کے ذریعے مکتی حاصل کرنے کیلئے گھر بار نہیں چھوڑا تھا۔ اپنے پڑوسیوں پر ہتھیار اُٹھانا اُنھیں اچھا نہ لگا۔ اور اُن کے دل میں بار ہا یہ خیال پیدا ہوا کہ کیا ہتھیاروں کے بغیر باہمی دوستی اور رفاقت کی بُنیادوں پر کوئی معاشرہ کھڑا نہیں کیا جا سکتا؟ انھیں لگا کہ تپسیا سے اور تپسوی لوگوں کے علم الحقائق کی مدد سے انسانی نسل کے لئے اس کا کوئی آسان حل ضرور مل جائے گا اور اسی لئے اُنھوں نے گھر بار چھوڑ کر تپسیا شروع کی اور جب یہ دیکھا کہ تپسیا سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تو اُسے چھوڑ کر ایک نیا درمیانی راستہ ڈھونڈ نکالا۔

جس طرح آج کل کے انقلاب پسندوں کو سیاست داں اور مذہب پرست

لوگ تخریب پسند Nihilst وغیرہ ناموں سے یاد کرتے ہیں اور سماج کے سامنے اُنھیں بیوقوف بنا کر پیش کرتے ہیں اسی طرح ہم سمجھ سکتے ہیں کہ بُدھ کو اُن کے ہم عصر مذہبی نقاد منکرِ اعمال کہتے تھے۔ اور اُن کے نئے فلسفہ کو بے معنی قرار دیتے تھے۔

نیک و بد اعمال

بے جا نہ ہو گا اگر یہاں مختصر طور پر متذکرہ بالا نیک و بد اعمال کا تجزیہ کر دیا جائے۔ سالیک برہمنوں سے بھگوان بُدھ کہتے ہیں:

"اے گرہستھی لوگو! جسم سے ہونے والی تین بداعمالیاں کونسی ہیں؟ کوئی شخص کسی کی جان لیتا ہے۔ خون خرابہ میں لگا رہتا ہے۔ چوری کرتا ہے۔ وہ چیز جو اس کی نہیں ——— گاؤں میں ہو یا جنگل میں اُسے اُس کے مالک سے پوچھے بغیر لے لیتا ہے زنا کرتا ہے، ماں باپ، بہن، شوہر یا رشتہ داروں کے زیر سایہ رہنے والی عورت سے ناجائز تعلقات قائم کرتا ہے ——— اس طرح جسم مختلف بداعمالیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور اے گرہست لوگو! زبان (سخن) سے ہونے والے چار بداعمال کون سے ہیں؟ کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے، کسی جلسے، انجمن یا راج دربار میں اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ فلاں بات کے بارے میں تمھیں جو کچھ معلوم ہے ٹھیک بتا دو تو وہ جو نہیں

جانتا اس کے بارے میں کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں اور جو اُس نے نہیں دیکھا، اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے۔ اس طرح اپنے لیئے، دوسروں کے لیئے یا تھوڑے بہت فائدے کے لیئے وہ دانستہ جھوٹ بولتا ہے یا چغلی کھاتا ہے، ایک دوسرے کی باتیں کرکے اُن میں دشمنی پیدا کرتا ہے۔ مل جُل کر رہنے والوں میں پھوٹ ڈالتا ہے یا جھگڑنے والوں کو بھڑکاتا ہے۔ جھگڑے بڑھانے میں اُسے لُطف آتا ہے۔ وہ جھگڑے بڑھانے والی باتیں کرتا ہے، وہ گالی گلوچ کرتا ہے، انتہائی بیہودہ، زہریلا کڑوا اور دل کو بے چین کر دینے والا بول بولتا ہے۔ یا وہ فضول گوئی کرتا ہے۔ نامناسب موقع پر بولتا ہے۔ من گھڑت، طویل، لغو، احمقانہ اور فاسدانہ باتیں کرتا ہے۔ اس طرح چار قسم کے بداعمال کی مرتکب ہوتی ہے۔

اور اے گرہست لوگو! ذہن سے ہونے والے تین قسم کے بداعمال کون سے ہیں؟ کوئی شخص دوسرے شخص کی جائیداد پر نظر رکھتا ہے یہ خواہش رکھتا ہے کہ دوسرے کی دولت کے ذرائع اُسے حاصل ہو جائیں، یا وہ حاسدانہ رجحان رکھتا ہے، وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ لوگ مارے جائیں، وہ لوگ برباد ہو جائیں، یا وہ غلط نگاہ رکھتا ہے، وہ یوں کہ کافرانہ خیالات رکھتا ہے کہ دان نہیں، دھرم نہیں، نیک و بداعمال کا کوئی ثمرہ یا سزا نہیں، یہ دُنیا نہیں، دوسری

دُنیا نہیں وغیرہ - اس طرح ذہن مختلف بد اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔
اے نیک لوگو! جسم سے ہونے والے تین قسم کے نیک اعمال کون سے ہیں؟ کوئی شخص کسی کی جان نہیں لیتا' اوروں پر ہتھیار نہیں اُٹھاتا' قتل کو مذموم فعل سمجھتا ہے' تمام جانداروں کے لئے اُس کے دل میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے' وہ چوری نہیں کرتا' گاؤں یا جنگل میں کسی دوسرے کی چیز اُس وقت تک نہیں لیتا جب تک کہ اُسے خود نہ دی جائے۔ وہ زنا نہیں کرتا۔ ماں باپ' بہن بھائی' شوہر رشتہ دار وغیرہ کے زیر سایہ رہنے والی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم نہیں کرتا۔ اس طرح جسم سے مختلف نیک اعمال ہوتے ہیں۔

"اور اے نیک لوگو! زبان سے ہونے والے چار قسم کے نیک اعمال کون سے ہیں؟ کوئی شخص جھوٹ کو بالکل ترک کر دیتا ہے۔ جلسے' انجمن' یا راج دربار میں اگر اس کی شہادت لی جائے تو جو بات وہ نہیں جانتا اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا اور جو اُس نے نہیں دیکھا ہوتا' اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ میں نے یہ نہیں دیکھا۔ اس طرح اپنے لئے' اوروں کے لئے یا تھوڑے بہت فائدہ کے لئے وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ چغلی کھانا چھوڑ دیتا ہے' ایک دوسرے کی باتیں کر کے وہ اُن میں دشمنی پیدا نہیں کرتا۔ اس کے برعکس جو لوگ مل جل کر رہتے ہیں اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

میل ملاپ میں اُسے لُطف آتا ہے۔ اور وہ ایسی باتیں کرتا ہے جس سے میل ملاپ میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ گالی گلوج نہیں کرتا وہ سیدھا سادا کانوں کو اچھا لگنے والا اور نیک لوگوں کے شایانِ شان بول بولتا ہے، وہ فضول گوئی نہیں کرتا۔ نامناسب موقع پر نہیں بولتا۔ من گھڑت، طویل، فضول، لغو، احمقانہ اور فاسدانہ باتیں نہیں کرتا۔ اس طرح زبان سے مختلف نیک اعمال ہوتے ہیں۔

اور اے نیک لوگو! ذہن سے ہونے والے تین قسم کے نیک اعمال کون سے ہیں ؟ کوئی شخص دوسرے شخص کی جائیداد ہڑپ کرنے کی خواہش نہیں کرتا، یہ خیال دل میں نہیں لاتا کہ دوسرے کی دولت کے ذرائع اُسے حاصل ہو جائیں، اُس کے دل میں جذبہ حسد نہیں ہوتا۔ اُسے ہمیشہ اس بات کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام لوگ خوش و خرم زندگی بسر کریں، وہ صحیح نگاہ رکھتا ہے، دان دھرم ہے، اچھے، بُرے اعمال کا ثمر ملتا ہے۔ یہ دُنیا اور دوسری دُنیا موجود ہیں، وغیرہ باتوں پر یقین رکھتا ہے۔ اس طرح ذہن سے مختلف نیک اعمال ہوتے ہیں۔"[1]

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قتل، چوری اور زنا یہ تین جسم سے متعلق بداعمال

---

[1] دیکھئے "مجھم نکائے" م ۱۴ "سالیک سُت"

ہیں، جھوٹ، چغلی، گالی گلوچ اور فضول گوئی یہ چار زبان سے متعلق بداعمال ہیں اور دوسروں کی دولت کا لالچ، دوسرے کی بربادی کی خواہش اور غلط نگاہ یہ تین ذہن سے متعلق بداعمال ہیں ان دسوں کو اعمالِ بد کا راستہ کہتے ہیں۔ ان سے قطع تعلق ہونا اعمالِ نیک کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ یہ اعمال بھی دس ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے دس نیک اور دس بداعمال کے راستوں کے تذکرے تری پٹک ادب میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔

نیک اعمال اور ہشت پہلو راستہ

ان میں سے اعمال نیک کے راستے ہشت پہلو راستہ میں شامل ہیں۔ تین قسم کے جسمانی نیک اعمال "نیک فعل" ہے۔ زبان سے ہونے والے چار قسم کے نیک اعمال "نیک قول" ہے اور ذہن سے ہونے والے تین قسم کے نیک اعمال ہی نیک اعتقاد اور "نیک نیت" ہے۔ اعلیٰ واشرف ہشت پہلو راستہ کے باقیماندہ چار پہلو نیک، ذریعۂ معاش نیک کوشش، نیک خیال اور نیک مراقبہ ان نیک اعمال کے راستوں کے لئے رہنما کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان چاروں پر عمل پیرا ہوئے بغیر نیک اعمال کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

اگر ہم صرف نیک اعمال ہی کرتے جائیں اور انھی میں مگن رہیں تو اس سے بداعمال پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے۔

"نیک جذبات بُرے جذبات کا پیش خیمہ ہیں (کوئی شخص) دان دیتا ہے، خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے کسی خاص مقصد کے لئے

حاصل ہوتی ہے اس مسرت سے لالچ پیدا ہوتا ہے۔ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

"وہم پیدا ہوتا ہے۔ ذہنی برائیاں پیدا ہوتی ہیں"[1]

اس طرح نیک جذبات برے جذبات کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے نیک اعمال میں بری طرح گرفتار ہونے کے بجائے بڑی بے نیازی سے نیک اعمال کرتے رہنا چاہئیں۔ "دھمپد" کے ایک اشلوک میں بھی اس کے یہی معنی دئے گئے ہیں۔

"تمام گناہوں کی تنسیخ، تمام نیک اعمال پر کاربند رہنا
اور تزکیۂ نفس، یہی بدھ کی ہدایت ہے۔"

یعنی مذکورہ بالا تمام اعمال کو "کلیتاً" رد کرنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ نیک اعمال پر کاربند رہنا چاہیئے لیکن کار خیر کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ اور یہ سب ہشت پہلو راستے کی عملی مشق سے ہو جاتا ہے۔

نیک اعمال کے سلسلے میں سوجھ بوجھ اور ہمت و استقلال سے کام لینا

تری پٹک ادب میں جگہ جگہ ایسے احکامات درج ہیں کہ نیک اعمال کے سلسلے میں سوجھ بوجھ اور ہمت و استقلال سے کام لینا چاہیئے وہ تمام احکامات یہاں درج نہیں کئے جاسکتے تاہم نمونہ کے طور پر ہم ان میں سے ایک پیش کرتے ہیں۔

---

[1] تِک پٹھان

بھگوان بُدھ کہتے ہیں:

"بھکشوؤ! عورت، مرد، دُنیادار، تارک الدنیا کو ان پانچ باتوں کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیئے۔

(۱) وہ بار بار اس بات پر غور و فکر کرے کہ اُسے بوڑھا ہونا ہے۔ کیونکہ جوانی کے جس نشے میں انسان جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ نشہ اس غور و فکر سے اُتر جاتا ہے یا کم از کم اُس میں کمی آجاتی ہے۔

(۲) وہ بار بار اس بات پر غور و فکر کرے کہ اُسے بیمار ہونا ہے کیونکہ تندرستی کے جس نشہ میں انسان جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ نشہ اس غور و فکر سے اُتر جاتا ہے یا کم از کم اس میں کمی آجاتی ہے۔

(۳) وہ بار بار اس بات پر غور و فکر کرے کہ اُسے مرنا ہے کیونکہ زندگی کے جس نشہ میں انسان جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ نشہ اس غور و فکر سے اُتر جاتا ہے یا کم از کم اُس میں کمی آجاتی ہے۔

(۴) وہ بار بار اس بات پر غور و فکر کرے کہ اُسے عزیز و اقارب کی جدائی برداشت کرنا ہے۔ کیونکہ جن عزیزوں کی محبت کے تحت انسان جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ محبت اس غور و فکر سے ختم ہو جاتی ہے یا کم از کم

اس میں کمی آجاتی ہے۔

(۵) وہ بار بار اس بات پر غور و فکر کرے کہ میرے اعمال ہی میرے ساتھی ہیں، میرے اعمال ہی میرے منصف ہیں، میں اپنے اعمال ہی کی بنا پر پیدا ہوا ہوں، مصیبت میں میرے اعمال ہی میرے مونس و غمخوار ہوں گے، میرے اعمال ہی میرے محافظ ہیں اور جو نیک و بد اعمال میں کروں گا اُن کا جوابدہ ہوں گا کیوں کہ اس قسم کے غور و فکر سے جسم، زبان اور ذہن سے ہونے والے اعمالِ بد ختم ہو جاتے ہیں یا کم از کم اُن میں کمی آجاتی ہے۔

"صرف میں ہی نہیں، تمام انسان بڑھاپے، بیماری اور موت کا شکار ہونے والے ہیں، سب کو عزیز و اقارب کی جدائی برداشت کرنا پڑتی ہے اور وہ سب اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں" یوں اعلیٰ انسان برابر غور و فکر کرتا ہے تب ہی اُسے صحیح راستہ ملتا ہے اور اسی راستے پر گامزن ہونے سے تمام آلودگیاں پاک ہو جاتی ہیں[1]

متذکرہ بالا امثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھگوان بدھ اعمال کے کس درجہ قائل تھے، ایسے گوروکو دہریہ کہنا کہاں تک مناسب ہو سکتا ہے؟

ہمت و استقلال سے نیک اعمال سرانجام دینے چاہئیں، اس سلسلہ میں "دھمپد" کا ایک اشلوک قابل غور ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: "نیک کام کرنے میں جلدی سے کام لینا چاہئے اور گناہوں سے (جلد از جلد) رہائی حاصل کرنی چاہئے۔

---

[1] "انگتر نکائے" پنچک نپات، سُت نمبر ۵

کیونکہ سُست روی سے نیک کام کرنے والے کا دل گناہ پسند ہو جاتا ہے۔"

برہمنوں کا نظریۂ اعمال

یہاں تک ہم نے بُدھ کے نظریۂ اعمال پر غور کیا ہے۔ اب ذرا اس زمانہ کے برہمنوں کا نظریۂ اعمال دیکھئے، برہمنوں کا ذریعۂ معاش یگیہ وغیرہ تھے۔ اور انہیں با اصول طریقے سے سرانجام دینے کو ہی وہ اپنے فرائض کی تکمیل گردانتے تھے۔ اسی طرح کھشتریوں کے لئے جنگ کرنا۔ ویشوں کے لئے تجارت، کھیتی باڑی اور شودروں کے لئے سب کی خدمت کرنا ہی برہمنوں کے نزدیک ان لوگوں کی تکمیل فرائض تھی۔ اگر ان باتوں سے کسی کا دل اُچاٹ ہو جائے تو وہ تارک الدنیا ہو کر جنگل میں چلا جائے اور تپسیا کرے ——— اُسے وہ لوگ سنیاس کا نام دیتے تھے۔ کسی کے سنیاسی ہو جانے سے اس کے فرائض ختم ہو جاتے تھے۔ کچھ برہمن سنیاس لے کر بھی ہون وغیرہ کرتے تھے اور اُسے ممتاز ترین درجہ دیتے تھے۔ اس بارے میں "بھگوت گیتا" کے تیسرے باب میں کہا گیا ہے:

"یگیہ کی خاطر کئے ہوئے اعمال کے علاوہ دیگر اعمال انسان کیلئے زنجیروں کے مترادف ہیں۔ اس لئے اے ارجن! تو بلا تامل یگیہ کے لئے آمادہ ہو۔"

"کائنات کے آغاز میں برہم دیو نے لوگوں کو یگیہ سمیت پیدا کر کے کہا کہ اس یگیہ کے ذریعہ تمھاری ترقی ہو گی۔ اور اس سے تمھاری مرادیں پوری ہونگی۔"

اور اس لئے:

اُس دُنیا میں اس طرح چلائے ہوئے یگیوں کے چکر کو جو کوئی نہیں چلاتا

وہ گناہگار ہے اور وہ نفس پرست بے کار زندہ رہتا ہے۔"

لیکن اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ برہما کا چلایا ہوا یہ چکر ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیاد میں ہنسا ہے تو اسے اس خیال کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے کیونکہ اس سے نا سمجھ لوگوں میں ذہنی انتشار پیدا ہوگا۔

"باشعور انسان کو چاہئے کہ وہ اعمال پرست بے شعور لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا نہ کرے بلکہ خود اعمال پرست بن کر یعنی تمام اعمال کو بدرجہ احسن سرانجام دیتے ہوئے دوسروں کو اس کی ترغیب دے۔"[1]

"بھگوت گیتا" کس صدی میں لکھی گئی؟ اس بحث میں پڑنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ لیکن کسی بھی محقق نے اسے بدھ کے زمانہ کی تصنیف نہیں بتایا۔ مغربی مورخین نے جو مختلف اندازے لگائے ہیں اُن کی بنا پر گیتا کی تصنیف کا زمانہ بدھ کے بعد پانچسو سے ایک ہزار برس تک کا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ کافی جدید ہے۔ لیکن یہاں پر بیان کردہ تصورات بدھ کے ہم عصر برہمنوں میں رائج تھے۔ لوہتیہ نامی کوشل دیش کے مشہور برہمن کا کہنا تھا کہ اگر ہم کو نیکی کا راستہ مل جائے تو اُسے لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔[2]

اس سلسلہ کی کہانی حسب ذیل ہے:

"بھگوان بدھ کوشل دیش میں سفر کرتے ہوئے شالی وتیکا نامی گاؤں

---

[1] بھگوت گیتا باب نمبر ۳ اشلوک نمبر ۲۶ (گیتا کا یہ پورا باب قابل غور ہے)

[2] دیکھئے "دیگھ نکائے" حصہ اول لوہ چ سُت

میں پہنچے۔ وہ گاؤں کوشل کے راجا پسینڈی نے لوہتیہ کو بطور جاگیر دے رکھا تھا۔ لوہتیہ اس نظریہ کی تشہیر کرتا تھا کہ اگر کسی رشی یا برہمن کو نیکی کا راستہ مل جائے تو وہ اسے دوسروں کو نہ بتائے ' ایک انسان دوسرے انسان کے لیے کیا کر سکتا ہے؟ اس طرح وہ دوسرے کا پرانا بندھن کاٹ کر یہ نیا بندھن پیدا کرے گا'۔

جب لوہتیہ برہمن کو یہ معلوم ہوا کہ بھگوان بدھ اس کے گاؤں کے قریب آئے ہوئے ہیں تو اس نے روسکا نامی نائی کے ذریعے بھگوان بدھ اور بھکشو جماعت کو اپنے یہاں کھانے پر مدعو کیا اور دوسرے دن اُس نے کھانا تیار کر کے اسی نائی کے ذریعے کھانے کی تیاری کی خبر بھجوائی بھگوان اپنا کشکول اور لبادہ لے کر لوہتیہ برہمن کے یہاں جانے کو نکلے، راستے میں روسکا نائی نے بھگوان کو لوہتیہ برہمن کا نظریہ بتایا اور کہا "آپ اس گناہ آلود نظریے سے لوہتیہ کو آزاد کیجیے"۔

لوہتیہ نے بھگوان اور بھکشو جماعت کو بڑی عزت سے کھانا کھلایا۔ اُس کے بعد بھگوان نے اُس سے پوچھا۔ "اے لوہتیہ! کیا تم ایسا کہتے ہو کہ اگر کسی کو نیکی کا راستہ مل جائے تو وہ اسے دوسروں پر ظاہر نہ کرے؟"

لوہتیہ: جی ہاں، اے گوتم!

بھگوان: اے لوہتیہ! تم اس شالوتیکا گاؤں میں رہتے ہو اب اگر کوئی کہے کہ اس شالوتیکا گاؤں کی تمام آمدنی تنہا لوہتیہ ہی

اپنے استعمال میں لائے اور دوسروں کو کچھ نہ دے تو ایسا کہنے والا تم پر دارومدار رکھنے والے (اس گاؤں کے) لوگوں کا بدخواہ نہیں ہوگا؟

لوہتیہ: جی ہاں ہوگا۔

بھگوان: جو اوروں کے حلم میں خلل ڈالے گا وہ ان کا بہی خواہ ہوگا یا بدخواہ؟

لوہتیہ: بدخواہ، اے گوتم!

بھگوان: ایسے شخص کے دل میں دوستی کا جذبہ ہوگا یا دشمنی کا؟

لوہتیہ: دشمنی کا جذبہ، اے گوتم!

بھگوان: دشمنی کا جذبہ رکھنے والا شخص نیک اعتقاد (صحیح نظر رکھنے والا ہوگا) یا بداعتقاد (غلط نظر رکھنے والا؟)

لوہتیہ: بداعتقاد۔ اے گوتم!

نیک اعمال سے بداعمال کو تسخیر کرنا چاہیے

یہاں پر اور دیگر کئی مقامات پر بھگوان بدھ کا کہنا یہ ہوتا تھا کہ مروجہ بداعمال کے خلاف اگر کسی کو کوئی نیک خیال سوجھ جائے تو اُسے لوگوں پر ظاہر کرنا اس کا اولین فرض ہے اور بُرے کام کرنے والے کو کچھ نہ کہنا یا خود اُس کی طرح بُرے کام کر کے اُسے بُرے کام کرنے کی اجازت دینا انسانی فرض نہیں ہے۔

برہمنوں کا کہنا تھا کہ یگیہ اور ذات پات خود برہما کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے

ان پر کار بند رہتے ہوئے انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ نیک و پاک ہوتا ہے۔ لیکن بھگوان بدھ کا کہنا تھا کہ خواہشات سے پیدا ہونے والے تشدد پسند اعمال ہرگز نیک و پاک نہیں ہو سکتے انہیں کے باعث انسان مذموم افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور ان افعال کے خلاف نیک اعمال کرنے سے ہی اسے نجس راستے سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

"مجھم نکائے" کے سلیکھ سُت (نمبر ۸) میں بھگوان کہتے ہیں:

"اے چُند! جہاں دوسرے لوگ تشدد انہ جذبات کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں وہاں ہم عدم تشدد کے حامی ہوں۔ ہمیں ایسی کوشش (تزکیۂ نفس) کرنی چاہیئے۔ دوسرے لوگ ہلاکت کرتے ہیں تو ہم ہلاکت سے متنفر ہوں ہمیں ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ دوسرے لوگ چوری کرتے ہیں تو ہم چوری سے نفرت کریں، ہمیں ایسی کوشش کرنی چاہیئے۔ دوسرے جھوٹ بولتے ہیں تو ہم جھوٹ سے نجات حاصل کریں، دوسرے لوگ گالی گلوج اور فضول گوئی کرتے ہیں تو ہم گالی گلوج اور فضول گوئی سے نجات حاصل کریں۔ دوسرے غیروں کی دولت کا لالچ کرتے ہیں تو ہم ایسے لالچ سے آزاد ہوں، دوسرے حاسد ہیں تو ہم جذبۂ حسد سے آزاد ہوں۔ دوسرے بد اعتقاد ہیں تو ہم نیک اعتقاد بنیں ——— ایسی کوشش (تزکیۂ نفس) ہمیں کرنی چاہیئے"

اے چُند! کسی پُر خطر راستے میں پھنسے ہوئے کسی شخص کو کسی طور سیدھا راستہ مل جائے اسی طرح تشدد پسند انسان کے لئے تشدد

سے باہر نکلنے کا راستہ عدم تشدد کا راستہ ہے۔ قاتل شخص کی نجات کے لئے قتل سے پرہیز، چور کی نجات کیلئے چوری سے پرہیز، جھوٹے کی نجات کیلئے جھوٹ سے پرہیز، چغل خور کی نجات کیلئے چغل خوری سے پرہیز کڑوا بول بولنے والے کی نجات کیلئے کڑوے بول سے پرہیز اور فضول گو کی نجات کیلئے فضول گوئی سے پرہیز ———— یہی سیدھا راستہ ہے۔"

اے چند! جو خود گہری دلدل میں پھنسا ہوا ہے وہ دوسروں کو اُس سے کیوں کر باہر نکالے گا؟ اسی طرح جس نے اپنا تزکیہ نفس نہیں کیا خود سکون و اطمینان سے ہمکنار نہیں ہوا اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ دوسرے کا تزکیہ نفس کر سکے۔ دوسرے کو سکون و اطمینان سے روشناس کر سکے۔ لیکن جو خود ان اوصاف کا مالک ہوگا وہ دوسروں میں بھی یہ اوصاف پیدا کر سکے گا۔"

یہی معنی "مختصر طور پر "دھمپد" کے ایک اشلوک (۲۲۳) سے نکلتے ہیں۔

"غصہ پر محبت سے فتح پاؤ۔ بدکردار شخص کو نیکی سے جیتو۔ بخیل کو سخاوت سے تسخیر کرو۔"

دس نیک اعمال میں کی گئی برہمنوں کی تبدیلی

کانی آنا کانی کے بعد ویدک مصنفین کو متذکرہ بالا نیک و بد اعمال کے نظریہ کو تسلیم کرنا پڑا۔ لیکن اس میں انھوں نے اتنی احتیاط سے کام لیا کہ اُن کے حقوق و احتیاطات میں کوئی خلل نہ پڑے، دیکھئے منوسمرتی میں اسے کس طرح تسلیم کیا گیا ہے:

"برہما کا وہ اعلیٰ واشرف بیٹا ان مہارشیوں سے بولا: "اس سارے کرم یوگ (نظریۂ اعمال) کا ماحصل سُنیئے:

"دوسرے کی دولت کی تمنا کرنا، دوسرے کا بُرا چاہنا اور غلط راستے پر جانا (بے دینی) ان تینوں کو ذہن سے ہونے والے گناہ سمجھنا چاہیئے۔

کڑوا بول، جھوٹ، ہر قسم کی چغل خوری اور فضول گوئی، یہ چار زبان سے ہونے والے گناہ ہیں۔

چوری، ایسا تشدد جس کی اجازت وید نہ دیتے ہوں اور زنا، یہ تین جسم سے ہونے والے گناہ ہیں۔

یوں تین جسمانی تین ذہنی اور چار زبان سے ہونے والے ان دس (بد) اعمال کو ترک کر دیا جائے۔"[1]

ان میں سے پہلے اشلوک میں مندرج لفظ 'کرم یوگ' بالکل برمحل استعمال کیا گیا ہے۔ منوسمرتی کے مصنف کو بُدھ کا پیش کردہ نظریۂ اعمال پسند تو تھا لیکن اس نے اُسے قدرے مختلف بنا دیا۔ یہ کہہ کر کہ وہی تشدد نا جائز ہے جس کی اجازت وید نہ دیتے ہوں ویدوں کے نزدیک جائز تشدد نہیں ہوتا۔

جنگ کو جہاد کی شکل دے دینے سے بُرے اعمال جائز ہو گئے

یگوں کے سلسلے میں کیا جانے والا تشدد اگر ممنوع قرار دے دیا جاتا تو یگیہ کرنے کی کوئی وجہ ہی باقی نہ رہتی۔ وہ یگیہ اس لیے کیے جاتے تھے کہ جنگ میں فتح

---

[1] باب نمبر ۱۲، اشلوک نمبر ۵، ۹

نصیب ہو اور فتح پانے پر مفتوحہ علاقہ مستقل طور پر فاتح کے قبضے میں رہے یعنی
اگر جنگ میں ہونے والے کشت و خون کو مذہبی رنگ نہ دیا جاتا تو ویدوں میں
جائز قرار دیئے ہوئے تشدد کی کوئی اہمیت باقی نہ رہتی۔ لہٰذا جنگ کو تقدس
کا درجہ عطا کرنا پڑا۔

شری کرشن کہتے ہیں:

"اور اپنے فرائض سے لگا نہ کھانے پر بھی پیچھے ہٹنا تیرے لئے مناسب
نہیں ہوگا۔ کھشتریوں کیلئے دھرم یُدھ (جہاد) سے برتر اور کوئی چیز نہیں ہے"

"اور اے ارجن! خوش قسمت کھشتریوں کے لئے جنگ ایسے ہی ہے
جیسے اُن پر جنت کے دروازے کھُل جائیں۔"

"اور اگر تو یہ مذہبی جنگ نہیں کرے گا تو یہ تیرے فرائض کے منافی ہوگا۔ اپنی
نیک نامی سے ہاتھ دھو کر تو گناہ گار بنے گا۔"[1]

جنگ نے جب مذہبی شکل اختیار کر لی تو تمام بُرے اعمال کا مذہبی شکل
اختیار کر لینا بالکل فطری تھا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جنگ کے ماسوا تشدد روا
نہیں جنگ کے ماسوا لوٹ کھسوٹ روا نہیں کرنی چاہیئے۔ جنگ کے ماسوا
زنا جائز نہیں۔ اسی طرح جھوٹ، چغلی، کڑوا بول وغیرہ وغیرہ باتیں
جنگ کے لئے کارآمد ہوں تو ——— یعنی سیاست کے
سوا اُنھیں استعمال میں نہیں لانا چاہئے۔ دوسرے کی دولت کا لالچ تو جنگ

---

[1] بھگوت گیتا، باب نمبر ۲، اشلوک نمبر ۳۱، ۳۳

کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اپنی فوج میں اگر غنیم کے تئیں بُغض و عناد پیدا نہ کیا جائے تو سپاہی جنگ پر آمادہ ہی نہ ہوں گے اور جب تک یہ غلط اعتقاد پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اپنے دھرم کیلئے، اپنے ملک کیلئے یا اسی قسم کے کسی تخیلی نیک کام کے لئے لڑ رہے ہیں اس وقت تک جنگ میں فتح پانا ناممکن ہے۔ ماحصل یہ کہ ایک جنگ کیلئے تمام بُرے اعمال مقدس ہو جاتے ہیں۔

مذہبی جنگ کی ترویج

جین اور بودھ دھرموں کے اثر سے ویدک تشدد تو بند ہو گیا۔ لیکن اس ملک کے کھشتری آپس میں۔ مذہبی جنگ کے نام پر برابر لڑتے رہے۔ اس مذہبی جنگ (جہاد) کو پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ صاحب نے فروغ دیا۔ اُنھوں نے کہا۔" آپس میں جنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کا ردعمل عیسائی مذہبی جنگوں دکھائی دیتا ہے۔ جنگ میں ہر بات جائز سمجھی جاتی ہے اور اسی لئے پوری کی پوری انسانی نسل طرح طرح کے مصائب میں گرفتار ہے۔ کیا ان مصائب سے نکلنے کا راستہ بُدھ کے نظریۂ اعمال کے علاوہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟

۹۔ یگیہ

پورانِک[1] بدھ

ہندو لوگ وشنو کو نواں اوتار مانتے ہیں۔ "وشنو پُران" میں یہ کتھا آتی ہے کہ وشنو نے بُدھ کے روپ میں ظاہر ہو کر راکششوں کو مرعوب کیا اور دیوتاؤں کے ذریعے اُنھیں تلف کروایا۔ اس کا خلاصہ بھگوت کے ایک اشلوک میں اس طرح ملتا ہے:

"اُس کے بعد کلجگ کے آنے پر راکششوں کو مرعوب کرنے کیلئے بدھ نامی برھما کا بیٹا کیکٹ دیش میں پیدا ہوگا۔"

عام ہندو لوگ بُدھ کے اوتار لینے کے بارے میں زیادہ واقفیت نہیں

---

[1] ہندوؤں کی مذہبی کتابوں، پرانوں میں مذکور

رکھتے۔ شاستری پنڈتوں اور پُرانوں کا مطالعہ کرنے والے ہندو علماء کو بُدھ سے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان کے ماخذ "وشنو پُران" اور بھگوت گیتا ہی ہیں۔

مرحوم وشنو شاستری چپلونکر کے تصوّرات

مغربی ممالک میں میکس مولر کے شہرۂ آفاق فرانسیسی استاد برنوف کی توجہ سب سے پہلے بُدھ دھرم کی طرف منعطف ہوئی تھی لیکن کافی مسالہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ اس دھرم کی تمامتر تفصیلات مغربیوں کے سامنے نہ رکھ سکے۔ اس سے قبل مغربی لوگ بُدھ دھرم کو متروک اور اس لیئے ناقابل غور سمجھتے تھے۔ اُن کے اس تصور میں برنوف کی کاوشوں نے کافی تبدیلی پیدا کی اور اس کے نتیجہ کے طور پر ڈاکٹر ولسن جیسے کٹر عیسائی بھی بودھ دھرم کا مطالعہ کرنے لگے اور اُن کی صحبت کے فیض سے ہمارے کالجوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کے بُدھ دھرم سے متعلق نظریات میں تبدیلی آنے لگی۔

مراٹھی کے مشہور مصنف وشنو شاستری چپلونکر (مرحوم) مہاکوی بان سے متعلقہ اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

"آریائی لوگوں کے بنیادی ویدک دھرم سے اختلاف سب سے پہلے بُدھ نے ظاہر کیا۔ تقاضائے حالات سے اُس کی تقلید کرنے والے بہت سے لوگ نکل آئے جس سے ویدک دھرمیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور یہ نئے لوگ اپنے کو بودھ کہلوانے لگے۔ اُن کے نئے دھرم

ہیں کیا کچھ تھا۔ اُس کا آغاز اور ارتقاء کب اور کیسے ہوا وغیرہ باتیں مورخین کے لیے بڑی دلچسپی کا موضوع تھیں۔ لیکن اب اس بارے میں کچھ کہنا لاحاصل ہے۔ وہی افسوسناک بات بار بار دوہرانی پڑتی ہے کہ تواریخی تحریروں کے فقدان سے دُنیا کے ساتھ ساتھ ہم بھی اس عظیم استفادہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ بہر حال بدھ کے بارے میں اگرچہ ہمارے پاس مستند معلومات نہیں ہیں تاہم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ شعوری لحاظ سے وہ سماری شخص ہوگا کیونکہ اس کے مخالفین یعنی برہمنوں نے بھی اُسے ایشور کا نواں اوتار مانا ہے۔ جے دیو نے گیت گوونڈ کے شروع میں کہا ہے:

"...... سن عیسوی کے آغاز میں بودھوں اور برہمنوں میں بہت مباحثے ہوئے۔ اُن میں شنکر آچاریہ نے بودھ دھرم کو نیچا دکھایا اور دوبارہ برہمن دھرم کا بول بالا کیا۔ اس طرح بار رفتہ بودھ اپنی مرضی سے یا حاکم وقت کے حکم سے ہندوستان چھوڑ گئے اور اُن میں سے کچھ تبت میں، کچھ چین میں اور کچھ لنکا میں جا آباد ہوئے۔"

اس تذکرے سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت کے انگریزی داں ہندوؤں میں بودھ دھرم کے بارے میں کس قسم کے تصورات تھے۔

"لائٹ آف ایشیا" کا اثر

اس کے بعد ۱۸۷۹ء میں ایڈوِن آرنلڈ کی مشہور منظوم تصنیف "لائٹ آف ایشیا" شائع ہوئی۔ اس کے مطالعہ سے انگریزی جاننے والے ہندوؤں میں بُدھ کے تئیں عقیدت بڑھ گئی۔ لیکن یہ تصور بھی محکم ہوتا گیا کہ یگیوں کی منسوخ اور "اہنسا پرم دھرم" کی ترویج کے لئے ہی بدھ کا اوتار ہوا تھا۔ آج بھی کسی حد تک یہ تصور قائم ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس تصور میں حقیقت کہاں تک ہے بُدھ کے ہم عصر سنیاسیوں اور خود بدھ کے یگیہ سے متعلق خیالات پر غور کرنا مناسب ہوگا۔

ہری کیشی بل کی کتھا

سادھو سنیاسیوں کے تمام فرقوں میں سے صرف جین اور بودھ فرقوں کی مذہبی کتابیں ہی دستیاب ہیں۔ جینیوں کے "اُترادھین سوتر" میں ہری کیشی بل کی جو کتھا آتی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ہری کیشی بل چنڈال کا لڑکا تھا۔ وہ جین بھکشو بن کر تپسوی بنا۔ ایک بار ایک ماہ کا فاقہ مکمل کر کے وہ بھیک مانگتا ہوا ایک مہا یگیہ کے موقع پر جا پہنچا۔ اس کے غلیظ اور پھٹے پرانے لباس میں سے جھانکتا ہوا نحیف و نزار جسم دیکھ کر یگیہ کرنے والے برہمنوں نے اُسے دھتکارا۔ اور وہاں سے چلے جانے کو کہا۔ وہاں تندک پیڑ پر رہنے والا یکھش (دیوتاؤں کی ایک نسل جس کے راجا کبیر مانے جاتے ہیں) ہری کیشی بل کی آواز میں برہمنوں سے بولا۔ "تم وید پڑھتے ہو لیکن اُن کے معنی سے تم ناواقف ہو۔

اس پران برہمنوں نے سمجھا کہ اس بھکشو نے اُن کی توہین کی ہے۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنے نوجوانوں سے اُسے پیٹنے کو کہا۔ جوان بھکشو کو ڈنڈوں، چھڑیوں اور کوڑوں سے پیٹنے لگے۔ یہ دیکھ کر کوسالک راجا کی بیٹی اور پروہت کی بیوی بھدرا نے اُن کی مذمّت کی۔ اتنے میں بے شمار بھکشوں نے آکر ان نوجوانوں کو مار پیٹ کر لہولہان کر دیا۔ یہ دیکھ کر برہمن ڈر گئے اور اُنھوں نے ہری کیشی بل سے معافی مانگ کر بہت سی اشیاء کے ساتھ چاولوں کی اعلیٰ غذا اس کی نذر کی۔

کھانا کھا کر ہری کیشی بل ان برہمنوں سے مخاطب ہوا۔ "اے برہمنو! تم لوگ آگ جلا کر پانی سے ظاہرہ طہارت حاصل کرنے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟ فلسفیوں کا کہنا ہے کہ تمھاری یہ ظاہرہ طہارت لاحاصل ہے۔"

اس پران برہمنوں نے پوچھا۔ "اے بھکشو! ہم کس قسم کا یگیہ کریں۔ اور اپنے گذشتہ اعمال کیونکر تلف کریں؟"

ہری: سادھو لوگ چھ[1] قسم کے جانداروں کی جان نہ لے کر، جھوٹ نہ بول کر اور چوری نہ کر کے گھربار، عورتیں، عزت و احترام وغیرہ چھوڑ کر تزکیۂ نفس کرتے ہیں۔ وہ پانچ صفات[2] سے مالا مال ہو کر زندگی کی تمنا نہ رکھتے ہوئے جسمانی وجود کی خواہش ترک کر کے جسم سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اس طرح اعلیٰ و ارفع یگیہ کرتے ہیں۔

---

[1] زمین، پانی، ہوا، آگ، نباتات میں رہنے اور نظر آنے والے جاندار جینیوں کے نظریے کے مطابق مٹی کے ذرّات وغیرہ میں بھی زندگی ہے۔

[2] اہنسا، سچ، چوری نہ کرنا، برہمچریہ اور لالچ نہ کرنا۔

برہمن: تمہاری اگنی (آتش) کونسی ہے۔ اگنی کنڈ (آتش کدہ) کون سا ہے؟ سُروا (کاٹھ کی چھوٹی سی کرچھی جس سے ہون میں گھی، اناج وغیرہ ڈالا جاتا ہے) کونسی ہے؟ اُپلے کون سے ہیں؟ لکڑیاں کون سی ہیں؟ اشلوک کون سے ہیں؟ اور کس طریقے سے تم یگیہ کرتے ہو؟

ہری: تپسیا میری اگنی ہے۔ روح اگنی کنڈ، جوگ سُروا ہے، جسم اُپلے ہیں۔ اعمال لکڑیاں اور ضبط نفس اشلوک۔ اس طریقہ سے رشیوں کا بیان کردہ یگیہ میں کرتا ہوں۔

برہمن: تمہارا تالاب کونسا ہے۔ شانتی تیرتھ (مقام سکون) کونسا ہے؟

ہری: دھرم میرا تالاب ہے اور برہمچریہ شانتی تیرتھ۔ یہاں اشنان کرکے پاک و مہارشی اونچے رتبہ کو پہنچتے ہیں۔

اس کے علاوہ یگیوں کی تنسیخ کے سلسلہ میں ایک اور کتھا اسی "اُتر ادھین سوتر" کے ۲۵ ویں باب میں ملتی ہے۔ وہ اس طرح ہے:

"سب ویدوں میں جانوروں کی قربانی بتائی گئی ہے اور یگیہ گناہ آلود ہے یگیہ کرنے والوں کے وہ گناہ اُن کی حفاظت نہیں کرسکتے۔"

ہری کیشی بل کی کتھا میں صرف یگیہ کی مذمت کی گئی ہے۔ لیکن اس کہانی میں تو یگیہ کے علاوہ ویدوں کی مذمت بھی صاف نظر آتی ہے۔

مختلف فرقوں کے ذریعے ویدوں کی مخالفت

"سروِ درشن" میں مذکور چارواک مت کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے

کہ اجیت کیس کمبل منکر خدا ہونے سے یگیوں پر ہی نہیں بلکہ ویدوں پر بھی اعتراضات کرتا رہا ہوگا۔ چارواک مت سے متعلق ایک اشلوک کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"یگیہ کی خاطر ہلاک ہوا جانور اگر سورگ میں چلا جاتا ہے تو اس یگیہ میں یجمان اپنے باپ کو کیوں ہلاک نہیں کرتا ہے ...... ویدوں کے خالق تین ہیں۔ بھانڈ، مکار اور راکشش۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنیاسیوں کے لگ بھگ سبھی فرقے کم و بیش طور پر ویدوں کی مذمت کرتے تھے۔ لہٰذا انھیں ویدوں کا مخالف کہنے میں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ لیکن اس بات کا کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ بدھ نے کبھی ویدوں کی مذمت کی ہو۔ بدھ کی بھکشو جماعت میں مہا کاتیائن جیسے ویدوں کے معلم برہمن موجود تھے۔ چنانچہ یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ بدھ ویدوں کی مذمت کرتے ہوں لیکن سنیاسیوں کے دیگر فرقوں کی طرح انھیں بھی یگیوں میں ہونے والے گھوڑوں، بیلوں اور دوسرے جانوروں کا خون پسند نہیں تھا۔

یگیوں کی مذمت

کوسل سنیت میں یگیوں کی مذمت سے متعلقہ سُتّ اس طرح ہے:

"بھگوان بدھ شراوستی میں رہتے تھے اس وقت پسیندی کوسل راجا کا مہا یگیہ شروع ہوا۔ اُس میں پانچسو بیل، پانچسو بچھڑے، پانچسو بچھیاں، پانچسو بکرے اور پانچسو مینڈھے کھمبوں سے بندھے ہوئے تھے۔ راجا کے نوکر چاکر سزا کے خوف

سے مجبور و لاچار آنسو بہاتے ہوئے روتے دھوتے ہوئے یگیہ کے
کام کر رہے تھے۔

یہ سب دیکھ کر بھکشوؤں نے بھگوان کو اس سے آگاہ کیا
اس پر بھگوان بولے:

"اشو میدھ، پورش میدھ، سمیک پاش، واجپیہ اور نرگل یگیہ بہت بیش خرچ ہوتے ہیں۔ لیکن اُن سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بکرے، گئوویں اور بھیڑ جیسے مختلف جاندار جس میں مارے جاتے ہیں۔ اس یگیہ میں پاکباز دھارمشی شریک نہیں ہوتے۔ لیکن جن یگیوں میں جانداروں کی قربانی نہیں دی جاتی جو لوگوں کو اچھے لگتے ہیں اور جن میں بکرے، بھیڑ اور گئوویں وغیرہ مختلف جاندار نہیں مارے جاتے۔ ایسے یگیوں میں پاکباز دھارمشی شریک ہوتے ہیں۔ سمجھدار لوگوں کو چاہئے کہ وہ موخر الذکر قسم کے یگیہ کریں کیونکہ ان یگیوں سے یجمان کی بھلائی ہوتی ہے بُرائی نہیں ہوتی۔ یہ یگیہ بے ثمر نہیں ہوتے اور اُن سے دیوتا خوش ہوتے ہیں۔"

یگیہ میں گناہ کیوں؟

بدھ کا کہنا تھا کہ یگیہ میں جانداروں کی قربانی دینے سے یجمان جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے اس قسم کا یگیہ نامبارک ہے اس بارے میں "انگتر نکائے" کے "ستک نپات" میں ایک سُت ملتا ہے جس کا

ترجمہ حسب ذیل ہے :

"ایک بار بھگوان بُدھ شراوستی کے جیت بن میں اناتھ پنڈک کے باغ میں مقیم تھے۔ اس وقت اوگت شریر نامی برہمن نے مہا یگیہ کرنے کی تیاریاں کیں، پانچسو بیل، پانچسو بچھڑے، پانچسو بچھیاں، پانچسو بکرے اور پانچسو مینڈھے یگیہ میں بلی دینے کیلئے کھمبوں سے بندھے تھے۔ تب اوگت شریر برہمن بھگوان کے پاس جاکر اور اُن سے خیر و عافیت دریافت کرکے ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور بولا۔ "اے گوتم! میں نے سُنا ہے کہ یگیہ کے لئے آگ سلگانا اور کھمبے گاڑنا بہت مبارک ہوتا ہے؟"

بھگوان بولے۔ "اے برہمن! میں نے بھی یہی سُنا ہے کہ یگیہ کیلئے آگ سلگانا اور کھمبے گاڑنا بہت مبارک ہوتا ہے"

یہ جملہ برہمن نے بار بار دوہرایا۔ اور بھگوان نے آگے سے وہی جواب دیا۔ تب برہمن بولا۔ "تو پھر ہم دونوں ہم خیال ہیں۔"

یہ سُن کر آنند بولا۔ "اے برہمن! تمھارا سوال صحیح نہیں میں نے سُنا ہے کی بجائے تم یہ کہو کہ "میں یگیہ کے لئے آگ سُلگانے اور کھمبے گاڑنے میں مصروف ہوں۔ اس سلسلے میں بھگوان مجھے ایسا اُپدیش دیں جس سے میرا بھلا ہو۔"

آنند کے کہنے کے مطابق برہمن نے بھگوان سے سوال کیا تو بھگوان بولے: "جو یگیہ کیلئے آگ سلگاتا ہے اور کھمبے

گار ڈ نا ہے نہ بدی کے تین تکلیف دہ ہتھیار اُٹھاتا ہے، وہ کون سے ہیں؟ جسم کا ہتھیار، زبان کا ہتھیار، اور ذہن کا ہتھیار، جو یگیہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے ذہن میں یہ خیال بد آتا ہے کہ یگیہ میں اتنے بیل، اتنے بچھڑے، بچھیاں بکرے اور مینڈھے مارے جائیں۔ اس طرح وہ سب سے پہلے ذہن کے ذریعے بدی کا تکلیف دہ ہتھیار اُٹھاتا ہے۔ پھر وہ اپنی زبان سے ان جانداروں کو ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے اور یوں زبان کے ذریعے بدی کا تکلیف دہ ہتھیار اُٹھاتا ہے۔ اس کے بعد ان جانداروں کو مارنے کے لیے سب سے پہلے خود ہی ان جانداروں میں سے ایک ایک کو مارنا شروع کر دیتا ہے اور یوں جسم کے ذریعہ بدی کا تکلیف دہ ہتھیار اُٹھاتا ہے۔

اے برہمن! یہ تین قسم کی آتش نفریں ہے۔ اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ وہ کونسی ہے؟ آتشِ نفس، آتشِ حسد اور آتشِ ہوس۔ جو انسان آتشِ نفس سے مغلوب ہو کر جسم، زبان اور ذہن سے اعمال بد کا مرتکب ہوتا ہے وہ انجام کار جہنم داصل ہوتا ہے۔ اسی طرح حسد اور ہوس سے مغلوب ہو کر جسم، زبان اور ذہن سے اعمالِ بد کا ارتکاب کر کے انسان انجام کار جہنم داصل ہوتا ہے۔ اس لیے یہ تین قسم کی آتش نفریں ہے اس کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

اے برہمن! یہ تین قسم کی آگ قابل قدر، قابل تعظیم اور قابل پرستش ہے۔ یہ کونسی ہے؟ آتش ایثار، آتشِ فرائضِ دنیوی، آتش خیرات اُن کی رو سے ماں باپ کا احترام اور پرستش لازم ہے۔ بیوی بچوں اور نوکر چاکروں کا احترام اور پرستش لازم ہے۔ سادھوئنش نساؤں کا احترام اور پرستش لازم ہے۔ اے برہمن! لکڑیوں کی آتش کو تو کبھی جلانا پڑتا ہے اور کبھی اسے بجھانا پڑتا ہے

بھگوان کا یہ وعظ سُن کر اودگت سٹر بدر برہمن اُن پر ایمان لے آیا اور بولا۔ "اے گوتم! پانچسو بیل، پانچسو بچھیاں، پانچسو بکرے اور پانچسو بھیڑ ہے وغیرہ تمام جانداروں کو میں کھمبوں سے آزاد کرتا ہوں اور انھیں زندگی عطا کرتا ہوں۔ تازہ گھاس کھا کر اور ٹھنڈا پانی پی کر وہ ٹھنڈی چھاؤں میں مزے سے رہیں۔"

یگیہ میں تپسیا کا امتزاج

بدھ کے ہم عصر برہمنوں نے یگیوں میں تپسیا بھی شامل کر دی تھی۔ ویدک رشی منی جو جنگلوں میں رہ کر تپسیا کرتے تھے۔ وہ بھی بیچ بیچ میں چھوٹے بڑے یگیہ کرتے تھے۔ اُس کی ایک دو مثالیں ہم تیسرے باب میں پیش کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ یاگیہ ولکیہ کی مثال لے لیجیے۔ یاگیہ ولکیہ بڑا تپسوی دھرماتما مانا جاتا تھا پھر بھی اُس نے راجا جنک کے یگیہ میں حصہ لیا تھا۔ اور یگیہ کے خاتمے پر دس ہزار سنہری سکوں کے علاوہ ایک ہزار گئوؤں کی دکھشنا قبول

کی تھی[1]

لیکن بھگوان بدھ کا کہنا تھا کہ یگیہ اور تپسیا کا امتزاج دگنی تکالیف کا باعث ہے۔ کندرک سُتّ میں بھگوان نے چار قسم کے انسانوں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) جو کڑی تپسیا کرنے والا تپسوی ہے، وہ خود کو تکلیف دیتا ہے۔ لیکن دوسروں کو تکلیف نہیں ہونے دیتا۔

(۲) دوسروں کو تو تکلیف دیتا ہے۔ لیکن خود کو نہیں۔

(۳) یگیہ کرنے والا —— جو خود کو بھی تکلیف دیتا ہے اور دوسرے جانداروں کو بھی۔

(۴) بدھ کا معتقد —— جو اپنے علاوہ دوسروں کو بھی تکلیف نہیں ہونے دیتا۔

ان چاروں کا مفصل بیان مذکورہ بالا سُتّ میں ملتا ہے۔ اُن میں سے تیسری قسم کے انسان یعنی یگیہ کرنے والے شخص کے تذکرے کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

بھگوان کہتے ہیں:

اے بھکشوؤ! کوئی کھشتری راجا یا کوئی معزز برہمن کوئی نئی مقدس عمارت تعمیر کرواتا ہے اور سر منڈا کر اور جسم پر گھی، تیل وغیرہ چُپڑ کر ہرن کے سینگ سے اپنی پیٹھ کھجلاتا ہوا اپنی بیوی اور پروہت سمیت اس عمارت میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں گوبر سے لپی ہوئی

---

[1] دیکھئے برہدارنیک اپنشد، صفحہ ۳/۱/۱-۲

زمین پر کچھ بھی بچھائے بغیر سو جاتا ہے۔ ایک عمدہ گائے کے ایک تھن کے دودھ پر گذر اوقات کرتا ہے دوسرے تھن کے دودھ پر اُسکی بیوی گذر بسر کرتی ہے اور تیسرے تھن کے دودھ پر وہ بہت برہمن چوتھے تھن کے دودھ سے ہون کرتا ہے —— چاروں تھنوں سے بچے ہوئے دودھ پر بچھڑے کو گذارا کرنا پڑتا ہے۔

پھر وہ کہتا ہے۔ "میرے اس یگیہ کے لئے اتنے بیل مارو، اتنے بچھڑے مارو، اتنے مینڈھے ارو۔ کھمبے کھڑے کرنے کے لئے اتنے درخت کاٹو۔ کشاسن (کشا نامی ایک خاص قسم کے گھاس سے بنا ہوا آسن) کے لئے اتنے جنگل کاٹو۔ اس کے نوکر چاکر سزا کے خوف سے مجبور دمعذور آنسو بہاتے ہوئے روتے دھوتے وہ کام کرتے ہیں۔

لوگ گئو کشی کے حق میں نہیں تھے

یہ نوکر چاکر یگیہ کے کام روتے ہوئے کیوں کرتے تھے؟ اس لئے کہ اس یگیہ میں جو جانور مارے جاتے تھے وہ غریب کسانوں سے زبردستی چھینے جاتے تھے۔ اور اس سے کسانوں کو بہت دُکھ ہوتا تھا "سُت نپات" کے برہمن دھمک سُت میں گائے سے متعلق قدیم زمانے کے برہمنوں کی اخلاقی قدریں ان الفاظ میں بیان کیگئی ہیں

"ماں باپ، بھائی اور دوسرے قرابت داروں کی طرح
گئوویں بھی ہماری دوست ہیں۔ کیونکہ کھیتی باڑی کا انحصار اُن پر ہے"۔

وہ اناج، طاقت، جلال اور راحت عطا کرتی ہیں ——— انھیں وجوہات کی بنا پر قدیم زمانے کے برہمن گئو کشی نہیں کرتے تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عوام الناس کو گئویں اپنے عزیزوں کی طرح عزیز تھیں اور یگیوں میں اُن کی اندھا دھند مار کاٹ اُنھیں قطعی پسند نہیں تھی۔ راجا اور دیگر امرا اگر اپنی ذاتی گئویں قربان کرتے تو اُن کے نوکر چاکروں کے رونے کا بہت کم امکان رہتا۔ لیکن اس حالت میں جبکہ وہ جانور اُنھیں کے جیسے غریب کسانوں سے زبردستی ہتھیائے جاتے تھے۔ اُن کا دکھی ہونا عین فطری تھا۔ یگیہ کے لیے لوگوں پر کیونکر زبردستیاں کی جاتی تھیں، اس کا اندازہ ستی پتھان سُت کے مندرجہ ذیل اقتباس (ترجمہ) سے ہو سکتا ہے:

"بعض لوگ بے راہ روی اختیار کر کے، مار پیٹ کر کے لوگوں کو غم گین بنا کر دان دیتے ہیں۔ لوگوں کے آنسوؤں سے لبریز، سزا آلودہ دان راہ راست سے دیئے گئے دان کا درجہ حاصل کر نہیں سکتا۔"

اس زمانہ میں یگیہ کی طرح پیٹ پالنے کے لئے بھی لاتعداد جانور ذبح کئے جاتے تھے۔ گائے کو ذبح کر کے اُس کا گوشت چوراہے میں فروخت کرنے کا رواج عام تھا۔ لیکن بُدھ نے یگیوں کی جس طرح مذمت کی، اتنی ان رسم و رواج کی نہیں کی۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ چوراہے میں گوشت کی فروخت بُدھ کو پسند تھی۔ بات یہ تھی کہ یگیوں کے مقابلہ میں یہ باتیں بالکل غیر اہم تھیں۔ قصائی کے ہاتھوں میں جو گائے یا بیل پہنچتا تھا وہ گائے دودھ دینے والی نہیں ہوتی تھی اور وہ بیل کھیتی باڑی کیلئے بیکار رہتا تھا۔ اُن کیلئے کوئی آنسو نہیں بہاتا تھا۔ لیکن یگیہ کی بات دوسری تھی۔ ہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک یگیہ

میں پانچ سو یا سات سو بچھڑوں یا بچھیوں کے مارے جانے سے کھیتی باڑی کو کس درجہ نقصان پہنچتا ہوگا۔ اور اس سے کسان کتنے دکھی ہوتے ہوں گے۔ اگر بدھ نے ایسے مظالم کی مذمت کی ہو تو اُن پر ویدوں کی مذمت کا الزام کیوں کر عائد کیا جا سکتا ہے ؟

صحیح یگیہ کونسا ہے ؟

بھگوان بدھ نے دیگھ نکائے 'کے کوٹ دنت سُت' میں بتایا ہے کہ راجاؤں اور دولت مند برہمنوں کو یگیہ کیسے کرنا چاہئیے۔ اس سُت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

ایک بار بھگوان بدھ مگدھ دیش میں گھومتے ہوئے کھانومت نامی برہمنوں کے ایک گاؤں میں پہنچے۔ یہ گاؤں مگدھ دیش کے راجا بمبسار نے کوٹ دنت نامی برہمن کو دان دیا تھا۔ اس برہمن نے مہایگیہ کے لئے سات سو بیل، سات سو بچھڑے، سات سو بچھیاں، سات سو بکرے اور سات سو مینڈھے جمع کر رکھے تھے۔

اپنے گاؤں میں بھگوان کی آمد کی خبر سُن کر کھانومت گاؤں کے تمام برہمن ایک ساتھ بھگوان کے درشن کے لئے کوٹ دنت برہمن کے محل کے سامنے سے نکل رہے تھے۔ کوٹ دنت کو جب پتہ چلا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں تو اس نے اپنے ملازم سے کہا:

" ان برہمنوں سے کہو۔ تھوڑی دیر کے لئے رُک جائیں میں بھی بھگوان کے درشنوں کے لئے جانا چاہتا ہوں۔"

کوٹ دنت کے یگیہ کے سلسلے میں بہت سے برہمن جمع ہو گئے تھے۔ جب انھوں نے سُنا کہ کوٹ دنت بھگوان کے درشنوں کو جا رہا ہے تو وہ اس کے

پاس جاکر بولے "اے کوٹ دنت! کیا یہ بات سچ ہے کہ تم گوتم سے درشن کرنے جارہے ہو؟"

کوٹ دنت: جی ہاں، میں گوتم کے درشن کرنا چاہتا ہوں۔

برہمن: اے کوٹ دنت! گوتم کے درشنوں کو جانا تمھارے لئے مناسب نہیں ہے۔ اگر تم اُس کے درشن کرنے جاؤ گے تو اس کی شہرت میں اضافہ ہوگا۔ اور تمھاری شہرت ماند پڑ جائے گی۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ خود گوتم تم سے ملنے آجائے اور تم اس سے ملنے نہ جاؤ۔ تم نے اعلیٰ خاندان میں جنم لیا ہے۔ تم دولتمند ہو، عالم ہو۔ تمھارے پاس وید منتر سیکھنے کے لئے چاروں اطراف سے بہت سے شاگرد آتے ہیں۔ گوتم سے تم عمر میں بڑے ہو اور مگدھ کے راجا نے تمھاری عظمت کے اعتراف کے طور پر تمھیں یہ گاؤں انعام میں دیا ہے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ گوتم تم سے ملنے آئے۔ اور تم اُس سے ملنے نہ جاؤ۔

کوٹ دنت: اب آپ میری بات سُنئے۔ سنیاسی گوتم اعلیٰ خاندان میں جنم لے کر اور دولت کے انباروں سے کنارہ کشی اختیار کر کے سنیاسی بنا ہے۔ وہ خوش خلق، باوقار اور شیریں دہن اور بہت بڑا عالم ہے۔ تزکیۂ نفس کے ذریعے وہ سکون سے ہمکنار ہو گیا ہے، وہ عمل اور تدبیر کا حامی ہے، تمام علاقہ کے لوگ اس کے خیالات سے مستفید ہونے کیلئے اُس کے پاس جاتے ہیں۔ وہ انتہائی باشعور، عالم و فاضل، مقبول عام، پسماندہ لوگوں کا نجات دہندہ اور سب گن پورے لوگوں کا سردار ہے۔ اس طرح اس کا شہرہ چہار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ راجا بمبسار اور کوسل اور راجا پسینڈی دونوں اپنے گُنبے

سمیت اُس کے پیرو ہو گئے ہیں۔ ان راجاؤں کی طرح ہی وہ پوشکر ساوی برہمنوں کے لئے بھی قابل پرستش ہے اتنی قابلیت کا وہ مالک ہے اور اس وقت ہمارے گاؤں میں آیا ہوا ہے لہٰذا ہمیں اس کو اپنا مہمان سمجھنا چاہیئے۔ اور مہمان کے ناتے اس کے درشنوں کو جاکر اس کا خاطر خواہ استقبال کرنا چاہیئے۔

"برہمن: اے کوٹ دنت! تم نے گوتم کی جو تعریف و توصیف کی ہے اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں کوس کا فاصلہ طے کر کے بھی اس سے ملاقات کرنی چاہیئے۔ چلو ہم سب اُس کے درشنوں کو چلتے ہیں۔

اس پر کوٹ دنت ان برہمنوں کے ہمراہ آمر شٹی بن میں چلا گیا۔ جہاں بھگوان بدھ ٹھہرے ہوئے تھے اور بھگوان سے خیر و عافیت دریافت کر کے ایک طرف بیٹھ گیا ان میں سے کچھ لوگ بھگوان کو پرنام کر کے، کچھ لوگ اپنا حسب و نسب بتا کر اور خیر و عافیت دریافت کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔

پھر کوٹ دنت بھگوان بُدھ سے بولا۔ "میں نے سُنا ہے کہ آپ کو اعلیٰ یگیہ کا طریقہ معلوم ہے۔ اگر آپ ہمیں وہ طریقہ سمجھا سکیں تو بہت اچھا ہوگا۔"

تب بھگوان نے یہ کتھا سُنائی:

"قدیم زمانے میں مہا وجت نامی ایک مشہور راجا گذرا ہے، ایک دن تخلیے میں اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس بہت دھن دولت ہے اُسے مہا یگیہ میں صرف کرنا چاہیئے تاکہ میں مستقل طور پر راحت و سکون کی زندگی گذار سکوں۔ اُس نے اپنا یہ خیال اپنے پروہت پر ظاہر کیا۔ اور کہا۔" اے برہمن! میں مہا یگیہ

کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ کس طرح کا یگیہ کرنے سے مجھے دائمی راحت و سکون میسر آئیں گے؟"

پروہت بولا۔ "اس وقت آپ کی سلطنت میں امن نہیں ہے گاؤں اور شہر لوٹے جا رہے ہیں، چوریاں ہو رہی ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ لوگوں پر ٹیکس لگائیں گے تو یہ نافرض شناسی ہوگی آپ سمجھتے ہیں کہ سزائے موت دے کر جیل خانوں میں بند کر کے، جرمانے یا ملک بدر کر کے چوروں کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ نہیں، ان طریقوں سے بغاوت کو پوری طرح ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جو چور بچ جائیں گے وہ پھر سے افراتفری مچائیں گے۔ ان کے مکمل انسداد کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ آپ کی سلطنت میں کھیتی باڑی کرنا چاہتے ہیں انھیں بیج وغیرہ ضروری اشیا فراہم کرنے کا انتظام کیجیے، جو تجارت وغیرہ کرنا چاہتے ہیں انھیں اس کے لیے ضروری سرمایہ دلوائیے اور جو لوگ سرکاری ملازمت کے خواہشمند ہیں انھیں مناسب معاوضہ پر شایانِ شان ملازمت دیجیے۔ اس طرح جب تمام لوگ پوری تندہی سے اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں گے تو بغاوت کا امکان ہی پیدا نہ ہوگا۔ وقتاً فوقتاً ٹیکس وصول ہونے سے خزانہ بھرا رہے گا۔ باغیوں کا خوف دور ہو جانے سے لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ اپنے دروازے کھلے چھوڑ دیں گے اور بیوی بچوں سمیت سکھ چین سے زندگی بسر کریں گے۔"

پروہت کا بتایا ہوا یہ راستہ راجہ مہا دجت کو پسند آیا۔ اپنی سلطنت کے کاشتکاروں کو بیج وغیرہ ضروری چیزیں دلوا کر اس نے انھیں زرعی کاموں میں لگا دیا جو لوگ تجارت کر سکتے تھے انھیں سرمایہ دلوا کر تجارتی کاموں میں لگا دیا اور جو لوگ سرکاری ملازمت کے قابل تھے انھیں مناسب جگہوں پر مقرر کر دیا۔ یوں تھوڑے دنوں میں ہی راجہ مہا دجت کی سلطنت میں خوشحالی کا دور دورہ ہو گیا ڈاکوں اور چوریوں کا نام و نشان نہ رہا اور ٹیکس کی وصولی سے خزانہ بھر گیا۔ لوگ بڑی بے خوفی سے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں سمیت آرام سے زندگی گذارنے لگے۔

پھر ایک دن راجا مہا دجت پروہت سے بولا۔ "اے برہمن! تمھارے بتائے ہوئے راستے سے سلطنت میں پھیلی ہوئی بدامنی دور ہو گئی ہے میرا خزانہ بھر لیا ہے اور سب لوگ مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب میں مہا یگیہ کرنا چاہتا ہوں مجھے بتاؤ کہ یہ مہا یگیہ کس طرح کا ہونا چاہیے؟"

پروہت بولا: "اگر آپ مہا یگیہ کرنا چاہتے ہیں تو اسکے لئے آپ کو عوام سے اجازت لینا ہوگی۔ لہٰذا سب سے پہلے سب لوگوں پر اپنا مدعا ظاہر کر کے اُن کی اجازت حاصل کیجیے۔"

راجا کا مدعا جان کر تمام لوگوں نے یگیہ کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر پروہت نے یگیہ کی تیاری کی اور راجا سے کہا:

یگیہ کے آغاز میں آپ اپنے دل میں یہ خیال نہ آنے دیجیے کہ اس یگیہ پر بہت سا سرمایہ صرف ہونے والا ہے۔ جب یگیہ چل رہا ہو تو آپ یہ نہ سوچیں کہ میرا سرمایہ برباد ہو رہا ہے اور یگیہ کی تکمیل پر آپ یہ خیال دل میں نہ لائیں کہ میرا سرمایہ برباد ہو گیا ہے آپ کے یگیہ میں اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ آئیں گے۔ لیکن آپ برے لوگوں پر نہ جاتے ہوئے اور صرف اچھے لوگوں کو خاطر میں لاتے ہوئے یگیہ کریں اور خوش و خرم رہیں۔"

اس مہاوجت کے یگیہ میں گئو دین بیل بچھڑے اور مینڈھے نہیں مارے گئے، پیڑ کاٹ کر کھمبے نہیں بنائے گئے..... کشاسن بھی نہیں بنائے گئے اور نوکر چاکروں سے بھی زبردستی کام نہیں لیا گیا۔ لوگوں نے تمام کام اپنی مرضی سے کیے۔ گھی، تیل، مکھن شہد اور شیرے ہی سے اس یگیہ کی تکمیل کی گئی۔

اس کے بعد سلطنت کے امرا بڑے بڑے تحفے تحائف لے کر راجا مہاوجت کی خدمت میں پہنچے۔ راجا نے اُن سے کہا "معزز لوگو! مجھے آپ کے تحفوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جائز ٹیکسوں کے ذریعہ میرے خزانے میں کافی دولت جمع ہو گئی ہے اس میں سے اگر آپ کچھ لینا چاہیں تو بخوشی لے سکتے ہیں۔"

اس طرح راجا نے جب ان امرا کے تحفے لینے سے انکار کر دیا تو ان لوگوں نے اپنے سرمایہ سے یگیہ شالا کے چاروں طرف

دھرم شالائیں بنوائیں اور غریب لوگوں کو دان دیا۔"

بھگوان کی بیان کردہ یہ کتھا سُن کر کوٹ دنت کے ساتھ آئے ہوئے برہمن بول اُٹھے۔ "بہت اچھا یگیہ، بہت اچھا یگیہ۔"

اُس کے بعد بھگوان نے کوٹ دنت برہمن کو اپنے دھرم کا مفصل اُپدیش دیا۔ جسے سُن کر کوٹ دنت بھگوان پر ایمان لے آیا۔ اور بولا۔ "اے گوتم! میں سات سو بیل، سات سو بچھڑے، سات سو بچھیاں، سات سو بکرے اور سات سو مینڈھے اور ان تمام جانوروں کو آزاد کرتا ہوں، اُنھیں زندگی عطا کرتا ہوں۔ تازہ گھاس کھا کر اور ٹھنڈا پانی پی کر وہ مزے سے ٹھنڈی چھاؤں میں رہیں۔"

بیکاری کا خاتمہ ہی سچا یگیہ ہے

مذکورہ بالا سُتّ میں "مہا وجیت" لفظ کا مطلب ہے ایسا شخص جس کی سلطنت بہت وسیع ہو۔ وہی مہا یگیہ کر سکتا ہے۔ اس مہا یگیہ کا اولین دستور یہ ہے کہ لوگوں کو بیکار نہیں رہنے دینا چاہیئے۔ سب کو نیک کاموں میں لگانا چاہیئے۔ یہی دستور قدرے مختلف انداز سے "چکّ وتّی سیہ نادسُتّ" میں بتایا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

"درڑھ نیمی نام کا ایک چکر ورتی راجا تھا۔ بڑھاپے میں اپنے بیٹے کو تخت نشین کر کے وہ تارک الدنیا ہو گیا۔ اور جا کر جنگل میں رہنے لگا۔ ساتویں روز راجا کے محل کے سامنے استادہ دیوتاؤں کا عطا کردہ چکر (چکر ورتی راجاؤں کا مظہر) غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر درڑھ نیمی کا بیٹا بہت گھبرایا اور اپنے باپ کے

پاس جاکر سارا ماجرا بیان کیا۔ درڑھ نیمی نے کہا۔ "بیٹا ڈرو نہیں۔ وہ چکر تمھارے نیک کاموں سے پیدا نہیں ہوا تھا۔ اگر تم چکرورتی راجاؤں کے اصولوں پر کاربند رہو گے تو وہ چکر پھر سے اپنے مقام پر آجائے گا تم انصاف اور محبت و شفقت سے کام لے کر لوگوں کی حفاظت کرو۔ اپنی سلطنت میں کسی طرح کی بے انصافی نہ ہونے دو۔ جو ضرورت مند ہیں اُن کے لئے ذریعہ معاش فراہم کرو۔ اور تمھاری سلطنت میں جو جوگی برہمن ہوں اُن سے وقتاً فوقتاً فرائض منصبی کا علم حاصل کرتے رہو ________ اُن کا اپدیش سُن کر اُس پہ کاربند رہو اور اُن میں کبھی کوتاہی مت کرو۔"

نوجوان راجا نے باپ کی اس ہدایت پر عمل کیا اور وہ دیوتاؤں کا عطا کردہ چکر پھر سے اپنی جگہ پر آگیا۔ راجا نے بائیں ہاتھ میں مقدس پانی کا لوٹا لیا۔ اور دائیں ہاتھ سے اس چکر کو متحرک کیا۔ وہ چکر اس کی سلطنت میں چاروں طرف گھوما۔ اُس کے پیچھے پیچھے جاکر راجا نے ساری رعایا کو اُپدیش دیا کہ "کسی کی جان نہیں لینی چاہیئے۔ چوری نہیں کرنی چاہیئے، بدفعلی نہیں کرنی چاہیئے جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے۔ اور نیک و پاک زندگی گزارنی چاہیئے۔"

اس کے بعد وہ چکر پھر سے چکرورتی راجا کے محل کے مقابل استادہ ہوگیا اُس نے راج محل کی شان کو دوبالا کیا۔

چکرورتی راجاؤں کے ان اصولوں پر اُن کی سات پشتوں تک عمل ہوتا رہا۔ ساتویں چکرورتی راجا نے جب سنیاس لیا تو حسبِ دستور ساتویں دن وہ چکر غائب ہوگیا۔ اس سے نوجوان راجا کو بہت دکھ ہوا۔ لیکن سنیاسی باپ کے پاس جاکر

اُس نے چکرورتی راجاؤں کے اصول دریافت نہ کیے۔ اس کے وزیروں اور دوسرے بزرگوں نے ہی اُسے وہ اصول بتا دیئے۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اُس نے رعایا کے تحفظ کا بیڑا اُٹھایا۔ لیکن ایسے انتظامات نہیں کئے جن سے ضرورت مندوں کو کام مل سکے۔ اس سے بدحالی بڑھ گئی اور ایک شخص نے چوری کی۔ جب لوگ اس چور کو پکڑ کر راجا کے سامنے لائے تو راجا نے اس سے پوچھا:۔

"اے شخص! کیا یہ سچ ہے کہ تو نے چوری کی ہے؟"

وہ: سچ ہے مہاراج!

راجا: تو نے چوری کیوں کی؟

وہ: مہاراج پیٹ نہیں بھرتا اس لئے چوری کی۔

اُسے کچھ روپیہ دے کر راجا نے کہا۔

"اس روپئے سے تم اپنا گذارا کرو۔ اپنے کنبے کا پیٹ پالو۔ بیوپار، صنعتی کام اور دان دھرم کرو۔"

یہ بات ایک بیکار شخص کو معلوم ہوئی۔ اس نے بھی تب چوری کی۔ راجا نے اُسے بھی کچھ روپیہ دیا۔ اب لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ جو شخص چوری کرتا ہے اُسے راجا سے انعام ملتا ہے۔ چنانچہ سب لوگ چوری کرنے لگے۔ اُن میں سے ایک کو پکڑ کر جب راجا کے حضور میں پیش کیا گیا تو راجا نے سوچا۔ "اگر اسی طرح چوری کرنے والوں کو میں روپیہ دیتا رہا تو پوری سلطنت میں دھڑا دھڑ چوریاں

ہونے لگیں گی۔ اس لئے اس شخص کا سر قلم کروا دینا چاہیے۔ اپنے اس فیصلے کے مطابق اس نے اس شخص کی مشکیں کسوائیں، اس کا سر مُنڈوایا۔ اور پورے شہر میں اُسے گھمانے کے بعد شہر کے دکن میں اُس کا سر قلم کرنے کا حکم دیدیا۔

وہ منظر دیکھ کر چور گھبرا گئے وہ سمجھ گئے کہ سیدھی طرح چوری کرنا پُرخطر ہے۔ اس لئے اُنھوں نے تیز دھار ہتھیار تیار کئے اور کھُلے بندوں ڈاکے ڈالنے لگے۔

اس طرح ضرورت مندوں کو کام نہ ملنے سے حوصلہ بڑھتا گیا۔ حوصلہ کے بڑھنے سے چوریاں اور لوٹ مار بڑھ گئی۔ چوریوں اور لوٹ مار کے بڑھنے سے خوفناک ہتھیار بڑھ گئے، ہتھیار بڑھنے سے کشت و خون بڑھ گیا، کشت و خون بڑھنے سے جھوٹ بڑھ گیا۔ جھوٹ بڑھنے سے چغل خوری، چغل خوری بڑھنے سے بدفعلیاں بڑھ گئیں، اور بدفعلیوں کے بڑھنے سے گالی گلوج اور فضول گوئی بڑھ گئی۔ اِن کے بڑھنے سے لالچ اور حسد میں اضافہ ہوا، اور اُن سے غلط نگاہی بڑھنے کے کارن دیگر سماجی بُرائیاں بڑھ گئیں۔

راجا مہاوجت کو پروہت نے یگیہ کا جو طریقہ بتایا تھا، اُس کی وضاحت اس "چک وتی سہیہ نادُست" سے ہوتی ہے۔ لوگوں سے زبردستی جانور چھین کر یگیہ میں اُنھیں ذبح کرنا سچا یگیہ

نہیں ہے۔ بلکہ عوام کو مفید معاشرہ کاموں میں لگا کر بے کاری اور بے روزگاری کا خاتمہ کرنا ہی سچا یگیہ ہے۔ آج قربانی کے یگیوں کا خاتمہ ہوتے صدیاں ہوتی ہیں۔ لیکن سچا یگیہ کرنے کی کوشش شاذ ہی دکھائی دیتی ہے۔ بے کاری کم کرنے کے لئے جرمنی اور اٹلی نے سامانِ جنگ بڑھایا۔ اس سے فرانس اور انگلینڈ اور امریکہ کو بھی سامانِ جنگ بڑھانا پڑا۔ اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ چھڑ جائے گی۔ اُدھر جاپان نے تو چین پر حملہ کر ہی دیا ہے۔ اور مسولینی اور ہٹلر کل کیا کریں گے؟ اس کا کچھ بھروسہ نہیں رہا۔[1]

ایک بات ظاہر ہے کہ ان سب کا نتیجہ 'جنگی یگیہ' کی صورت میں برآمد ہوگا۔ اور اس میں دوسرے جانداروں کے مقابلے میں انسانوں کی بلی سب سے زیادہ دی جائے گی۔ اگر اس جنگی یگیہ کو روکنا مقصود ہے۔ تو لوگوں کو سامانِ جنگ بنانے میں نہ لگا کر سماج کی ترقی کے کاموں میں لگانا چاہیئے۔ صرف اسی صورت میں بھگوان بُدھ کا پیش کردہ سچا یگیہ عمل میں آسکے گا۔

ہم یہاں موضوع سے کچھ الگ چلے گئے ہیں۔ لیکن بدھ کے بیچے

---

[1] یہ باتیں دوسری عالمگیر جنگ سے قبل لکھی گئی تھیں۔ اُنھیں جوں کا توں رہنے دیا گیا ہے۔ (مصنف)

یگیہ کی وضاحت کے سلسلے میں یہ بیان بے ربط نہیں متذکرہ بالا ُستت اگرچہ بُدھ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد تصنیف ہوئے. تاہم اُن میں بُدھ کی بتائی ہوئی بُنیادی حقیقتوں کی کما حقہ وضاحت موجود ہے. اب اس کا فیصلہ سمجھدار لوگ خود کریں کہ ایسے اعلےٰ یگیہ کے حامی بدھ پر ویدوں کی ناقدری کا اتہام لگا کر خود بدھ کی ناقدری کرنا کہاں تک مناسب ہے؟

۱۰۔ ذات پات کی تفریق

نسلی تفریق کا مخرج

"کسی زمانہ میں برہما کا منہ برہمن تھا بازو کھشتری، رانیں ویش اور اس کے پاؤں سے شودر پیدا ہوا" (رگ وید)

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مروجہ ذات پات کی تفریق کی بنیاد متذکرہ بالا اشلوک (ترجمہ) میں پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ تصور صحیح نہیں ویدوں کے زمانہ سے قبل بھی علاقہ سپت سندھو اور وسطی ہند میں "اہنسا دھرم" (غیر متشددانہ تمدن) کی طرح ذات پات بھی موجود تھی۔ ہم پہلے باب میں بتا چکے ہیں کہ آریاؤں کی آمد اور ویدک تہذیب کی توسیع سے اہنسا دھرم کو کیونکر جنگل میں پناہ لینی پڑی تھی۔ لیکن نسلی تفریق تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ اسی طرح برقرار رہی۔

کھشتریوں کی اہمیت

سمبرہا میں اکثر و بیشتر پجاری ہی راجا ہوتا تھا اور علاقہ سپت سندھو میں بھی یہی بات تھی۔ اس علاقے میں جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اُن کے سردار کو اندر نے مار ڈالا۔ اور اس طرح اس پر برہما کے قتل کا پاپ لگ گیا ــــــــــــ

یہ تذکرہ مہابھارت میں درج ہے۔ متذکرہ بالا اشلوک میں یہ بتایا گیا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل حالات کیا تھے۔ آریاؤں کی آمد سے کھشتریوں کی اہمیت بڑھ گئی۔ اور برہمنوں کی اہمیت ختم ہو گئی۔ پھر بھی پروہت کا کام برہمن ہی کے پاس رہا۔ یہ صورتِ حال بُدھ کے زمانے تک قائم رہی۔ پالی ادب میں ہر جگہ کھشتریوں کو ممتاز درجہ دیا گیا ہے اور اُپنشدوں میں بھی اس کی بازگشت سُنائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر "برہدارنیک اپنشد" کا حسب ذیل اقتباس (ترجمہ) ملاحظہ ہو:

"سب سے پہلے صرف برہما تھا لیکن تنہا ہونے کی وجہ سے (نسلِ آدم کا) ارتقا نہیں ہوا۔ چنانچہ اُس نے اعلیٰ و اشرف کھشتری قوم پیدا کی۔ یہ کھشتری تھے۔ دیولوک کے اِندر ورُن، سوم، رُدر، پرجنیہ، یم، مرتیو اور ایشان۔ یوں کھشتری قوم سے برتر کوئی قوم نہیں ہے۔ اور اسی لئے برہمن اپنے کو کمتر سمجھ کر کھشتری کی پوجا کرتا ہے۔"

نسلی تفریق کا امتناع

اس طرح کھشتری قوم کو اگرچہ سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ پھر بھی کھشتری کا اہم ترین فرض جنگ کرنا تھا۔ جو بدھ کو قطعی پسند نہیں تھا۔ اور اسی لیے تمامتر نسلی تفریق انھیں بے مصرف معلوم ہوئی۔ اور انھوں نے سرے ہی سے ناقابل قبول قرار دیا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سادھو سنیاسیوں کے دیگر فرقوں کے رہنما بھی بدھ کی طرح نسلی تفریق کے مخالف تھے۔ ان کی جماعتوں میں نسلی تفریق کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ لیکن اپنے عقیدتمندوں میں جاری و ساری نسلی تفریق کی انھوں نے مخالفت نہیں کی تھی۔ یہ کام بدھ نے انجام دیا۔ اب ہم دیکھیں کہ یہ سب انھوں نے کیوں کر کیا؟

نسلی تفریق کے خلاف بدھ کا سب سے قدیم واسیٹھ سُت ست نپات اور مجھم نکائے" میں ملتا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ایک بار بھگوان بدھ اچھا ننگل نامی گاؤں کے پاس اچھا ننگل نامی باغ میں رہتے تھے۔ اس وقت بہت سے مشہور برہمن اس گاؤں میں رہتے تھے۔ اُن میں سے واشسٹھ اور بھاردواج نامی دو نوجوان برہمنوں میں اس بارے میں اختلاف پیدا ہوا کہ "انسان نسلی اعتبار سے برتر ہوتا ہے یا اپنے اعمال کے ذریعے۔؟"

"بھاردواج اپنے دوست سے بولا۔ "اے واشسٹھ!

جس کی ماں کی طرف سے اور باپ کی طرف سے سات پشتیں پاک ہوں جس کے خاندان کی سات پشتوں میں کسی دوسری قوم کا خون داخل نہ ہوا ہو وہی برہمن بنتا ہے۔"

واسشٹھ بولا۔" اے بھاردواج! جو شخص خوش اخلاق اور نیک اعمال ہو اسی کو برہمن کہنا چاہیے۔"

بہت بحث مباحثہ ہوا۔ پھر بھی وہ ایک دوسرے سے اپنی بات نہ منوا سکے۔ بالآخر واسشٹھ بولا۔" اے بھاردواج! ہمارا یہ اختلاف یوں ختم نہیں ہوگا۔ سنیاسی گوتم ہمارے گاؤں کے قریب رہتا ہے۔ وہ بدھ ہے، قابل تعظیم ہے۔ سب لوگوں کا گورو ہے اور چاروں طرف اس کا شہرہ پھیلا ہوا ہے۔ ہم اُس کے پاس جا کر اپنا اختلاف ظاہر کریں اور اس کا جو فیصلہ وہ سنائے ہم اُسے قبول کر لیں۔"

وہ دونوں بدھ کے پاس گئے اور اُن سے خیر و عافیت دریافت کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ پھر واسشٹھ بولا۔" اے گوتم! ہم دونوں پڑھے لکھے برہمن ہیں۔ یہ تارو کشیہ کا شاگرد ہے اور میں پوشکر سادی کا شاگرد ہوں۔ نسلی امتیاز کے بارے میں ہمارا ایک دوسرے سے اختلاف ہے۔ یہ کہتا ہے کہ برہمن جنم سے ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ کرم (عمل) سے ہوتا ہے۔ آپ کا شہرہ سن کر ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ ہمارا فیصلہ کیجیے۔"

بھگوان بولے ۔" اے واسِشٹھ! گھاس، پیڑ وغیرہ نباتات میں مختلف نسلیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح کیڑے مکوڑے وغیرہ حقیر جانداروں میں بھی مختلف ذاتیں پائی جاتی ہیں، سانپوں، درندوں۔

آسمان میں اُڑنے والے پرندوں اور پانی میں رہنے والے جانوروں کی بھی لاتعداد ذاتیں ہوتی ہیں۔ ان جانداروں کے کسی بھی گروہ میں اُن کی مختلف شکلیں پہچانی جا سکتی ہیں لیکن انسانو کی کیفیت ایسی نہیں ہے۔ بال، کان، ناک، مُنہ، ہونٹ، ابرو، گلا، پیٹ، پیٹھ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضار کے اعتبار سے ایک انسان دوسرے انسان سے بالکل مختلف نہیں ہو سکتا۔ یعنی چرند و پرند میں جس طرح کا ہیئتی امتیاز پایا جاتا ہے ویسا انسانی نسل میں نہیں پایا جاتا۔ تمام انسانوں کے اعضار قریب قریب ہم شکل ہونے سے انسانی نسل میں نسلی تفریق کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے عمل سے ضرور اس کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی برہمن گائیں پال کر اپنا گذارا کرتا ہے تو اسے برہمن نہیں، گوالا کہنا چاہیئے۔ جو دستکاری کے ذریعہ اپنا پیٹ پالتا ہے وہ کاریگر ہے، جو بیوپار کرتا ہے وہ بنیا۔ سفارتی کام کرنے والا سفیر، چوری پر گذر اوقات کرنے والا چور، فن سپہ گری سے پیٹ پالنے والا سپاہی، یگیوں کے ذریعے گذر بسر کرنے والا یاجک اور جس کا دار و مدار ریاست پر ہو وہ راجا ہے لیکن

ان میں سے کسی کو بھی اس کی نسل کی بنا پر برہمن نہیں کہا جا سکتا۔

جو دُنیا بھر کے بندھن کاٹ ڈالتا ہے کسی بھی دُنیوی تکلیف سے نہیں ڈرتا، جسے کسی طرح کی کوئی آرزو نہیں ہوتی میں اُسے برہمن کہتا ہوں، جو دوسروں کی گالی گلوچ برداشت کرتا ہے، اذیتیں سہتا ہے لیکن اُنھیں معاف کر دیتا ہے میں اُسے برہمن کہتا ہوں کنول کے پتے پر پانی کی بوند کی طرح جو اس دُنیا کی آلائشوں سے بلند و بالا رہتا ہے اسی کو میں برہمن کہتا ہوں۔۔۔۔

پیدائشی اعتبار سے نہ کوئی برہمن ہوتا ہے نہ غیر برہمن۔ عمل ہی سے برہمن یا غیر برہمن بنتا ہے۔ کسان اپنے عمل سے کسان ہے۔ کاریگر اپنے عمل سے کاریگر ہے، چور اپنے عمل سے چور ہے سپاہی، یاجک اور راجا اپنے عمل سے ہی سپاہی، یاجک اور راجا قرار پاتے ہیں۔ یہ ساری دُنیا عمل ہی کی بُنیاد پر چلتی ہے۔ جس طرح رتھ کی حرکت کا انحصار اُس کے دھرے پر ہے۔ اُسی طرح تمام انسانوں کا انحصار اُن کے اعمال پر ہے۔"

بُدھ کا یہ اُپدیش سُن کر واسشٹھ اور بھاردواج اُن پر ایمان لے آئے۔

برہمن اور غیر برہمن برابر ہیں

رگ وید کے اشلوک کی متذکرہ بالا تفسیر کے پیشِ نظر برہمن لوگوں کا کہنا تھا کہ برہم دیو کے مُنھ سے پیدا ہونے کے باعث ہم چار ذاتوں میں افضل

ہیں۔"مجھم نکائے" کے "اسلائن ست" میں اس سلسلے میں بھگوان بدھ کا مکالمہ بڑا نتیجہ خیز ہے۔ اس سُتّ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"ایک بار بھگوان بُدھ شراوستی میں اناتھ پنڈک کے باغ میں مقیم تھے ان دنوں مختلف علاقوں سے پانچسو برہمن کسی سلسلے میں شراوستی آئے ہوئے تھے۔ ان برہمنوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ جو سنیاسی گوتم کہتا ہے کہ چاروں ذاتوں کو مکتی مل سکتی ہے تو اس کے ساتھ بحث ومباحثہ کر کے اس کو جھوٹا ثابت کرنا چاہیئے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ اس کام کے لئے آشولائن نامی ایک نوجوان برہمن کو بھیجا جائے۔

آشولائن نے حال ہی میں اپنی تعلیم وتربیت ختم کی تھی۔ نگھنٹو، چھند شاستر وغیرہ ویدوں کے اجزا سمیت چاروں وید اُس نے حفظ کر لئے تھے۔ پھر بھی وہ جانتا تھا کہ بھگوان بُدھ سے مناظرہ کرنا آسان نہیں ہے۔ جب بُدھ سے مناظرہ کرنے کی غرض سے اُسے منتخب کیا گیا تو وہ ان برہمنوں سے بولا:

"اے بزرگو! گوتم دھرم وادی (شریعت پسند) ہے، دھرم وادی لوگوں سے مناظرہ کرنا آسان نہیں۔ میں اگرچہ ویدوں کا عالم ہوں۔ تاہم گوتم کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنے کے قابل نہیں۔"

کافی دیر تک صلاح ومشورہ کرنے کے بعد وہ برہمن آشولائن سے بولے۔

"اے آشولائن! تم نے سنیاس دھرم کا گہرا مطالعہ کیا ہے، بنا مقابلے کے ہار مان لینا تمہارے شایانِ شان نہیں۔"

آشولائن بولا۔ گوتم کے ساتھ مناظرہ کرنا مشکل ہے۔ پھر بھی آپ کے

اصرار پر میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔"

اُس کے بعد برہمنوں کے ساتھ آشولائن بھگوان بدھ کے پاس گیا اور خیر و عافیت وغیرہ دریافت کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ پھر آشولائن بولا۔

"اے گوتم! برہمن کہتے ہیں" برہمن ذات ہی افضل ذات ہے، دیگر ذاتیں حقیر ہیں۔ برہمنوں کو ہی مکتی مل سکتی ہے اوروں کو نہیں۔ برہمن برہم دیو کے منھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اُس کے جائز بیٹے ہیں، اس لیے وہی برہم دیو کے جائز وارث ہیں۔ اے گوتم! اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

بھگوان: اے آشولائن! برہمنوں کی عورتیں حیضنا ہوتی ہیں۔ حاملہ ہوتی ہیں۔ بچوں کو جنم دیتی ہیں اور انھیں دودھ پلاتی ہیں۔ اس طرح برہمنوں کی اولاد دیگر ذاتوں کی اولاد کی طرح ہی ماں کے پیٹ سے جنم لیتی ہے۔ پھر اگر برہمن کہیں کہ وہ برہم دیو کے منھ سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟

آشولائن: اے گوتم! آپ چاہے جو کہیں لیکن برہمنوں کو اس بات کا پکا یقین ہے کہ وہ برہم دیو کے وارث ہیں۔

بھگوان: اے آشولائن! یون، کمبوج وغیرہ ریاستوں میں آریہ اور داس دو ہی طبقے ہیں اور کبھی کبھی آریہ سے داس اور داس سے آریہ بن جاتا ہے کیا تم نے یہ بات سُنی ہے؟

آشولائن: جی ہاں میں نے ایسا سُنا ہے۔

بھگوان: اگر ایسا ہے تو پھر اس قول میں کہاں تک صداقت ہے کہ برہم دیو

نے برہمنوں کو اپنے منہ سے پیدا کیا اور وہ تمام طبقوں میں اعلےٰ ہیں۔

آشولائن: اب آپ چاہے جو کہیں۔ لیکن ان کو اس بات کا پکا یقین ہے کہ برہمن ذات ہی افضل ذات ہے باقی سب ذاتیں حقیر ہیں۔

بھگوان: کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہ اگر کھشتری، ویش یا شودر قتل، چوری، بدفعلی دروغ گوئی، گالی گلوچ اور فضول گوئی کرے، لوگوں کی دولت پر نظر رکھے حاسدانہ جذبے کو شہ دے اور الحاد پر مائل ہو تو موت کے بعد صرف وہی جہنم واصل ہوگا اور اگر برہمن ان اعمال کا مرتکب ہو تو وہ جہنم واصل نہیں ہوگا۔

آشولائن: اے گوتم! کسی بھی قوم یا ذات کا فرد اگر یہ گناہ کرے گا تو مرنے کے بعد جہنم کا مستحق ہوگا۔ برہمن ہو یا غیر برہمن سب کو اپنے گناہوں کی سزا ملیگی۔

بھگوان: کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہ اگر کوئی برہمن قتل، چوری دروغ گوئی، چغلی، گالی گلوچ، فضول گوئی، دوسروں کی دولت کے لالچ، حسد اور الحاد کے دس گناہوں سے ماورا ہو جائے تو موت کے بعد صرف وہی جنت کا حق دار ہوگا اور اگر دوسری ذاتوں کے لوگ ان گناہوں سے ماورا ہو جائیں تو وہ جنت کے حق دار نہیں ہوں گے؟

آشولائن: کسی بھی قوم یا ذات کا فرد ان گناہوں سے ماورا ہو کر جنت کا حق دار ہو سکتا ہے۔ نیک اعمال کا ثمرہ برہمن اور غیر برہمن دونوں کو یکساں طور پر ملے گا۔

بھگوان: کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہ اس سرزمین میں صرف برہمن ہی حسد و عناد سے

میرا دوستانہ جذبات کے حامل ہیں۔ اور کھشتری، ویش اور شودر اس جذبہ کے حامل نہیں ہو سکتے؟

آشولائن: چاروں قومیں یا ذاتیں دوستانہ جذبے کی حامل ہو سکتی ہیں۔

بھگوان: تو پھر اس قول میں کیا حقیقت ہے کہ برہمن ذات ہی افضل ہے اور دیگر تمام ذاتیں حقیر۔

آشولائن: آپ جو بھی کہیں لیکن برہمن اپنے آپ کو افضل اور دیگر تمام ذاتوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔

بھگوان: اے آشولائن! اگر کوئی راجا تمام قوموں یا ذاتوں کے ایک سو افراد کو جمع کر لے اور اُن میں سے کھشتری، برہمن اور شاہی خاندان میں پیدا شدہ لوگوں سے کہے کہ ادھر آیئے اور شال یا چندن جیسے اعلےٰ درختوں کی اترانی لے کر آگ پیدا کیجئے۔ اور ان میں سے چنڈال وغیرہ حقیر خاندانوں میں پیدا شدہ لوگوں سے کہے کہ ادھر آؤ اور کتے کو روٹی پانی دینے کے برتن میں، سور کو دانا پانی دینے کے برتن میں یا رنگریز کے برتن میں ارنڈ کی اترانی لے کر آگ پیدا کرو۔ تو اے آشولائن! کیا تم سمجھتے ہو کہ صرف برہمن وغیرہ اعلیٰ طبقے کے افراد اور اعلیٰ قسم کی لکڑیوں کے ذریعے پیدا کردہ آگ ہی حقیقی آگ ہوگی اور چنڈال وغیرہ حقیر طبقوں کے افراد اور گھٹیا قسم کی لکڑیوں کے ذریعے پیدا کردہ آگ حقیقی آگ نہیں ہوگی اور اول الذکر آگ سے جو کام لئے جا سکتے ہیں وہ موخر الذکر آگ سے نہ لئے جا سکیں گے؟

آشولائن: اے گوتم! کسی بھی قوم یا ذات کا فرد اچھی یا بری لکڑی کی اترانی

بنا کر کسی بھی جگہ آگ پیدا کرے تو وہ آگ حقیقی آگ ہو گی اور آگ کے تمام کام اس سے لیے جا سکیں گے۔

بھگوان: اگر کوئی کھشتری نوجوان کسی برہمن کی بیٹی سے جسمانی تعلق قائم کرے اور اس تعلق سے اُس کے یہاں بیٹا پیدا ہو جائے تو کیا تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ وہ بیٹا اپنے ماں باپ کی طرح ہی انسان ہو گا؟ اسی طرح اگر کوئی برہمن نوجوان کسی کھشتری کی نوجوان بیٹی سے شادی کر لے اور اس تعلق سے اس کے یہاں بیٹا پیدا ہو جائے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنے ماں باپ کی طرح انسان نہ ہو کر کوئی مختلف قسم کی مخلوق ہو گا؟

آشولائن: ایسی ملی جلی شادی سے جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ اپنے ماں باپ ہی کی طرح انسان ہوتا ہے۔ اُسے ہم برہمن بھی کہہ سکتے ہیں اور کھشتری بھی۔

بھگوان: لیکن اے آشولائن! کسی گھوڑی اور گدھے کے ملاپ سے جو بچھیرا پیدا ہوتا ہے کیا اُسے ہم اُس کی ماں جیسا یا اُس کے باپ جیسا کہہ سکتے ہیں کیا اُسے گھوڑا بھی کہا جا سکتا ہے اور گدھا بھی؟

آشولائن: اے گوتم! اُسے گھوڑا یا گدھا نہیں کہا جا سکتا۔ وہ اُن سے مختلف قسم کی مخلوق ہو گا۔ ہم اُسے خچر کہتے ہیں۔ لیکن برہمن اور کھشتری کے ملاپ سے پیدا شدہ بچے میں یہ بات نہیں ہوتی؟

بھگوان: اے آشولائن! دو برہمن بھائیوں میں سے ایک ویدوں کا عالم ہے اور دوسرا اُجڈ گنوار۔ مجھے بتاؤ کہ برہمن لوگ کسی مذہبی تقریب پر ان دونوں میں سے پہلے کس کو شرکت کی دعوت دیں گے؟

آشولائن: جو عالم ہوگا اسی کو پہلے دعوت دیجائے گی۔

بھگوان: اب مان لو کہ ان دو بھائیوں میں سے ایک بہت عالم فاضل لیکن بداخلاق ہے، دوسرا عالم فاضل نہیں لیکن نہایت خوش اخلاق ہے۔ اس صورت میں ان دونوں میں سے کس کو سب سے پہلے مدعو کیا جائے گا؟

آشولائن: اے گوتم! جو خوش اخلاق ہوگا پہلے اسی کو مدعو کیا جائے گا۔ بداخلاق شخص کو دیا ہوا دان سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔

بھگوان: اے آشولائن! سب سے پہلے تم نے نسل کو اہمیت دی، پھر علم کو اور اب خوش اخلاقی کو اہمیت دے رہے ہو یعنی چاروں قوموں یا ذاتوں کی جس پاکی کا میں مبلغ ہوں تم نے اُس کی تائید کی ہے۔

بھگوان بدھ کا یہ اُپدیش سُن کر آشولائن سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ آگے کیا کہے۔ پھر بھگوان نے اسنت دیول رشی کی کہانی سُنائی اور بالآخر آشولائن بُدھ کا مرید ہو گیا۔

حقوق لوگوں کے اختیار میں ہیں

برہمن قوم کے رہنما صرف یہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے کہ برہمن قوم ہی افضل ہے اور دیگر قومیں حقیر۔ "مجھم نکائے" کے نمبر ۹۶ "ایسوکاری سُت" سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں قوموں یا ذاتوں کے فرائض کے تعین کا حق بھی وہ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اس سُت کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ایک بار بھگوان بدھ شراوستی کے جیت بن میں اناتھ پنڈک کے باغ

میں رہتے تھے۔ ایک دن الیسوکاری نامی برہمن اُن کے پاس گیا اور خیر و عافیت دریافت کرکے ایک طرف بیٹھ گیا اور بولا۔ "اے گوتم! برہمن چار خدمات بتلاتے ہیں۔ برہمن کی خدمت چاروں قومیں کر سکتی ہیں۔ کھشتریوں کی خدمت کھشتری ویش اور شودر کر سکتے ہیں اور ویشوں کی خدمت ویش اور شودر کر سکتے ہیں۔ اور شودر کی خدمت صرف شودر کر سکتے ہیں، دوسری قوم کے افراد اُن کی خدمت نہیں کر سکتے۔ اس نظریے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

بھگوان: اے برہمن! ان برہمنوں کے ارشاد سے کیا تمام لوگ متفق ہیں؟ کیا ایسی خدمات کے تعین کا حق انھیں لوگوں نے دیا ہے؟

الیسوکاری: اے گوتم! ایسا نہیں ہے۔

بھگوان: تو پھر کہنا پڑے گا کہ برہمن، لوگوں پر یہ خدمات اسی طرح لاد رہے ہیں جس طرح گوشت نہ کھانے کی خواہش نہ رکھنے والے کسی غریب شخص پر اُس کے پڑوسی گوشت کا حصہ لاد دیں اور کہیں کہ یہ گوشت تم کھاؤ اور اس کی قیمت چکاؤ۔ میرا کہنا یہ ہے کہ انسان کسی بھی قوم یا ذات سے تعلق رکھتا ہو جس کی خدمت کرنے سے راحت ملتی ہو اسی کی خدمت کرنا مناسب ہے۔ چاروں قوموں کے سمجھدار لوگوں سے پوچھا جائے تو وہ بھی یہی مشورہ دیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اعلیٰ خاندان اعلیٰ قوم یا خوش حال گھرانے میں جنم لینا اچھا ہے یا بُرا۔ اعلیٰ خاندان، اعلیٰ قوم یا خوش حال گھرانے میں پیدا ہونے والا شخص اگر قتل وغیرہ گناہ کرنے لگے تو اس کا اعلیٰ نسب ہونا بے کار ہے۔ اور اگر

وہ قتل وغیرہ گناہوں سے مبرا ہو جائے تو اس کی کم نسبی بُری نہیں ہے
میں کہتا ہوں کہ جس شخص کی خدمت کرنے سے نیک کام کرنے کی
ترغیب ملے اور علم میں اضافہ ہو اسی کی خدمت دولہ ہے۔

السوکاری: اے گوتم! برہمن یہ چار سرمائے بتلاتے ہیں بھکشا برہمنوں کا نجی سرمایہ ہے۔ تیر و ترکش کھشتریوں کا۔ کھیتی باڑی اور گئو رکھشا ویشوں کا اور ہسیا لوکری شودروں کا سرمایہ ہے۔ یہ چاروں قومیں اگر اپنے نجی سرمایہ سے لاتعلق رہیں تو وہ چوری کرنے والے کی طرح فعل بد کی مرتکب ہوتی ہیں اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

بھگوان: اے برہمن! برہمنوں کو یہ چار سرمائے بتانے کا حق کیا لوگوں نے دیا ہے؟

السوکاری: نہیں گوتم۔

بھگوان: تو پھر برہمنوں کا یہ کام گوشت نہ کھانے کی خواہش نہ رکھنے والے غریب شخص پر گوشت کا حصہ لاد کر اُس سے اُس کی قیمت مانگنے کے مترادف ہے۔ اے برہمن! میرا کہنا یہ ہے کہ نیک اعمال ہی سب کا نجی سرمایہ ہیں۔ کھشتری، برہمن، ویش اور شودر گھرانوں میں جنم لینے والے اشخاص کو بتدریج کھشتری، برہمن، ویش اور شودر، کہتے ہیں جس طرح لکڑی، چھال، گھاس اور اُپلوں سے پیدا ہونے والی آگ کو بتدریج لکڑی کی، چھال کی، گھاس کی اور اُپلوں کی آگ کہتے ہیں اُسی طرح یہ بھی علامتیں ہیں لیکن اگر چاروں قوموں کے

افراد قتل وغیرہ گناہوں سے مبرا ہو جائیں تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے صرف برہمن ہی دوستانہ جذبہ کا حامل ہو سکے گا۔ دیگر قوموں کے لوگ اس سے محروم رہیں گے؟

السو کاری: اے گوتم! ایسا نہیں ہے۔ کسی بھی قوم کا فرد دوستانہ جذبہ کا حامل ہو سکتا ہے؟

بھگوان: کیا تم ایسا سمجھتے ہو کہ صرف برہمن ہی ندی میں نہا کر اپنے جسم کو پاک کر سکتا ہے اور دیگر قوموں کے افراد اس طرح اپنا جسم پاک نہیں کر سکتے؟

السو کاری: اے گوتم! چاروں قوموں کے افراد ندی میں نہا کر اپنا جسم پاک کر سکتے ہیں۔

بھگوان: اسی طرح اے برہمن! ہر نسب کا شخص بُدھ کے اُپدیش پر عمل پیرا ہو کر عالی مرتبت ہو سکتا ہے۔

برہمنوں کی برتری کی کھوکھلی آواز

بھگوان بُدھ کے پری نروان کے بعد بُدھ کے ممتاز شاگرد چار ذاتوں کی نسلی تفریق کو نہیں مانتے تھے اور اُسے مصنوعی قرار دیتے تھے۔ اس کی ایک اچھی مثال "مجھم نکائے" (نمبر ۸۴) کے "مدھر سُتّ" میں ملتی ہے۔ اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ایک بار مہا کاتیائن مُدھرا (آج کے متھرا) کے پاس گُندا بن میں رہتا

تھا۔ مُتھرا کے راجا اونتی پُتر نے مہا کاتیائن کا شہرہ سُنا تو وہ اپنے امرا، وزرا کے ساتھ اس کے پاس گیا اور خیر و عافیت دریافت کر کے ایک طرف بیٹھ گیا اور بولا۔ "اے کاتیائن! برہمن کہتے ہیں کہ برہمن قوم ہی سب سے برتر ہے اور دیگر تمام قومیں حقیر ہیں۔ صرف برہمنوں کو ہی مکتی مل سکتی ہے دوسروں کو نہیں مل سکتی۔ برہمن برہم دیو کے مُنھ سے پیدا ہوئے ہیں اور وہی اس کے حقیقی وارث ہیں۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

کاتیائن: اے مہاراج! یہ تو محض کھوکھلی آواز ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی کھشتری کو دھن دولت، راج پاٹ مل جاتا ہے اس صورت میں چاروں قومیں اس کی خدمت کریں گی یا نہیں؟

راجا: اے کاتیائن! چاروں قومیں اس کی خدمت کریں گی۔

کاتیائن: اسی طرح اگر کسی دوسری قوم یا ذات کے شخص کو دھن دولت اور راج پاٹ مل جائے تو چاروں قوموں کے لوگ اُس کی خدمت کریں گے یا نہیں؟

راجا: چاروں قوموں کے لوگ اس کی خدمت کریں گے۔

کاتیائن: تو پھر چاروں قوموں کے افراد بلاشبہ ایک سے ثابت ہوتے ہیں یا نہیں؟

راجا: اس لحاظ سے چاروں قوموں کے افراد بلاشبہ ایک سے ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے اس میں کسی قسم کا امتیاز نظر نہیں آتا۔

کاتیائن: اسی لئے میں کہتا ہوں کہ برہمنوں کا یہ قول کھوکھلی آواز ہے کہ

برہمن ہی برتر ہیں۔ کیا مہاراج یہ نہیں سمجھتے کہ کھشتری، ویش اور شودر قوموں کے لوگ اگر قتل وغیرہ گناہ کریں گے تو انہیں اس کی ایک سی سزا ملے گی؟

راجا: چاروں قوموں کا کوئی بھی فرد اگر اس قسم کے گناہ کرے گا تو اُسے اس کی سزا ملے گی۔

کاتیاین: ٹھیک ہے مہاراج! اگر یہ صحیح ہے تو کیا چاروں قومیں برابر ثابت نہیں ہوتیں؟

راجا: اس لحاظ سے تو چاروں قومیں برابر ثابت ہوتی ہیں۔ مجھے اُن میں کسی قسم کا امتیاز نظر نہیں آتا۔

کاتیاین: چاروں قوموں کے افراد میں سے اگر کوئی فرد قتل وغیرہ گناہوں سے بیرا ہو جائے تو کیا وہ جنت نشین نہیں ہوگا؟

راجا: میں سمجھتا ہوں کہ وہ جنت نشین ہوگا۔

کاتیاین: اور اسی لیئے میں کہتا ہوں کہ برہمن قوم کو ہی برتر قوم کہنا کھو کھلی آواز ہے۔ اے مہاراج! فرض کیجیے کہ آپ کے راج میں کسی قوم یا ذات کا فرد چوری، لوٹ مار، زنا وغیرہ جرائم کرتا ہے اور آپ کے سپاہی اُسے پکڑ کر آپ کے حضور میں پیش کرتے ہیں تو آپ اُسے (اُس کی قوم یا ذات سے قطع نظر) مناسب سزا دیں گے یا نہیں؟

راجا: اگر وہ سزائے موت کا مستحق ہوگا تو میں اُسے سزائے موت دوں گا۔ قید کا مستحق ہوگا تو میں اسے سزائے قید دوں گا اور اگر کسی دوسری سزا کا

مستحق ہوگا تو میں اُسے وہی سزا دوں گا۔ کیونکہ کھشتری برہمن وغیرہ جو اس کی پہلی ذات ہوتی ہے وہ اس جرم کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے اور وہ صرف مجرم رہ جاتا ہے۔

کاتیائن: تو پھر کیا یہ چاروں قومیں یا ذاتیں برابر نہیں؟

راجا: اس لحاظ سے چاروں قومیں بلاشبہ برابر قرار پاتی ہیں:

کاتیائن: فرض کیجیے کہ ان چاروں قوموں میں سے کسی قوم کا فرد سنیاسی ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں آپ اُس سے کیا سلوک روا رکھیں گے؟

راجا: ہم اس کی تعظیم کریں گے۔ اُسے اناج، کپڑا وغیرہ ضروری اشیاء دیں گے۔ کیوں کہ اب وہ کھشتری، برہمن، ویش یا شودر نہیں، صرف سنیاسی ہے۔

کاتیائن: تو پھر کیا یہ چاروں قومیں برابر ثابت نہیں ہوتیں؟

راجا۔ اس لحاظ سے چاروں قومیں بلاشبہ برابر ثابت ہوتی ہیں۔

کاتیائن: اسی لئے میں کہتا ہوں کہ برہمن قوم کو ہی برتر کہنا کھوکھلی آواز ہے۔

اس مکالمہ کے بعد اونتی پتر راجا مہا کاتیائن سے بولا۔

"اے کاتیائن! آپ کا اُپدیش بڑا دل کش ہے۔ جیسے کوئی اوندھا برتن سیدھا کر دیا جائے۔ ڈھکی ہوئی چیز پر سے ڈھکنا اُٹھا لیا جائے۔ اندھیرے میں مشعل دکھا دی جائے۔ اسی طرح محترم کاتیائن نے یہ اُپدیش

دیاہے۔ لہذا میں محترم کاتیائن کے دھرم اور بھکشو جماعت کی پناہ میں جاتا ہوں۔ آج سے مجھے اپنا پیرو سمجھئے۔"

کاتیائن: مہاراج! میری پناہ میں آپ مت جائیے۔ جس بھگوان کی پناہ میں میں گیا ہوں۔ آپ بھی اُسی کی پناہ میں آجائیے۔

راجا: اے کاتیائن! وہ بھگوان اس وقت کہاں ہیں؟

کاتیائن: وہ بھگوان پری نروان حاصل کر چکے ہیں۔

راجا: اگر وہ بھگوان زندہ ہوتے تو اُن کے درشنوں کے لیئے میں نے سینکڑوں میل کا سفر کیا ہوتا۔ لیکن اب میں پری نروان پائے ہوئے اس بھگوان کی پناہ میں جاتا ہوں۔ آج سے مجھے اُن کا پیرو سمجھئے۔

دوسرے باب میں مذکورہ "انگتر نکائے" کے سُت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بُدھ کی زندگی میں متھرا میں بُدھ دھرم کا کوئی خاص فروغ نہیں ہوا تھا۔ راجا اونتی پتر بُدھ کے پری نروان کے بعد راجا بنا ہوگا۔ کیونکہ اگر بُدھ کی زندگی میں وہ تخت نشین ہو چکا ہوتا تو بُدھ کے بارے میں اُسے کچھ نہ کچھ معلومات ضرور ہوتیں۔ مذکورہ بالا سُت کے آخری حصے میں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ بھگوان بُدھ کا پری نروان ہو چکا ہے۔ بدھ کی زندگی میں اس کا باپ راجا تھا۔ اور برہمن دھرم کو ہی اہمیت دیتا تھا۔ اسی لئے اُس نے بُدھ کی طرف دھیان نہیں دیا ہوگا۔ مہا کاتیائن اونتی کا رہنے والا تھا اور بنیادی طور پر وہ برہمن اور عالم و فاضل تھا۔ غالباً اسی بنا پر

راجا و نتی پر اس سے متاثر ہوا ہوگا۔

سنیاسی لوگ نسلی تفریق کو ختم نہیں کر سکے

مذکورہ بالا چار سُتوں میں سے پہلے "واسسشٹھ سُت" میں بھگوان بُدھ نے یہ ثابت کیا ہے کہ نسلی تفریق مصنوعی ہے۔ دوسرے " اسلائن ست" میں برہما کے منھ سے برہمنوں کے پیدا ہونے کے تصوّر کو غلط ثابت کیا ہے تیسرے " السو کاری سُت" میں یہ ثابت کیا ہے کہ برہمنوں کو دوسری قوموں یا ذاتوں کے فرائض منصبی مقرر کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اور چوتھے "مدھر سُت" میں مہا کاتیاین نے اس بات کے ثبوت فراہم کئے ہیں کہ معاشی اور اخلاقی لحاظ سے نسلی تفریق کا تصور کس طرح بے بُنیاد ثابت ہو جاتا ہے۔ ان چاروں سُتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بُدھ کو اور اُن کے شاگردوں کو نسلی تفریق قطعی پسند نہیں تھی۔ اور اسے ختم کرنے کے لئے اُنھوں نے کافی کوشش کی تھی۔ لیکن یہ کام اُن کے بوتے سے باہر تھا۔ برہمنوں نے وسطی ہند میں ہی نہیں، گوداوری کے ساحلی علاقوں تک اس نسلی تفریق کو پھیلا دیا تھا۔ اور کسی بھی سنیاسی جماعت کے لئے یکسر مٹا ڈالنا ممکن نہیں تھا۔

سنیاسی لوگ نسلی تفریق کو نہیں مانتے تھے

پھر بھی رشیوں مُنیوں کی روایات کے مطابق سنیاسیوں نے نسلی تفریق

اپنی جماعتوں میں جگہ نہیں دی۔ کسی بھی قوم یا ذات کا فرد سنیاسی بن کر کسی بھی سنیاسی جماعت میں شامل ہو سکتا تھا۔ نویں باب میں ہم بتا چکے ہیں کہ ہری کیشی ل چنڈالا ہوتے ہوئے بھی جینیوں کی جماعت کا رکن تھا۔ بدھ کی بھکشو جماعت میں تو شوپال نامی چنڈال اور سنیت نامی بھنگی ایسے اچھوت طبقوں میں پیدا ہونے سادھو شامل تھے۔[1] بھگوان بدھ کا کہنا تھا کہ اُن کی جماعت کی ممتاز خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ذات پات کی کوئی گنجائش نہیں ہے بھگوان کہتے تھے:

"اے بھکشوؤ! جس طرح گنگا، جمنا، اچروتی، سریو، مہی وغیرہ ندیاں سمندر میں جا ملنے پر اپنے اپنے نام چھوڑ کر صرف سمندر کا نام اختیار کر لیتی ہیں اسی طرح کھشتری، برہمن ویش اور شودران چاروں ذاتوں کے افراد بدھ کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد اپنے پہلے نام اور گوت کو چھوڑ کر صرف بودھ بھکشو کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔"[2]

اشوک کے عہد میں بھی بودھ جماعت میں نسلی تفریق نہیں تھی

"دِویا دان" کی ویش اماتیہ کی کتھا سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کی ہم عصر

---

[1] دیکھیے بودھ سنگھ کا پریچیہ۔ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۶

[2] اداان ۵/۵ اور "انگتر نکائے" اشٹک نپات

بھکشو جماعت بھی نسلی تفریق کو بالکل نہیں مانتی تھی۔

راجا اشوک حال ہی میں بدھ ہوا تھا اور تمام بھکشوؤں کے پیر چھوا کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر تِش نامی اُس کا وزیر بولا۔

"مہاراج! ان بھکشوؤں میں تمام ذاتوں کے لوگ شامل ہیں۔ اُن کے سامنے سر جھکانا آپ کو زیب نہیں دیتا۔"

اشوک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے بکروں، مینڈھوں وغیرہ جانوروں کے سر منگوا کر اُنھیں بکوایا۔ پھر تِش سے آدمی کا سر لا کر اُسے بیچنے کو کہا۔ بکروں۔ مینڈھوں وغیرہ جانوروں کے سروں کی تو کچھ نہ کچھ قیمت مل گئی لیکن آدمی کے سر کا کوئی خریدار نہ نکلا۔ اس پر اشوک نے کہا کہ وہ سر کسی بھی شخص کو بلا معاوضہ دے دیا جائے۔ لیکن اُسے بلا معاوضہ لینے کے لئے بھی کوئی شخص ڈھونڈھے سے نہ ملا۔ یہ بات تِش نے اشوک کو بتلائی۔ اشوک نے پوچھا:

"آدمی کا یہ سر بلا قیمت دینے پر بھی لوگ اُسے کیوں نہیں لیتے؟"

تِش: کیوں کہ اُنھیں اس سر سے گھن آتی ہے۔

اشوک: لوگوں کو اسی آدمی کے سر سے گھن آتی ہے یا اُنھیں ہر آدمی کے کٹے ہوئے سر سے گھن آئے گی؟

تِش: مہاراج! کسی بھی آدمی کا سر کاٹ کر اگر لوگوں کے پاس لے جایا جائے گا تو اُس سے اسی طرح نفرت کریں گے۔

اشوک: کیا وہ میرے سر سے بھی نفرت کریں گے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تِس جھجکا۔ جب اشوک نے اُسے بلا تکلف جواب دینے کو کہا تو وہ بولا "ہاں مہاراج! آپ کے سر سے بھی لوگ اسی طرح نفرت کریں گے۔"

اشوک: تو پھر ایسا سر اگر میں بھکشوؤں کے قدموں میں رکھ کر اُن کی تعظیم کرتا ہوں تو اس میں تمھارے بُرا ماننے کی کیا بات ہے۔

اس مکالمے کے بعد کچھ اشلوک آتے ہیں۔ اُن میں سے ایک کے معنی حسب ذیل ہیں:

"لڑکے اور لڑکی کی شادی میں ذات پات کا لحاظ نامناسب نہیں لیکن مذہب کے سلسلے میں اس قسم کے امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ مذہب سے متعلق کاموں میں صرف خوبیاں دیکھی جاتی ہیں اور انسانی خوبیوں کا انحصار اس کی قوم یا ذات پر نہیں ہوتا۔"

جین جماعت نے نسلی تفریق کو قبول کر لیا

سادھو سنیاسیوں کی دیگر جماعتوں میں سے آج صرف جین جماعت کی معدودے چند معلومات دستیاب ہیں۔ آچارانگ، سو[illegible] کی نرو کتی تفسیری سے کچھ معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت نے اشوک کے زمانے سے قبل ہی نسلی امتیاز کو اہمیت دینا شروع کر دیا تھا۔ جین لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ نرو کتی [illegible] رباہو کی تخلیق تھی اور وہ چندر گپت کا گورو تھا۔

اس نرو کتی کے شروع میں ہی ذات پات کے بارے میں جو باتیں درج ہیں اُن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

چار قوموں یا ذاتوں کے جنسی تعلقات سے سولہ قومیں یا ذاتیں پیدا ہوئیں برہمن مرد اور کھشتری عورت کے تعلق سے اعلیٰ کھشتری پیدا ہوتا ہے کھشتری مرد اور ویش عورت سے اعلےٰ ویش، ویش مرد اور شودر عورت سے اعلےٰ شودر پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح سات قومیں یا ذاتیں بن جاتی ہیں۔ دیگر نو قومیں یا ذاتیں اس طرح وجود میں آتی ہیں:

(۱) برہمن مرد اور ویش عورت کے تعلق سے "امبٹھ قوم"۔

(۲) کھشتری مرد اور شودر عورت سے "اُگر"۔

(۳) برہمن مرد اور شودر عورت سے "نشاد"

(۴) شودر مرد اور ویش عورت سے "ایوگو"

(۵) ویش مرد اور کھشتری عورت سے "ماگدھ"

(۶) کھشتری مرد اور برہمن عورت سے "سوت"۔

(۷) شودر مرد اور کھشتری عورت سے "کھشتا"

(۸) ویش مرد اور برہمن عورت سے "ویدیہہ"۔

(۹) شودر مرد اور برہمن عورت سے "چنڈال" قوم پیدا ہوتی ہے۔[1]

آج کی منوسمرتی اس تفسیر کے مقابلہ میں جدید ترین ہے۔ تاہم یہ اندازہ

---

[1] آچار انگ نرو کتی" باب ۱، کا سُتھا ۲ سے ۷ تک

لگایا جا سکتا ہے کہ اس نرد کتی کی تصنیف کے زمانہ میں برہمن لوگ منوسمرتی کی مخلوط قوموں یا ذاتوں کی پیدائش کا تعین انھیں بنیادوں پر کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور جینیوں نے مخلوط قوموں کا یہ تصور ان ہی برہمنوں سے لیا ہوگا۔ بہرحال جینیوں کا نسلی امتیاز روا رکھنے کا یہ ایک اچھا ثبوت ہے۔

حقیر قوموں کو جین سادھوؤں کی جماعت میں لینے کی مناہی

(۱) بچہ (۲) بوڑھا (۳) نامرد (۴) ہیجڑا
(۵) گونگا (۶) مریض (۷) چور (۸) مجرم
(۹) سودائی (۱۰) بے اصول (۱۱) غلام (۱۲) بدمعاش
(۱۳) ان پڑھ (۱۴) مقروض (۱۵) اچھوت (۱۶) قیدی
(۱۷) خوفزدہ (۱۸) بھگا کر لایا ہوا شاگرد

ان اٹھارہ قسم کے لوگوں کو جین سادھوؤں کی جماعت میں داخل کرنے پر پابندی ہے۔ ان میں سے بہتوں کو بودھ بھکشو جماعتوں میں بھی نہیں لیا جا سکتا۔ ان دو جماعتوں کے داخلے سے متعلق قواعد و ضوابط کا مقابلہ کافی سود مند ہوگا[۱] لیکن وہ اس باب کا موضوع نہیں ہے۔ مندرجہ بالا اٹھارہ قسم کے اشخاص میں سے صرف پندرھویں کو دیکھئے۔ اس کی وضاحت

---

[۱] اس سلسلہ میں دیکھئے " بدھ دھرم آنی سنگھ " صفحہ ۵۶، ۶۰ اور " بودھ سنگھا چا پریچیہ " صفحہ ۱۷، ۱۹

یوں کی گئی ہے:

"اسی طرح پیدائشی، عملی اور جسمانی نقائص کے حامل شخص کو اچھوت سمجھا جائے۔ چنڈال، ماہی گیر، دھندی، زنگر، وغیرہ قومیں پیدائشی لحاظ سے اچھوت ہیں۔ اچھوت نہ ہو کر بھی جو لوگ عورت، مور، مرغی، طوطا وغیرہ پالنے، بانس اور رسی پر قلابازیاں کھانے، ناخن صاف کرنے، سور پالنے اور قصائی کا کام کرنے جیسے غیر معیوب کسب کرتے ہیں وہ عملی لحاظ سے اچھوت ہیں، ہاتھ پاؤں سے مفلوج، کبڑے، ناٹے، کانے وغیرہ لوگ جسمانی لحاظ سے اچھوت ہیں۔ لوگ ان کے بارے میں اعتراض کریں گے اس لئے یہ بھی شامل ہونے کے مستحق نہیں ہیں[1]۔"

بودھ بھکشو جماعت میں شامل ہونے کے لئے قوم یا ذات مانع نہیں ہوتی۔ کسب معیوب ہو تو وہ اُسے ترک کر دینا پڑتا ہے۔ لیکن اُس کی بنا پر اسے جماعت میں شامل ہونے سے نہیں روکا جا سکتا۔

ہندو سماج میں غیر ہندوؤں کا داخلہ

اس سب کے باوجود بودھ اور جین فرقوں نے غیر ملکی لوگوں کو ہندو سماج میں داخل کرنے کا اہم فریضہ انجام دیا۔ گریک، شک، تاتاری، ہون، منگول

---

[1] "پرودھن سار دوار" دوار نمبر ۱۰۷۔

"مالو" گرجر وغیرہ وغیرہ غیر ملکی قومیں ہندوستان میں آئیں اور ان دو دھرموں کے کھلے دروازوں سے ہندو سماج میں داخل ہوگئیں۔

شروع میں یہ لوگ جین یا بودھ دھرم اختیار کرتے تھے اور پھر حسب منشار برہمن، کھشتری یا ویش بن جاتے تھے۔ اس بات کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ ایک خاندان کا ایک بھائی کھشتری بن گیا ہوا ور دوسرا برہمن[1]

چھوت چھات کا نتیجہ

اس طرح غیر ملکی باشندے تو ہندو سماج میں گھل مل گئے لیکن اچھوتوں کی حالت بدستور رہی۔ جین اور بودھ سنیاسیوں نے اُن کی طرف سے لاپرواہی برتی جس سے اُن کے لئے روز بروز نفرت بڑھتی گئی۔ اُنھیں ناحق ستایا جانے لگا اور اس کا نتیجہ رفتہ رفتہ سارے سماج کو اور خود جینیوں اور بودھوں کو بھگتنا پڑا۔

جوں جوں نسلی تفرقہ محکم ہوتی گئی بودھ اور جین قابل نفرت سمجھے جانے لگے

---

[1] اس بارے میں دیکھئے

Indian Antiquary, Vol. 10. Jan, 1911.
Dr. D. R. Bhandarkar کا (P. P. 7 37) میں مذکور
The Foreign Elements in the Indian Population.

عنوان کا مضمون خصوصاً صفحہ نمبر ۳۵-۳۶

چوں کہ وہ تمام قوموں سے بھیک لیتے ہیں۔ جین جماعت میں اچھوت کو داخل کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شودر کو داخل کر لیتے تھے۔ بودھ جماعت میں آخر تک نسلی تفریق کی کوئی گنجائش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ لیکن سماج میں نسلی تفریق بہت بڑھ گئی اور شمبوک جیسی داستانیں تراش کر اُنھیں مقبولِ عوام پرانوں میں شامل کرنا برہمنوں کے لئے ممکن ہو گیا۔ رفتہ رفتہ بودھ سادھو سنیاسی تو کلیتاً ختم ہو گئے۔ لیکن جین سادھو سنیاسی کسی طرح برقرار رہے۔ پھر بھی ان کے ہاتھوں سماجی اصلاح کا کوئی اہم فریضہ انجام نہیں پا سکا۔

دوسرے ممالک میں بھکشو جماعت کا کام

بودھ بھکشو جماعت نسلی تفریق کے بالمقابل ہندوستان میں تو نہ ٹک سکی لیکن دوسرے ممالک میں اُس نے کافی کارنامے انجام دیئے۔ جنوب میں لنکا، مشرق میں برما سے لے کر جاپان تک کے علاقے میں اور شمال میں تبت اور منگولیا وغیرہ ملکوں میں بودھ جماعت نے عوام الناس کو ایک ہی وقت میں مہذب و متمدن بنا دیا تھا۔ شمال میں ہمالہ کے اوپر پیدل سفر اور جنوب اور مشرق میں سمندری سفر کر کے لاتعداد بھکشوؤں نے ان تمام ممالک میں بودھ تہذیب کا علم بلند کیا ——— یہ سب کیوں کر ممکن ہوا؟ اگر بدھ نے اپنی تعلیمات میں نسلی تفریق کو ذرہ برابر بھی جگہ دی ہوتی تو اُن کے پیرو بھکشو ملیچھ (ناپاک) سمجھے جانے والے ملکوں میں جا جا کر بودھ دھرم

کا پرچار نہ کرتے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نسلی تفریق سے ہندوستان کو تو نقصان ہوا۔ لیکن اس کے باعث مشرقی ایشیا کو کافی فائدہ پہنچا۔

۱۱۔ گوشت خوری

بھگوان بُدھ کی گوشت خوری

پری نروان کے دن بھگوان بُدھ نے چُنڈ لوہار کے گھر سُوّر کا گوشت کھایا تھا۔ اور آجکل کے بھکشو بھی کم و بیش مقدار میں گوشت کھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہنسا کو پرم دھرم ماننے والے بُدھ اور اُن کے پیرو اِس سلسلہ میں کہاں تک قابلِ معافی ہیں؟

بُدھ نے پری نروان کے دن جو غذا کھائی تھی اُس کا نام "سُوکر مدّو" تھا۔ بُدھ گھوش نے اِس سلسلے کی تشریح اِس طرح کی ہے:

"سُوکر مدّو ایسے سؤر کا پکا ہوا گوشت ہے جو نہ تو نومولود ہو اور نہ ہی زیادہ بوڑھا۔ وہ لذیذ اور چکنا ہوتا ہے۔ اُسے تیار کرنے کا مطلب ہے عمدہ طریقے سے پکانا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "پنچ گورس"

سے تیار کردہ ایک لذیذ کھانے کا نام ہے۔ جیسا کہ گویان ایک خاص پکوان کہلاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سوکرمدو ایک کیمیا تھا اور اُسے کیمیا کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چُنڈ نے بھگوان کو وہ اس لیے دیا تاکہ اس سے بھگوان کا پری نروان نہ ہونے پائے۔"

اس تشریح میں سوکرمدو کو سور کا گوشت ہی کہا گیا ہے۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شارح کو اس بات کا پورا یقین نہیں تھا کہ یہ معنی بالکل صحیح ہیں کیونکہ اسی زمانے میں اس لفظ کے دو اور معنی لیے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ اس کے دو مختلف معنی "اُدان اٹھ کتھا" میں بھی پائے جاتے ہیں:

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ "سوکرمدو" سور کا گوشت نہیں سوروں کے ذریعے کچلی گئی بانس کی کونپل ہے۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ وہ سوروں کے ذریعے کچلا گیا زمین میں اُگا ہوا کُکرمتہ ہے"

اس طرح "سوکرمدو" لفظ کے معنی کے سلسلے میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ پھر بھی انگتر نکائے "سکے" پنچک نپات" میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ بھگوان بدھ سور کا گوشت کھاتے تھے میزبان کہتا ہے:

"محترم! بڑھیا سور کا یہ گوشت بڑے عمدہ ڈھنگ سے پکا کر تیار کیا گیا ہے۔ براہِ کرم اِسے قبول فرمائیے۔"

بھگوان نے ازراہِ کرم وہ گوشت قبول کر لیا۔

جین سادھوؤں کی گوشت خوری

سادھو سنیاسیوں کے دیگر فرقوں میں جو سب سے زیادہ تپسوی تھے اُن میں جینیوں کا سب سے اوّل نمبر تھا۔ پھر بھی آچار آنگ سوتر کے حسب ذیل اقتباس سے معلوم ہوگا کہ جین سادھو بھی گوشت خور تھے۔

"اس بھکشو یا بھکشونی کو زیادہ ہڈیوں والا گوشت یا زیادہ کانٹوں والی مچھلی بطور بھیک ملنے پر معلوم ہو جائے گا کہ اس میں کھانے کا جز و کم اور پھینکنے کا زیادہ ہے۔ اس لئے زیادہ ہڈیوں والا گوشت یا زیادہ کانٹوں والی مچھلی ملنے پر اسے قبول نہیں کرنا چاہئے وہ بھکشو یا بھکشونی جب کسی گرہستی کے یہاں بھیک کے لئے جائیں گے تو گرہستھی پوچھے گا۔ "اے سادھو! کیا یہ زیادہ ہڈیوں والا گوشت تم قبول کروگے؟" یہ سنتے ہی بھکشو یا بھکشونی فوراً کہے "اے محترم! (یا عورت ہو تو، اے بہن!) یہ زیادہ ہڈیوں والا گوشت قبول کرنا مجھے زیب نہیں دیتا۔ اگر تمہاری خواہش ہو تو مجھے گوشت کی بوٹیاں دے دو، ہڈیاں مت دو۔" یہ کہنے پر بھی اگر وہ گرہستھی ہڈیوں والا گوشت دینے پر مُصر ہو تو بھکشو یا بھکشونی اُسے ناقابل قبول سمجھ کر لینے سے انکار کر دے۔ اگر میزبان اُسے بھیک کے ٹھیکرے میں ڈال دے تو اُسے لے کر باغ کے کسی ایسے گوشے میں جانا چاہئے جہاں پرندوں کے انڈے بہت

کم ہوں۔ وہاں گوشت اور مچھلی کھا کر ہڈیاں اور کانٹے سمیٹ کر کسی ایسی جگہ جانا چاہیئے جہاں پہلے سے ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہو۔ لوہے سے زنگ آلود ٹکڑوں کا ڈھیر ہو۔ سوکھے ہوئے گوبر کا ڈھیر ہو۔ جہاں کی زمین جلی ہوئی ہو۔ یا اسی قسم کی کسی دوسری جگہ پر جاکر بڑی احتیاط سے وہ ہڈیاں اور کانٹے وہاں رکھ دینے چاہئیں" "وِش ولیشالِک سوتر" کے بعض اشلوک بھی اسی ہدایت کے حامل ہیں۔

"بہت ہڈیوں والا گوشت، بہت کانٹوں والی مچھلی بیل کا پھل، گنّا وغیرہ غذائی اشیاء (جن میں کھانے کا جزو کم اور پھینکنے کا زیادہ ہوتا ہے) دینے والے کو یہ کہہ کر روکا جائے کہ یہ میرے لائق نہیں ہیں۔"

گوشت خوری کے بارے میں بعض مشہور و معروف جین سادھوؤں کا نظریہ

گجرات ودیا پیٹھ کی ایک شاخ "پراتتو مندر" نام کی تھی۔ اس کے زیر اہتمام "پراتتو" نامی ایک سہ ماہی رسالہ شائع ہوتا تھا۔ اس رسالے کے ۱۹۲۵ء کے ایک شمارہ میں میں نے اس باب کے ڈھنگ پر ایک مضمون لکھ کر اس میں متذکرہ بالا دو مثالیں دی تھیں۔ دراصل اُن کی تحقیق میں نے نہیں کی تھی۔ گوشت خوری کے موضوع پر بات چیت کے دوران میں بعض مشہور و معروف جین علماء نے ہی اُن کی طرف میری توجہ دلائی تھی اور میں نے متذکرہ مضمون میں انھیں استعمال کیا تھا۔

اس مضمون کے شائع ہوتے ہی احمد آباد کے جینیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ "پُراتتو مندر" کے منتظمین کو اُنھوں نے دھڑا دھڑ شکایتی خطوط بھیجے کہ میں اُن کے دھرم کی توہین کرنا چاہتا ہوں۔ منتظمین نے براہ راست ان شکایتی خطوط کا جواب دے دیا مجھے اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہیں دی۔

اس زمانے میں ایک بزرگ جین سادھو گلاب چند اور اُن کے ایک مشہور شاگرد رتن چند احمد آباد میں رہتے تھے۔ ایک بار ایک جین عالم کے ساتھ میں اُن کے درشن کرنے گیا۔ شام کا وقت تھا۔ جین سادھو شام کر دیا نہیں جلاتے اس لئے ان دو سادھوؤں کے چہرے صاف نہیں دکھائی دیتے تھے۔ میرے ساتھ کے جین عالم نے جب سوامی رتن چندجی سے میرا تعارف کرایا تو وہ بولے۔ "آپ کا نام میں نے بہت سُنا ہے۔ لیکن آپ نے ہمارے دھرم پر بالکل کر جو حملہ کیا ہے کہ ہمارے پیشرو سادھو گوشت خور تھے۔ وہ کسی طرح مناسب

میں نے کہا بودھ اور جین دو ہی فرقے آج موجود ہیں۔ اور اُن کے لئے میرے دل میں کتنا احترام ہے، یہ ان پنڈت جی سے پوچھئے جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ لیکن تحقیق کے میدان میں عقیدت یا محبت مانع نہیں ہونی چاہیئے میں یہ ماننے کو تیار نہیں کہ سچی بات سے کسی بھی فرقے کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ محقق کا فرض ہے کہ حقیقت پر سے پردے اُٹھاتا رہے۔"

بزرگ سادھو گلاب چند جی کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے وہیں سے اپنے شاگرد سے بولے۔ "ان صاحب نے ان دو تذکروں کے جو معنی بیان کئے ہیں، وہی ٹھیک ہیں۔ موجودہ مفسرین کی تفسیریں درست نہیں۔ ان دو تذکروں

سے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات پر ایسے ثبوت ملتے ہیں کہ جین سادھو گوشت خور تھے۔"

یہ کہہ کر اُنھوں نے اُن کے حوالے دینے شروع کر دیئے۔ لیکن اُن کے عقلمند شاگرد نے گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ اُن کے گورو جی کے بتائے ہوئے ثبوت کون سے تھے۔ کیونکہ یہ پوچھنا مجھے نامناسب معلوم ہوا۔

مہاویر سوامی جی کی گوشت خوری کے بارے میں اختلاف

اب تو اس بارے میں بھی کافی ثبوت فراہم ہو گئے ہیں کہ خود مہاویر سوامی جی گوشت خور تھے۔ "پرستھان" نامی ایک گجراتی ماہنامے میں (سنوت ۱۹۹۵ء جلد ۲۴ شمارہ ۱) میں جناب گوپال داس جیوا بھائی پٹیل کا "شری مہاویر سوامی گوشت خور تھے" نامی ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس میں سے اس سلسلے سے متعلق معلومات ہم یہاں درج کرتے ہیں:

"مہاویر سوامی شراوستی نگر میں رہتے تھے۔ مکھلی گوسال بھی وہاں پہنچ گیا اور وہ ایک دوسرے کے نظریات پر کڑی نکتہ چینی کرنے لگے۔ بالآخر گوسال نے مہاویر سوامی کو بددعا دی کہ "میری تپسیا کے اثر سے تم آج سے چھ ماہ کے بعد صفرا مرض میں مبتلا ہو کر مر جاؤ گے۔" اس پر مہاویر سوامی نے بھی اُسے بددعا دی کہ "تم آج سے ساتویں رات کو مر جاؤ گے۔"

اس بددعا کے مطابق مکھلی گوسال ساتویں رات کو مر گیا لیکن اس کی بددعا کے اثر سے مہاویر سوامی کو خون کے دست آنے لگے۔

اُس وقت مہاویر سوامی نے سنگھہ نامی اپنے شاگرد سے کہا "تم مینڈھک نامی گاؤں میں ریوتی نامی خاتون کے پاس جاؤ۔ اس نے میرے لئے دو کبوتر پکار کھے ہیں وہ مجھے نہیں چاہئیں۔ تم اُس سے کہنا کہ کل بلی نے جو مرغی ماری تھی اور آج تم نے اس کا جو گوشت پکایا ہے۔ میرے لئے دہی دے دو۔"

جناب گوپال داس نے "بھگوتی سوتر" کے مندرجہ بالا تذکرے کا جو مفہوم بیان کیا ہے اُسے کوئی بھی غیر جانبدار محقق غلط قرار نہیں دے سکتا۔ لیکن آج (۱۹۳۸ء میں) گوپال داس جی پر جین علماء طرح طرح کے الزامات عائد کر رہے ہیں۔

بودھ اور جین سادھوؤں کی گوشت خوری میں فرق

جب ہم دیکھتے ہیں کہ بودھوں اور جینیوں میں گوشت خوری کے سلسلے میں کس قسم کے اختلافات پائے جاتے تھے تو گوپال داس جی کا قول ہی صحیح ثابت ہوتا ہے۔

یہ تذکرہ تو آٹھویں باب میں ہی آچکا ہے کہ ویشالی کا سنگھ سپہ سالار جینیوں کا عقیدت مند تھا۔ بدھ کا اُپدیش سن کر وہ بدھ کا عقیدت مند ہو گیا اور اُس نے بدھ اور بھکشو جماعت کو اپنے یہاں کھانے پر مدعو

کر کے ان کی کما حقہ تعظیم کی تھی۔ جینیوں کو یہ بات پسند نہ آئی اور اُنھوں نے یہ افواہ اُڑا دی کہ سنگھ نے بڑا بیل مار کر گوتم اور بھکشو جماعت کو کھانے کی دعوت دی ہے اور یہ سب جانتے ہوئے بھی گوتم نے اس کی دعوت قبول کی ہے۔ کسی شخص نے سنگھ تک بھی یہ خبر پہنچا دی اُس پر وہ بولا۔ "اس میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں ہے۔ بُدھ کو بدنام کرنے میں جینیوں کو مزا آتا ہے یہ تو قطعی ناممکن ہے کہ اس طرح کی دعوت کے لئے میں جان بوجھ کر کسی جانور کو ذبح کراؤں گا۔"

اسی قسم کا ایک اور تذکرہ "مجھم نکائے" کے (۵۵ویں) "جیوک سُت" میں ملتا ہے۔ جو اس طرح ہے:-

"ایک بار بھگوان بُدھ راج گرہ کے جیوک کومار بھرتیہ کے آمر بن میں رہتے تھے تب جیوک کومار بھرتیہ بھگوان کے پاس گیا۔ اور خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد ایک طرف بیٹھ کر بولا۔ "محترم! آپ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ جانوروں کو ذبح کر کے تیار کیا ہوا کھانا آپ کھاتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

بھگوان نے جواب دیا۔ "یہ سراسر بہتان ہے۔ جب میں اپنے لئے ذبح کیا ہوا جانور دیکھتا ہوں یا ایسا سُنتا ہوں یا مجھے ایسا شک ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ کھانا ممنوع ہے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جین لوگ بُدھ پر کس طرح کے اتہام

لہ دیکھئے "بدھ لیلا سار سنگرہ" صفحہ ۲۷۹ - ۲۸۱

لگاتے تھے۔ جب کوئی شخص بھگوان کو بھوگ کر کے انھیں کھانے کو گوشت دے دیتا تو جین کہنے لگتے۔ "سادھو گوتم خاص اپنے لئے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت پکوا کر کھاتا ہے۔" خود جین سادھو تو کسی کی دعوت قبول ہی نہیں کرتے تھے۔ راستے میں ملنے والی بھیک وہ لیتے تھے اور یوں بھیک میں ملا ہوا گوشت بھی کھاتے تھے۔

کچھ تپسوی گوشت خوری کو ممنوع قرار دیتے تھے

بدھ کے ہم عہد بعض تپسوی گوشت خوری کو حرام سمجھتے تھے ان میں سے ایک تپسوی کاشیپ کا بدھ سے جو مکالمہ ہوا وہ "شت نپات" کے (دسویں) "آم گندھ سُت"[1] میں درج ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

(۱) ساتواں چاول کنگنی، پیڑوں کے پتے، کند مول اور پھلوں پر گذر بسر کرنے والے (معزز تپسوی) عیش و عشرت کے سامان کی خاطر جھوٹ نہیں بولا کرتے۔

(۲) اے کاشیپ! لوگوں کی عطا کردہ اچھی طرح اور لذیذ پکائی ہوئی چاولوں کی غذا قبول کرتے تم آم گندھ (ناپاک اشیاء)

---

[1] اس "آم گندھ سُت" میں دیئے گئے اپدیش کا موازنہ عیسیٰ مسیح کے حسب ذیل احکام سے کیا جائے: "جو منہ میں جاتا ہے وہ انسان کو ناپاک نہیں کرتا۔ لیکن جو منہ سے نکلتا ہے وہ انسان کو ناپاک کرتا ہے۔" میتھیو۔ ۱۵/۱۱

کھاتے ہو۔

(۳) اے کاشیپ! پرندے کے گوشت کے ساتھ پکے ہوئے چاولوں کی غذا کھاتے ہوئے تم کہتے ہو کہ میرے لئے آم گندھ کا استعمال مناسب نہیں۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمھارا آم گندھ کیسا ہے؟"

(۴) (کاشیپ بُدھ) قتل، ہلاکت، چوری، دروغ گوئی، دھوکا دہی اور بدفعلی ہی آم گندھ ہے، نہ کہ گوشت کھانا۔

(۵) جو لوگ عورت کا احترام نہیں کرتے جنھیں زبان کا چسکا ہے جو بدخصلت، بے دین اور غیر مہذب ہیں اُن کا عمل ہی آم گندھ ہے، نہ کہ گوشت کھانا۔

(۶) جو لوگ بدزبان، چغل خور، بے وفا، بے رحم، مغرور اور کسی کو کچھ نہیں دیتے اُن کا عمل ہی آم گندھ ہے نہ کہ گوشت کھانا۔

(۷) غصہ، غرور، عناد، کینہ، حسد، فضول گوئی اور بدمعاشوں کی صحبت ہی آم گندھ ہے نہ کہ گوشت کھانا۔

(۸) گناہگار، قرض نہ چکانے والے، چغل خور، رشوت خور، با اختیار اس دُنیا کو جہنم کا نمونہ بنانے والے ادنیٰ لوگوں کا عمل ہی آم گندھ ہے نہ کہ گوشت کھانا۔

(۹) جن کے دل میں جانداروں کے لئے رحم نہیں

جو دوسروں کو لوٹتے اور ستاتے ہیں، بد اخلاق، خطرناک اور بدکلام ہیں اُن کا عمل ہی آم گندھ ہے نہ کہ گوشت کھانا۔

(۱۰) ایسے اعمال ہیں گُن۔ قتل و غارت گری میں مصروف ہر کسی کی بُرائی کے خواہاں لوگ (جو جہنم واصل ہوں گے اور وہاں سر کے بل کھڑے ہوں گے) جو عمل کرتے ہیں وہی آم گندھ ہے نہ کہ گوشت کھانا۔

(۱۱) مچھلی اور گوشت کو حرام قرار دینا۔ ننگے رہنا، سر منڈانا جٹائیں رکھنا، جسم پر راکھ ملنا، ہرن کی کھُردری کھال پہننا۔ آتش پرستی یا اس دُنیا کی دیگر مختلف ریاضتیں، یگیہ وغیرہ کرنا یہ باتیں توہمات میں گرفتار شخص کو پاک نہیں کر سکتیں۔

(۱۲) نفس کو اپنے بس میں رکھ کر اور اُسے پہچان کر عملدرآمد کرنے والا سادگی پسند شخص اور ایسا منکسر المزاج شخص جس کے سب دُکھ دور ہو چکے ہوں کبھی گھناؤنی اشیاء کے چکر میں نہیں پڑتا۔

(۱۳) یہ سب باتیں بھگوان نے بار بار دوہرائیں اور اُنھیں اس تپسوی برہمن نے سمجھا اور پھر خوب صورت اشلوکوں کے ذریعے اس کی تشہیر کی۔

(۱۴) تمام آلائشوں اور تمام دُکھوں کو دور کرنے والا بدھ کا وہ اُپدیش سُن کر اس (تپسوی) نے بُدھ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور پھر وہیں بھکشو جماعت میں شامل ہو گیا۔

سادھو سنیاسیوں کے ذریعے گوشت خوری کی تائید

مندرجہ بالا سُتّ بہت قدیم ہے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اُسے خاص کاشیپ بُدھ نے ہی کہا ہوگا۔ اس سے صرف یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ بُدھ کے ہم عصر بھکشو اس انداز سے گوشت خوری کی تائید کرتے تھے۔

اس سُتّ میں تپسیا کو لاحاصل گردانا گیا ہے یہ بات جین سادھوؤں کو پسند نہ آسکتی تھی کیونکہ وہ بار بار تپسیا کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے بھی گوشت خوری کی تائید اسی انداز سے کی ہوگی۔ کیونکہ وہ بیش رو تپسویوں کی طرح جنگلی پھلوں پر گزر بسر کرتے تھے اور اس زمانے میں گوشت کے بغیر بھیک ملنا ناممکن نہیں تھا۔

برہمن یگیہ میں ہزاروں جانوروں کو ذبح کر کے اُن کا گوشت آس پاس کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے، دیہات کے لوگ دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے جانوروں کی قربانی دیتے تھے اور اُن کا گوشت کھاتے تھے۔ اس کے علاوہ قصائی بھی چوراہے پر گائے کو ذبح کر کے اُس کا گوشت بیچتے تھے ان حالات میں پکی ہوئی غذا کی بھیک پر گزر بسر کرنے والے سادھوؤں کو گوشت سے بغیر خالی بھیک ملنا کیونکر ممکن ہو سکتا تھا؟

جینیوں کے نظریے کے مطابق زمین، پانی، ہوا، آگ، نباتات میں رہنے والے اور نظر آنے والے جاندار، یہ چھ قسم کے جاندار ہیں۔ زمین میں رہنے والے جانداروں سے مُراد ہے مٹی کے ذرّات، اسی طرح پانی ہوا اور آگ کے ذرّات بھی جاندار ہیں۔ نباتات کے متعلق یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ جاندار ہیں۔ نظر آنے والے جانداروں سے مُراد ہے کیڑے مکوڑوں سے لے کر ہاتھی تک کے تمام چھوٹے بڑے

جاندار ۔ ان چھ قسم کے جانداروں میں سے کسی بھی جاندار کی ہلاکت جین سادھوؤں کے نزدیک گناہ تھی ۔ اس لئے وہ رات کو چراغ نہیں جلاتے تھے، ٹھنڈا پانی نہیں پیتے تھے اور اس بات کی بڑی احتیاط رکھتے تھے کہ مٹی کے ذرّات کچلے نہ جائیں۔

لیکن جین دھرم کے پیرو کھیتی باڑی کرتے تھے، اناج بوتے تھے اور اُسے پکا کر اشیائے خوردنی تیار کرتے تھے۔ یوں زمین، پانی، ہوا، آگ، نباتات کے جاندار اور دیگر جاندار یعنی چھئوں قسم کے جاندار ہلاک ہو جاتے تھے۔ زمین میں ہل چلاتے ہوئے صرف مٹی کے ذرات ہی نہیں کیڑے چیونٹیاں وغیرہ لاکھوں چھوٹے چھوٹے جاندار مر جاتے تھے ۔ اناج کو پکاتے وقت نباتات، ہوا، پانی، آگ وغیرہ کے متذکرہ جاندار ہلاک ہو جاتے تھے۔ اس سب کے باوجود اس پکی ہوئی غذا کی بھیک جین سادھو قبول کرتے تھے تو پھر کسی جین عقیدت مند کی دی ہوئی پکے گوشت کی بھیک قبول کرنے میں جین سادھوؤں کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟ اور کیا وہ اس کی تائید "آم گندھ سُت" کے انداز میں نہ کرتے ہوں گے؟

گائے کا گوشت کھانے کے خلاف احتجاجی تحریک

اب ہم اس بارے میں غور کریں کہ اوّل اوّل گائے کا گوشت کھانے کے خلاف کیسے تحریک شروع ہوئی ۔ اس سلسلے میں غالباً سب سے پہلے بودھوں نے ہی صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ ہم نے نویں باب میں گئوؤں کی خوبیوں کے حامل "برہمن دھارمک سُت" کے دو تذکرے درج کئے ہیں۔ اسی سلسلہ کے کچھ اور تذکرے ملاحظہ ہوں:

"بھیڑوں کی طرح نرم خو اور گھڑا بھر دودھ دینے والی گئوویں، پاؤں، سینگ یا دیگر جسمانی اعضاء سے کسی کو ہلاک نہیں کرتیں۔ انھیں (برہمنوں کے ارشاد پر) اکھشواکو راجا نے سینگ سے پکڑ کر مار ڈالا۔ تب گئوؤں پر ہتھیار اٹھنے سے دیوی دیوتا اور رِشی یہ کہہ کر غم و غصہ کا اظہار کرنے لگے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہوا ہے۔"

ایک مدت تک برہمنوں نے گائے کا گوشت ترک نہیں کیا

بودھوں اور جینیوں کی کوشش سے اگرچہ گائے کا گوشت ممنوع ہوتا گیا۔ تاہم برہمن کئی صدیوں تک اس کا برابر استعمال کرتے رہے۔ سب سے پہلے یہ ترکیب نکالی گئی کہ یگیہ کرنے والا شخص گائے کا گوشت نہ کھائے۔

"گئوویں اور بیل نہیں کھانے چاہئیں...... لیکن یگیہ کرنے والا کہتا ہے کہ اس سے جسم مضبوط و توانا ہوتا ہے۔ اس لیے میں (یہ گوشت) ضرور کھاؤں گا۔"[1]

یہ بحث یگیہ کے منڈپ تک ہی محدود تھی۔ بعضوں کا کہنا تھا کہ یگیہ کرنے والے کو منڈپ میں داخل ہونے کے بعد گائے کا گوشت نہیں کھانا چاہیے

---

[1] "شت پتھ براہمن" ۳/۱/۲/۲۱

لیکن متعلقہ شخص کو یہ نظریہ پسند نہیں تھا۔ گوشت سے جسم مضبوط ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے ترک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے موقعوں پر گائے کا گوشت کھلانے کے بارے میں برہمنوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں تھا۔ یہی نہیں، اگر گھر میں کوئی مہمان آجاتا تھا تو بڑا بیل مار کر اُس کے گوشت سے اُس کی خاطر مدارات کرنا ایک عام دستور تھا۔ "ہتھا گوتم سوتر" کے مصنف نے گائے کے گوشت کا امتناع کیا ہے۔ لیکن خود اسے بھی مہمان نوازی کے سلسلے میں اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھوبھوتی کے زمانے تک برہمنوں میں یہ دستور کم و بیش رائج تھا۔

"اُتر رام چرت" کے حصہ چہارم کے آغاز میں سودھاتکی اور دنڈاین کا ایک مکالمہ درج ہے اُس کے کچھ حصہ کا ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

سودھاتکی: کیا وسشٹھ!

دنڈاین: پھر کیا؟

سودھاتکی: مجھے ایسا معلوم ہوا تھا کہ گویا وہ کوئی باگھ ہو۔

دنڈاین: کیا کہتے ہو؟

سودھاتکی: اُس نے آتے ہی ہماری معصوم بچھیا کو ہڑپ کر لیا۔

دنڈاین: مہمان نوازی گوشت کے بغیر ممکن نہیں۔ دھرم شاستر کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دُنیوی لوگ معزز مہمان کی آمد پر بچھیا یا بڑا بیل ذبح کر کے اس کا گوشت پکاتے ہیں۔ کیونکہ دھرم کے مفسرین نے یہی تلقین کی ہے۔"

بھوبھوتی کا زمانہ ساتویں صدی عیسوی مانا جاتا ہے۔ اس زمانے میں اگر آج کل کی طرح گئو کشی کو مذموم سمجھا جاتا تو وسشٹھ کے بچھیا کھانے کا ذکر وہ اس طرح اپنے ناٹک میں نہ کر پاتا۔ آج اگر اس قسم کا مکالمہ کسی ناٹک میں پیش کر دیا جائے تو وہ ناٹک ہندو سماج میں کس درجہ مقبول ہوگا؟

جانداروں کی ہلاکت کے خلاف اشوک کا پرچار

جانداروں کی ہلاکت کے خلاف پرچار کرنے والا پہلا تاریخی راجا اشوک تھا۔ اُس کا سب سے پہلا کتبہ ملاحظہ ہو:

"یہ دیوتاؤں کے پسندیدہ راجا اشوک کا کتبہ ہے اس ریاست میں کسی بھی جاندار کو ہلاک کر کے ہون، یگیہ اور میلے (سماج) نہیں کرنے چاہئیں۔ کیونکہ میلوں میں دیوتاؤں کا پسندیدہ راجا اشوک بہت نقائص دیکھتا ہے۔ کچھ میلے دیوتاؤں کے پسندیدہ راجا اشوک کو پسند ہیں۔ پہلے راجا اشوک کے باورچی خانہ میں ہزاروں جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ جب سے یہ کتبہ لکھا گیا ہے اُس وقت سے صرف تین جانور —— دو مور اور ایک ہرن ذبح ہوتے ہیں۔ اور ہرن بھی ہر روز ذبح نہیں کیا جاتا۔ اور آئندہ سے یہ تین بھی ذبح نہیں کیے جائیں گے۔"

اس کتبے میں اشوک نے گائے بیلوں کا ذکر نہیں کیا جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برہمن وغیرہ اعلیٰ قوموں میں اس وقت گائے کے گوشت

کا استعمال قریب قریب ختم ہو چکا تھا۔ یہی نہیں اشوک نے اس بات کا بھی پرچار کیا تھا کہ بحیثیت خوردنی شے بھی کسی جاندار کو ہلاک نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے "سماج" لفظ کے معنی میلے کے لئے ہیں۔ یہ معنی اگرچہ اس لفظ کا پورا پورا مفہوم ادا نہیں کرتے تاہم اس سے مطلب حل ہو جاتا ہے۔ آج کل جس طرح مہاراشٹر میں (جترا میلے) اور شمالی ہند میں میلے لگتے ہیں اسی طرح اشوک کے زمانے میں "سماج" ہوتے ہوں گے۔ دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے جانداروں کی قربانی دے کر جشن منانا ——— یہ سماج اشوک کو پسند نہیں تھے لیکن اُن میلوں پر اُسے کوئی اعتراض نہیں تھا جن میں کسی جاندار کی قربانی نہ دی جاتی تھی۔ سب سے زیادہ زور اُس نے اس بات پر دیا تھا کہ یگیہ یا میلے میں جانداروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

ہمارے بزرگ سبزی خور نہیں تھے

آج کل یگیہ وغیرہ رسوم ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن میلوں میں ہونے والی قربانی بعض مقامات پر آج بھی رائج ہے ——— اس کے باوجود کسی بھی ملک کے مقابلے میں ہندوستانی باشندے سب سے زیادہ سبزی خور ہیں اور بلاشبہ اُس کا تمام تر سہرا بودھوں اور جینیوں کے سر ہے۔ آج ہم سبزی خور ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہمارے بزرگ بھی سبزی خور تھے۔ حقیقت کے سراسر منافی ہوگا۔

چین میں سؤر کی اہمیت

اب خاص سؤر کے گوشت کے بارے میں چند سطریں لکھنا مناسب ہوگا۔ قدیم زمانے سے چینی باشندے سؤر کو دولت کی علامت سمجھتے آئے ہیں۔ اُن کی زبان کا رسم الخط مختلف اشکال کا مرکب ہے۔ ان اشکال کے امتزاج سے مختلف الفاظ تیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً انسان سے ملتی جلتی شکل بنا کر اس پر تلوار کی شکل بنا دی جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے "حرف" عورت کی دو شکلیں بنا دی جائیں تو اس کا مطلب "جھگڑا" ہوتا ہے اور اگر سؤر کی شکل بنا دی جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں جائیداد۔ مطلب یہ کہ گھر میں سؤر کی موجودگی کو قدیم چینی باشندے جائداد کی علامت سمجھتے تھے اور آج بھی چین میں سؤر کو اتنی ہی اہمیت حاصل ہے۔

زمانۂ قدیم کے ہندو سؤر کو جائداد کا حصہ سمجھتے تھے

ہندوستان میں اگرچہ سؤر کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوئی تھی۔ پھر بھی اسے جائداد کا ایک حصہ سمجھا جاتا تھا۔ "آریہ پریہ بیس سُت" (مجموعہ نکات ۔۲۶) میں جائداد کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

"ہاتھی، گائے، گھوڑے وغیرہ جائداد میں مرغیوں، سوروں کو بھی شامل کیا جاتا تھا۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی سؤر کے گوشت کے تئیں اتنی نفرت کیوں پیدا ہوئی؟ یگیہ میں مارے جانے والے

جانوروں میں سوٗر کا ذکر پالی ادب میں کہیں نہیں ملتا، یعنی بُدھ کے زمانہ میں یہ جانور ناپاک سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ وہ حرام بھی تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اُسے کھشتریوں کے گھر کی جائیداد نہ سمجھا جاتا۔ سوٗر کے گوشت کی ممانعت سب سے پہلے "دھرم سوتروں" میں ملتی ہے اور آگے چل کر اس کا ترجمہ منوسمرتی وغیرہ کتابوں میں ملتا ہے[1] لیکن جنگلی سوٗر کے گوشت کو کبھی حرام نہیں سمجھا گیا بلکہ اُسے تو پاک گردانا گیا ہے[2]

بُدھ پر عائد کردہ حد سے زیادہ کھانے کا اتہام

اگر ہم یہ مان لیں کہ بھگوان بُدھ نے پری نروان سے پہلے جو چیز کھائی تھی وہ سوٗر کا ہی گوشت تھا تو بھی بعض مصنفین کا یہ کہنا کہ بھگوان نے اُسے حد سے زیادہ کھایا تھا اور اسی سے وہ مر گئے۔ بالکل غلط ہے بھگوان کی زود خوری کی کوئی مثال یا تذکرہ کہیں نہیں ملتا لہٰذا یہ کہنا سراسر شرارت ہے کہ اُنھوں نے صرف اس موقعہ پر زود خوری کی۔ اس موقع سے پہلے تین ماہ تک بھگوان بُدھ ویشالی میں حد درجہ بیمار رہے تھے اور اس وجہ سے اُن کے جسم میں طاقت نہیں رہی تھی چُند کا پیش کردہ کھانا تو اُن کے پری نروان کا ایک ضمنی سبب تھا۔ اس کھانے کی بنا پر لوگ چُند لوہار پر کوئی الزام نہ لگائیں، اسی لئے پری نروان سے پہلے بھگوان نے آنند سے کہا تھا:

---

[1] منوسمرتی ۵/ ۱۹ [2] منوسمرتی ۳/ ۲۷۰

"اے آنند! چُند لوہار سے اگر کوئی کہے کہ چُند! تمھاری دی ہوئی بھکشا اسے بُدھ کا پری نروان ہوا ہے اور اس وجہ سے تمھارا بہت نقصان ہوگا ——— یوں چُند لوہار کو کوئی شخص رنج پہنچائے تو تم لوگ اُسے اس طرح کہنا کہ اے چُند! تمھاری دی ہوئی بھکشا کھا کر ہی بھگوان نے پری نروان حاصل کیا ہے تمھارا یہ دان تمھارے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ ہم نے بُدھ سے سُنا ہے کہ دوسری بھکشاؤں کی نسبت بُدھ کو دی ہوئی بھکشائیں سب سے مقدم ہیں، وہ کونسی ہیں؟ پہلی وہ بھکشا جسے پاکر بھگوان کو حصول کمال ہوا۔ اور دوسری وہ بھکشا جسے پاکر اُنھوں نے پری نروان حاصل کیا۔ چُند نے ایسا کام کیا ہے اُسے انتہائی اعلیٰ شہرت اور راحت کا حامل اور نجات دہندہ سمجھنا چاہئے۔ اے آنند! تم لوگ اس طرح چُند کا رنج اور وسوسہ دور کرو۔

اس باب میں مصنف کے اس بیان کو بہت سے جین علما نے چیلنج کیا ہے کہ بھگوان مہاویر اور قدیم جین سادھو بھکشا کی شکل میں ملا ہوا گوشت استعمال کرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ مصنف نے جین دھرم سے متعلق تذکروں کی گمراہ کن تشریح کی ہے طبی کتب اور لغات کی بنیاد پر اُن کا یہ راسخ یقین ہے کہ اس باب میں مندرج لفظ "کبوتر" کی جگہ "کش مانڈ" (ایک پھل) ہونا چاہئے۔ اسی طرح "ککٹ" کا ترجمہ "مُرغی" کیا گیا ہے جبکہ یہ "بجور" نامی پھل ہے۔ لفظ "مانس" کو گوشت کے معنی میں لینے کے بجائے پھلوں کے گودے میں لینا چاہئے تھا۔ "استھی" کا ترجمہ ہڈیاں کرنے کے بجائے پھلوں کے بیج اور گٹھلیاں اور لفظ "مارجار" کا بلّی کے بجائے وہ ہوا کرنا چاہئے تھا جو ککٹ نامی پھل سے نکلتی ہے۔

ساہتیہ اکادمی کو اس بحث کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہیں دینا چاہتی بلکہ مناسب سمجھتی ہے کہ مصنف کی اصل بات کو جوں کی توں برقرار رکھی جائے اور اس کے ساتھ دوسروں کی اخذ کردہ تشریح اس نوٹ کی شکل میں شامل کر دی جائے۔ یہ بات ساہتیہ اکادمی کے لئے باعثِ مسرت ہے کہ اصل مراٹھی کتاب کے ناشرین دھرمانند سمارک ٹرسٹ نے اس نوٹ کی شمولیت پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ 'ساہتیہ اکادمی'

۱۲۔ روزانہ زندگی

نورانی چہرہ

گوتم کی گھریلو زندگی اور تپسیا کے زمانے کے بارے میں چوتھے اور پانچویں باب میں بعض باتیں بیان کی جا چکی ہیں اب اس باب میں اُن کے بُدھ ہونے سے لے کر پری نروان تک کی روزانہ زندگی پیش کی جائے گی۔

حصولِ کمال کے بعد بھگوان بُدھ نے بودھی پیڑ کے نیچے ہی اپنی آئندہ زندگی کا پروگرام مرتب کر لیا۔ تپسیا تو اُنھوں نے چھوڑ ہی دی تھی اور دوبارہ عیش و عشرت کی زندگی کی طرف لوٹنے کی تمنا اُنھیں نہیں رہی تھی۔ لہٰذا اُنھوں نے جسم کے لئے ضروری کپڑے اور زندہ رہنے کے لئے ضروری غذا پر مدار رکھتے ہوئے اپنی باقی ماندہ زندگی فلاحِ عامہ میں صرف کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس عظیم فیصلے کا اثر اُن کے چہرے کی رنگت میں کس طرح نمایاں ہوا، اس کا تذکرہ

"مجھم نکائے" "سکے" اریہ پریہ سن سُت" اور" ونے" سکے" مہاوگ" میں درج ہے:

"بھگوان بُدھ پنچ ورگیوں کو اُپدیش دینے کے ارادے سے گیا سے وارانسی جا رہے تھے کہ راستے میں اُنھیں اُپکت نامی ایک آجیوک فرقے کا سادھو ملا اور اُن سے بولا:

"اے محترم! گوتم! تمھارا چہرہ بے حد مطمئن اور پُر نور ہے۔ تم کس گورو کے چیلے ہو؟"

بھگوان: میں نے اپنا دھرم مارگ خود ہی کھوج نکالا ہے۔

اُپک: کیا تم مافوق البشر ہو گئے ہو؟ کیا تمھیں "جن کہا جا سکتا ہے؟

بھگوان: اے اُپک! میں نے تمام بُرے میلانات پر فتح پالی ہے۔ اس لئے میں "جن" ہوں۔"

اُپک کو بدھ کے چہرے پر جو سکون واطمینان یا نور دکھائی دیا تھا، ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آخری دم تک قائم رہا۔

روزمرہ

بھگوان بُدھ مُنہ اندھیرے جاگ اُٹھتے اور اُس وقت یا تو دھیان لگاتے یا اپنی جائے رہائش کے آس پاس چہل قدمی کرتے۔ صبح وہ گاؤں میں بھکشا لینے جاتے۔ اُن کے کشکول میں ہر قسم کے لوگوں کے گھروں کی پکی ہوئی جو

غذا جمع ہوتی تھی، وہ اُسے لے کر گاؤں سے باہر چلے جاتے اور اُسے کھا کر اور تھوڑا آرام کرکے پھر سے دھیان لگاتے۔ شام کے وقت وہ اپنے سفر پر روانہ ہوجاتے۔ اور رات کو کسی مندر یا دھرم شالہ میں کسی پیڑ کے نیچے رہتے۔

رات کے تین پہروں میں سے پہلے پہر میں بھگوان دھیان لگاتے یا چہل قدمی کرتے۔ دوسرے پہر میں وہ اپنے دو کپڑوں کی چار تہیں کر کے زمین پر بچھا لیتے اور سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر داہنی کروٹ داہنے پاؤں پر بایاں پاؤں رکھ کر بڑی احتیاط سے سو جاتے۔

سِنگھہ شیّا

بُدھ کے اس طرح سونے کو "سِنگھہ شیّا" کہتے ہیں۔ "انگتر نکائے" کے "جنک نپات" (سُت نمبر ۲۴۴) میں چار قسم کے سونے کے انداز بتائے گئے ہیں۔

(۱) "پریت شیّا": یہ چت سونے والے لوگوں کا انداز ہے۔

(۲) "کام بھوگی شیّا": کامہ بھوگ یعنی نفس پرستی میں راحت کے حامی لوگ اکثر و بیشتر بائیں کروٹ سوتے ہیں۔ اسی لئے اُسے "کام بھوگی شیّا" کہتے ہیں۔

(۳) "سِنگھہ شیّا": داہنے پاؤں پر بایاں پاؤں کچھ ڈھلتا ہوا رکھ کر اور دل میں اس بات کا وِرد کرتے ہوئے کہ میں فلاں وقت جاگ اُٹھوں گا۔ بڑی احتیاط سے داہنی کروٹ سونا "سنگھہ شیّا" ہے۔

(۴) "تتھاگت شیّا": یعنی چار دھیانوں کی سمادھی۔

ان میں سے آخری دو انداز بھگوان کو پسند تھے۔ لہٰذا رات کو یا تو وہ دھیان لگاتے یا پھر رات کے دوسرے پہر میں سنگھ شَیّا اپناتے۔ رات کے آخری پہر میں وہ چہل قدمی کرتے یا پھر سے دھیان لگاتے۔

کم خوری

بھگوان بُدھ بہت ہی قلیل غذا استعمال کرتے تھے کھانے پینے کے معاملہ میں اُنھوں نے کبھی زیادتی سے کام نہیں لیا اور اپنے بھکشوؤں کو بھی وہ بار بار اس کی ہدایت کرتے تھے۔ "مجھم نکائے" کے "کیٹاگیری سُت" (نمبر ۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں بھگوان رات کو کھانا کھاتے تھے۔ اس سُت میں بھگوان کہتے ہیں:

"اے بھکشوؤ! میں نے رات کو کھانا چھوڑ دیا ہے۔ اس سے میرے جسم میں توانائی آئی ہے اور دل کو سکون ملا ہے۔ اے بھکشوؤ! تم بھی اس پر عمل کرو۔ اگر تم رات کا کھانا چھوڑ دو گے تو تمھارا جسم بے روگ رہے گا۔ جسم میں توانائی آئے گی اور دل کو سکون حاصل ہوگا۔"

اُس وقت سے بھکشوؤں میں دوپہر کے بارہ بجے سے پہلے کھانا کھانے کا رواج شروع ہو گیا اور بارہ بجے کے بعد کچھ کھانا ممنوع سمجھا جانے لگا۔

چلنا یا سفر کرنا

چلنا یا سفر کرنا دو طرح کا ہوتا ہے، تیز چال اور دھیمی چال۔ اس سلسلے میں "انگتر نکائے" کے "پنچک نپات" کے تیسرے ورگ کے شروع میں یہ سُت ہے:

"بھگوان کہتے ہیں: "اے بھکشوؤ! تیز چال میں یہ پانچ خامیاں ہیں۔ وہ کونسی ہیں؟ پہلے جو نہیں کلمہ نہ سُنا ہو وہ نہیں سُنا جا سکتا اور جو سُن رکھا ہو اُس پر غور و فکر نہیں کیا جا سکتا بعض باتوں کا مکمل علم حاصل نہیں ہوتا۔ تیز چلنے والے کو کبھی کبھی خطرناک بیماری ہو جاتی ہے اور دوست نہیں ملتے۔ بھکشوؤ تیز چال میں یہ پانچ خامیاں ہیں —— بھکشوؤ! دھیمی چال میں یہ پانچ خوبیاں ہیں۔ وہ کونسی ہیں؟ پہلے جو نہیں کلمہ نہ سنا ہو وہ سُنا جا سکتا ہے اور جو سُنا ہو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ بعض باتوں کا مکمل علم حاصل ہوتا ہے، اُس سے کوئی خطرناک بیماری لاحق نہیں ہوتی اور دوست ملتے ہیں۔ بھکشوؤ! دھیمی چال میں یہ پانچ خوبیاں ہیں۔"

یہ بھگوان بدھ نے اپنے بودھی ستو کے زمانے کا تجربہ بتایا تھا۔ اُن کا ذاتی تجربہ تھا کہ تیز چال سے سفر کرنے سے نہیں بلکہ دھیمی چال سے سفر کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس طرح سست روی سے سفر کر کے ہی اُنھوں نے دوسرے دوسرے سادھو سنیاسیوں سے مختلف علوم حاصل کئے اور بالآخر اپنا درمیانی

راستہ کھوج نکالا۔

بھکشو جماعت کے ہمراہ سفر

بُدھ ہونے کے بعد بھگوان نے بُدھ گیا سے کاشی تک کا سفر کیا۔ اور وہاں پنج ورگیہ بھکشوؤں کو اُپدیش دے کر اُن کی ایک جماعت بنائی۔ اُنھیں کاشی میں چھوڑ کر بھگوان تنہا راج گرہ لوٹ گئے ــــــــ اس نوعیت کی کہانی "مہاوگ" میں درج ہے۔ لیکن اس بات کے کافی ثبوت ملتے ہیں کہ یہ پانچوں بھکشو اس چوماسے کے بعد بھگوان کے ساتھ تھے۔ راج گرہ میں ساری پُتر اور موگلّان یہ دو مشہور سادھو بُدھ کے شاگرد بن گئے اور پھر بھکشو جماعت کی ترقی شروع ہوئی اس وقت سے بھگوان بُدھ کے ساتھ چھوٹی یا بڑی بھکشو جماعت رہتی تھی۔ اور وہ بھکشو جماعت کے ہمراہ ہی سفر کیا کرتے تھے۔ ایسے واقعات بہت کم ہیں جب بھگوان بُدھ بھکشو جماعت کو چھوڑ کر تنہا رہے ہوں۔

سفری تعلیم

بُدھ کے زمانہ میں سادھوؤں سنیاسیوں کی تمام جماعتیں اور اُن کے قائد اسی طرح گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ بُدھ سے قبل اور بُدھ کے زمانے میں بھی برہمنوں کی تعلیم گاہیں تھیں جہاں اونچی ذات کے نوجوان جا کر تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ لیکن ان تعلیم گاہوں سے عوام الناس کو بہت کم فائدہ

ہوتا تھا۔ برہمن وید پڑھنے کے بعد عموماً حاکم وقت کی پناہ لیتے تھے۔ کھشتری تیر اندازی سیکھ کر راجا کی ملازمت اختیار کرتے۔ اور جیوک کو مار بھرتیہ جیسے نوجوان آیور وید (حکمت) سیکھ کر اونچی ذات کے لوگوں کی خدمت کرتے اور بالآخر حاکم وقت کی سرپرستی حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن سادھو سنیاسیوں کی کوئی تعلیم گاہ نہ تھی۔ وہ اپنے سفر کے دوران میں ہی تعلیمات حاصل کرتے اور عوام الناس میں جا کر اُن کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس سے لوگ اُن سے بے حد متاثر ہوئے۔

بھکشو جماعت کی تنظیمی خصوصیت

بھگوان بُدھ کی بھکشو جماعت بہت مضبوط تھی تنظیمی اعتبار سے۔ اُنھیں بھکشوؤں کی بدنظمی قطعی پسند نہ تھی۔ اس سلسلہ میں "چاتم سُت" (مجھم نکائے ۲/۶۷) کی کتھا کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"بھگوان بُدھ چاتُما نامی شاکیوں کے گاؤں میں آملکی بن میں رہتے تھے۔ اُس وقت ساری پُت اور موگلّان اپنے پانچسو بھکشوؤں کے ساتھ چاتما پہنچے۔ چاتما کے مقامی بھکشوؤں اور ان نووارد بھکشوؤں میں بحث ہونے لگی کہ اُٹھنے بیٹھنے کے لئے مناسب جگہیں کونسی ہیں۔ بھیک کا ٹھیکرا اور لبادے کہاں رکھے جائیں؟ اور یوں وہاں کافی شور مچ گیا۔ اس پر بھگوان آنند سے بولے:

"یہاں پر ہلڑ کیسا ہو رہا ہے؟ یہ تو ایسا ہے جیسے مچھلیاں پکڑتے وقت مچھیرے کیا کرتے ہیں۔"

آنند بولا۔ "محترم! ساری پُت اور موگلان کے ساتھ آئے ہوئے بھکشوؤں میں باتیں ہو رہی ہیں۔ وہ رہنے سہنے اور ٹھیکرے اور لبادے رکھنے کی جگہ کے سلسلے میں اُلجھ پڑے ہیں۔"

بھگوان نے آنند کو بھیجکر ساری پُت اور موگلان اور ان بھکشوؤں کو بُلا بھیجا اور اُنھیں یہ سزا دی کہ وہ فوراً وہاں سے چلے جائیں۔ وہ سب بہت شرمسار ہوئے اور بُدھ کو پرنام کر کے وہاں سے جانے کے لئے نکلے۔ چاتما کے شاکیہ اُس وقت کسی کام سے بلدیہ میں جمع ہوئے۔ اُنھیں یہ دیکھ کر تعجب ہوا آج ہی آئے ہوئے بھکشو واپس جا رہے ہیں اور اُنھوں نے اس کا سبب پوچھا جب ان بھکشوؤں نے شاکیوں کو بتایا کہ "بھگوان بُدھ نے ہمیں سزا دی ہے اس لئے ہم یہاں سے جا رہے ہیں"۔ تو چاتما کے شاکیوں نے ان بھکشوؤں سے وہیں رہنے کو کہا۔ اور بھگوان بُدھ سے کہہ سن کر اُنھیں معافی دلوائی۔

مذہبی گفتگو یا خاموشی

بُدھ کے زمانے میں مستقل طور سے خاموش رہنے والے رشیوں منیوں کی کافی بڑی تعداد تھی، یہ بھی تپسیا کا ایک جزو تھا۔ جسے بدھ پسند نہیں کرتے تھے پھر بھی بھگوان کا قول تھا کہ بعض اوقات خاموش رہنا مناسب ہوتا ہے۔

"اریہ پریہ سن سُت" میں بھگوان کہتے ہیں ——

"اے بھکشوؤ! تم یا تو مذہب سے متعلق گفتگو کرو یا خاموش رہو۔"

امن وسکون کی مثال

جب بھگوان بُدھ بھکشو جماعت کو اُپدیش نہیں دیتے تھے تب بھی بھکشو بڑے امن وسکون سے رہتے تھے کسی قسم کا شور وشغب نہ ہوتا تھا۔ اس کی ایک بڑی عمدہ مثال "دیگھ نکائے" کے "سامن پھل سُت" میں ملتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"بھگوان بدھ راج گرہ میں جیوک کومار بھرتیہ کے آمرن میں بڑی بھکشو جماعت کے ساتھ رہتے تھے۔ اُس وقت کارتک پورنماشی کی رات کو راجا اجات شترو اپنے امیروں، وزیروں کے ساتھ محل کی چھت پر بیٹھا تھا۔" کتنی خوبصورت رات ہے یہ! کیا یہاں کوئی ایسا سادھو، سنیاسی یا برہمن ہے جو اپنے اپدیش سے ہمیں محظوظ کر سکتا ہو؟"

اس وقت پورن کسیپ مکھلی گوسال، اجت کیس کمبل، پکدھ کچاین، سنجے بلیٹ پت اور نگنٹھ ناتھ پُت یہ مشہور سادھو اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ راج گرہ کے قرب وجوار میں رہتے تھے۔ اجات شترو کے امیروں وزیروں نے یکے بعد دیگرے ان سب سے ملنے کے لئے راجا کو رضامند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اجات شترو برابر خاموش رہا۔

اس وقت جیوک کومار بھرتیہ بھی وہاں موجود تھا۔ اجات شترو نے اُس سے کہا۔ "تم کیوں خاموش ہو؟"

اُس پر جیوک بولا۔ "مہاراج! یہ بُدھ بھگوان ہمارے آمرن میں اپنی بڑی بھکشو جماعت کے ساتھ رہتے ہیں۔ آج مہاراج ان سے ملاقات کریں۔ اُن سے

مل کر آپ کا دل خوش ہو جائے گا۔"

اجات شترو نے جیوک کو تیاری کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق جب جیوک نے تیاری کر لی تب اجات شترو ہاتھی کی پالکی میں بیٹھ کر اور حرم کی عورتوں کو مختلف ہتھنیوں پر بٹھا کر بڑی شان و شوکت سے بُدھ کے درشنوں کو روانہ ہوا۔

جیوک کے آمرَبن کے پاس پہنچ کر اجات شترو خوفزدہ سا ہو کر جیوک سے بولا۔ "اے جیوک! تم مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے ہو؟ تم مجھے میرے دشمنوں کے حوالے تو نہیں کرنا چاہتے؟ تم کہتے ہو کہ یہاں بھکشوؤں کی بہت بڑی جماعت ہے لیکن یہاں تو چھینک، کھانسی، یا دوسری قسم کی آواز تک سنائی نہیں دیتی؟"

جیوک بولا۔ "مہاراج! ڈریئے نہیں۔ میں نہ تو آپ کو دھوکا دے رہا ہوں اور نہ ہی دشمن کے حوالے کر رہا ہوں، آگے بڑھیئے۔ سامنے منڈل مال (ڈمبو کی شکل کا ایک منڈپ جس کی زمین آس پاس کی زمین سے اونچی بنائی جاتی ہے) میں دیا جل رہا ہے (یعنی یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ اجات شترو کے دشمن دیا جلا کر بیٹھے رہیں)"

جہاں تک ہاتھی پر جانا ممکن وہاں تک ہاتھی پر جا کر راجا اجات شترو ہاتھی سے اتر پڑا اور پیدل ہی جیوک کے آمرَبن میں منڈل مال کے دروازے تک پہنچا۔ وہاں کھڑے کھڑے اُس نے جیوک سے پوچھا۔ "بھگوان کہاں ہیں؟"

جیوک نے کہا۔ "مہاراج منڈل مال کے بیچ کے کھمبے کے پاس مشرق کی جانب مُنھ کئے بھگوان بیٹھے ہیں۔"

اجات شترو بھگوان کے پاس جا کھڑا ہوا اور پوری کی پوری بھکشو جماعت

کو چُپ چاپ بیٹھے دیکھکر بولا ۔ " اس جماعت میں جو سکون و اطمینان ہے وہ سکون واطمینان (میرے) اُدے بھدر کمار کو حاصل ہو۔"

بھگوان بولے ۔ " مہاراج ! آپ کے اس قول سے آپ کی محبت کا چلتا ہے ۔"

اس کے بعد اجات شترو اور بھگوان میں بہت طویل مباحثہ ہوا لیکن اُسے یہاں پیش کرنا بے محل ہوگا ۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ بھگوان جب بھکشو جماعت کے ساتھ رہا کرتے تھے تو جماعت میں کسی طرح کا شور و غل نہیں ہوتا تھا۔

بھکشو جماعت کی اس تنظیم کا اثر

صبح بھکشا مانگنے کے لئے بستی کی طرف جاتے ہوئے بھگوان بُدھ کبھی کبھی مختلف سادھو سنیاسیوں کے آشرموں میں جایا کرتے تھے۔ بھگوان کو دیکھ کر آشرم کے نیتا اپنے شاگردوں سے کہتے ۔ " یہ سنیاسی گوتم آرہا ہے اُسے یہ شور و غل پسند نہیں اس لئے تم لوگ زور زور سے باتیں کرنے کے بجائے خاموش ہو جاؤ ۔" اسی سلسلے کا ایک تذکرہ " مجھم نکائے " کے " مہاسکلو دائے سُت " (نمبر ۷۷) میں درج ہے ۔ اس میں بُدھ کی روزمرہ کی باتوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے لہٰذا اس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے :

بھگوان راج گرہ میں وینوبن میں رہتے تھے ۔ ان دنوں قریب ہی کچھ مشہور سنیاسی اپنے عقیدت مندوں کے ایک باغ میں مقیم تھے ۔ ایک دن صبح کو بھگوان بھکشا مانگنے کے لئے راج گرہ کو چلے ۔ بھکشا کا وقت ابھی

نہیں ہوا تھا۔ اس لئے بھگوان راستے میں سنیاسیوں کے آشرم میں چلے گئے۔ وہاں سکلوداۓ اپنے شاگردوں کے ایک بہت بڑے اجتماع میں بیٹھا تھا اور وہ شاگرد راج کے بارے میں، چوری کے بارے میں، فوج کے بارے میں، خوف کے بارے میں، جنگ کے بارے میں طرح طرح کی اوٹپٹانگ باتیں بڑے زور شور سے کر رہے تھے۔ سکلوداۓ نے دور ہی سے بھگوان کو آتا دیکھ لیا اور اُس نے فوراً اپنے شاگردوں سے کہا۔ "دیکھو بھائیو! زور سے مت بولو! شور و غل بند کرو۔ سنیاسی گوتم آ رہے ہیں۔ اُنھیں آہستہ بولنا پسند ہے۔ اور اسی کی وہ تعریف کرتے ہیں۔ اگر ہم شور نہیں کریں گے تب ہی وہ یہاں آنا پسند کریں گے۔"

وہ لوگ خاموش ہو گئے اور بھگوان سُکلوداۓ کے پاس جا پہنچے سکلوداۓ بھگوان سے بولا۔ "بھگوان آئیے۔ تشریف لائیے۔ بھگوان بہت دنوں کے بعد ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں۔

آپ کے لئے یہ آسن حاضر ہے

اس پر تشریف رکھئے۔"

بھگوان آسن پر بیٹھ گئے اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے سکلوداۓ سے مخاطب ہوئے۔ "اُداۓ! یہاں پر تمھاری کیا چل رہی تھیں؟"

اُداۓ بولا۔ "بھگوان — ! ہماری باتوں کو جانے دیں کوئی اہم باتیں نہیں ہیں۔ مجھے اس وقت ایک بات یاد آ رہی ہے۔ کچھ عرصے پہلے مختلف فرقوں کے برہمن سنیاسی ایک مناظرے کے سلسلے میں جمع تھے۔ وہاں یہ

سوال پیدا ہوا کہ پورن کسپ، مکھلی گوسال، اجیت کیس کمبل، پکدھ کچائن، سنجے بیلیٹھ پت، نگنٹھ ناتھ پت اور سنیاسی گوتم ایسے بڑی بڑی جماعتوں کے رہنما آج کل چوماسہ بتانے کی غرض سے راج گرہ کے آس پاس قیام فرما ہیں اُسے انگ مگدھ کے لوگوں کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے۔ لیکن ان رہنماؤں میں سے ایسا کون رہنما ہے جس کی جماعت کے افراد اُس کی خاطر خواہ تعظیم کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اس کی سرپرستی میں وہ کیونکر رہتے ہیں؟"

اس پر کچھ لوگ بولے" یہ پورن کسپ بہت مشہور رہنما ہے۔ لیکن اس کے چیلے اس کی تعظیم نہیں کرتے اور نہ ہی اُس کی سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں وہ آپس میں برابر جھگڑتے رہتے ہیں۔" اسی طرح کچھ دوسرے لوگوں نے بتایا کہ "مکھلی گوسال وغیرہ رہنماؤں کے شاگرد بھی آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔"

بالآخر کچھ لوگ بولے۔" یہ سنیاسی گوتم مشہور رہنما ہیں۔ اُن کے شاگرد اُن کی کماحقہ تعظیم بجا لاتے ہیں اور اُن کی سرپرستی میں بڑی خوشی سے رہتے ہیں۔ ایک بار گوتم بھرے اجلاس میں اپنی دینی تعلیمات کا درس دے رہے تھے وہاں سنیاسی گوتم کے ایک بھکشو کو کھانسی آئی۔ اُس کا گھٹنا دبا کر دوسرا بھکشو آہستہ سے بولا۔" گڑبڑ مت کرو۔ ہمارے گورو اُپدیش دے رہے ہیں سینکڑوں کی حاضری میں کبھی کھانسنے یا چھینکنے کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ لوگ بڑے اشتیاق اور احترام کے ساتھ اُن کا اُپدیش سننے کو تیار رہتے ہیں۔۔۔۔"

بھگوان: اے اُدائے! میرے بھکشو میری تعظیم کرتے ہیں اور میری سرپرستی میں رہنا پسند کرتے ہیں ——— تمہارے خیال میں اُس کی کیا وجہ ہو گی؟

اُدائے: میں سمجھتا ہوں اس کی پانچ وجہیں ہوں گی۔ یہ وجہیں کونسی ہیں؟
(۱) بھگوان خود قلیل مقدار میں غذا استعمال کرتے ہیں اور اُس کی خوبیاں بتاتے ہیں۔
(۲) وہ ہر قسم کے لبادے میں مطمئن رہتے ہیں اور اس اطمینان کی خوبیاں بتاتے ہیں۔
(۳) جو بھی بھکشا ملتی ہے اسی پر مطمئن رہتے ہیں اور اس اطمینان کی خوبیاں بتاتے ہیں۔
(۴) ہر قسم کی جائے رہائش سے مطمئن رہتے ہیں اور اس اطمینان کی خوبیاں بتاتے ہیں۔
(۵) بھگوان خود گوشہ نشین ہیں اور گوشہ نشینی کی خوبیاں بتلاتے ہیں۔
انھیں پانچ وجوہ کی بنا پر بھگوان کے بھکشو بھگوان کی تعظیم کرتے ہیں اور اُن کی سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں۔

بھگوان: اے ادائے! اگر صرف اسی بنا پر میرے بھکشو میری تعظیم کرتے ہیں اور میری سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں کہ میں قلیل مقدار میں غذا استعمال کرتا ہوں اور اُس کی خوبیاں بتاتا ہوں تو میرے بھکشوؤں میں سے وہ لوگ جو مجھ سے بھی قلیل غذا استعمال کرتے ہیں میری تعظیم نہ کرتے اور نہ ہی میری سرپرستی قبول کرتے۔
اے اُدائے! اگر صرف بنا کر میرے بھکشو میری تعظیم کرتے ہیں اور میری سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں کہ میں ہر قسم کے لبادے میں مطمئن

رہتا ہوں اور اُس کی خوبیاں بتاتا ہوں تو میرے بھکشوؤں میں سے جو لوگ مرگھٹ یا کوڑے کچرے کے ڈھیر یا بازاروں میں سے چیتھڑے جمع کرکے اُن سے اپنا لبادہ تیار کرتے ہیں میری تعظیم نہ کرتے اور نہ ہی میری سرپرستی قبول کرتے۔ کیونکہ میں کبھی کبھی گرہستھیوں کے دیئے ہوئے کپڑے سے لبادہ تیار کرکے پہنتا ہوں۔

اے اُدائے! اگر سنیاسی گوتم کے بھکشو صرف اس بنا پر اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اُس کی سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں کہ وہ ہر قسم کی بھکشا سے مطمئن رہتا ہے اور اُس کی خوبیاں بتاتا ہے تو میرے بھکشوؤں میں سے جو لوگ چھوٹے یا بڑے گھر کی تفریق کیئے بغیر ہر گھر سے بھکشا لیتے ہیں اور اسی پر مطمئن رہتے ہیں وہ میری تعظیم نہ کرتے اور نہ ہی میری سرپرستی قبول کرتے۔ کیونکہ میں کبھی کبھی گرہستھیوں کی دعوت پر عمدہ غذا بھی استعمال کر لیا کرتا ہوں۔

اے اُدائے! سنیاسی گوتم ہر قسم کی جائے رہائش میں بھی مطمئن رہتا ہے اور اس کی خوبیاں بتاتا ہے۔ اگر صرف اسی بنا پر میرے بھکشو میری تعظیم کرتے اور میری سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں تو میرے بھکشوؤں میں سے وہ لوگ جو پیڑ کے نیچے یا کھلے آسمان کے تلے رہتے ہیں اور سال بھر میں آٹھ ماہ تک کسی بھی ڈھکی ہوئی جگہ میں قدم نہیں رکھتے وہ میری تعظیم نہ کرتے۔ نہ انھیں میری سرپرستی میں رہنا قبول ہوتا۔ کیونکہ بعض اوقات میں بڑی بڑی خانقاہوں میں بھی رہتا ہوں۔

اے اُدائے! سنیاسی گوتم گوشہ نشین ہے اور گوشہ نشینی کی خوبیاں بتاتا ہے اگر صرف اسی لئے میرے بھکشو میرا احترام کرتے ہیں اور میری سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں تو میرے بھکشوؤں میں سے وہ لوگ جو جنگلوں میں رہتے ہیں اور پکھواڑے میں صرف ایک دن کے لئے جماعت میں آتے ہیں وہ میری تعظیم نہ کرتے اور نہ ہی میری سرپرستی میں رہنا قبول کرتے کیونکہ بعض اوقات میں بھکشوؤں، بھکشونیوں، عقیدت مند مردوں، عقیدت مند عورتوں، راجاؤں، وزیروں، دوسری جماعتوں کے رہنماؤں اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں سے ملتا رہتا ہوں۔

لیکن اے اُدائے! دوسری پانچ خوبیاں ایسی ہیں جن کی بنا پر میرے بھکشو میری تعظیم کرتے ہیں اور میری سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں۔

(۱) سنیاسی گوتم با اخلاق ہے۔

(۲) وہ سچے دھرم کا اپدیش کرتا ہے۔

(۳) وہ عالم ہے۔

(۴) اپنے بھکشوؤں کو وہ چار بنیادی صداقتوں کا درس دیتا ہے

(۵) روحانی ترقی کے مختلف ذرائع بتاتا ہے۔

ان پانچ خوبیوں کی بنا پر ہی سنیاسی گوتم کے بھکشو اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اُس کی سرپرستی میں رہنا چاہتے ہیں۔

بھکشو جماعت کے ساتھ رہتے ہوئے بھگوان کی روزانہ زندگی

تمام سادھو سنیاسیوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ بھگوان بدھ اپنی بھکشو جماعت میں کیسی تنظیم رکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا سُتّ سے ثابت ہوتا ہے کہ بھگوان جب دوسرے سادھو سنیاسیوں کے یہاں جاتے تھے تو اُن کے پیرو بھی بڑے امن وسکون کا اظہار کرتے تھے۔ بھگوان بُدھ کبھی کبھی گرہستھیوں کی کھانے کی دعوت اور کپڑا التنا قبول کر لیا کرتے تھے پھر بھی قلیل مقدار میں غذا کھانے، لباس اور غذا کی سادگی، گوشہ نشینی وغیرہ میں اُن کا بہت شہرہ تھا جب وہ بھکشو جماعت کے ہمراہ سفر کیا کرتے تھے تو بستی سے باہر کسی باغ وغیرہ میں قیام کرتے تھے تاکہ بھکشا وغیرہ کے سلسلے میں دِقّت نہ ہو۔ رات کو دھیان سمادھی ختم کر کے دوسرے پہر میں متذکرہ بالا طریقے سے سنگھ شِیا کرتے اور منھ اندھیرے اُٹھ کر چہل قدمی کرتے یا دوبارہ دھیان سمادھی میں مگن ہو جاتے۔

صبح کے وقت بھگوان اس گاؤں یا شہر میں عموماً تنہا ہی بھکشا لینے جاتے اور راستے میں یا بھکشا لیتے ہوئے موقع کے مطابق گرہستھیوں کو اُپدیش دیتے ”سِگالوواد سُتّ“ بھگوان نے دوران سفر ہی میں تیار کیا تھا۔ ”اور کسی بھار دواج سُتّ“ اور دیگر اسی قسم کے سُتّوں میں مندرج اپدیش اُنھوں نے بھکشا مانگنے کے دوران میں دیئے تھے۔

زندہ رہنے کے لئے ضروری غذا ملنے پر بھگوان بستی سے باہر جا کر کسی پیڑ کے نیچے یا ایسی ہی کسی دوسری مناسب جگہ پر بیٹھ کر اُسے کھاتے اور جائے قیام پر

واپس آکر تھوڑی دیر آرام کرکے دھیان سمادھی میں کچھ وقت گذارتے۔ شام کے وقت بستی کے گرہستھی لوگ اُن سے ملنے آتے اور اُن سے مذہبی معاملات میں تبادلۂ خیال کرتے جس دن گرہستھی لوگ نہیں آتے تھے۔ اُس دن عام طور سے بھگوان بُدھ اپنے ساتھ بھکشوؤں کو ہی اپنی تعلیمات کا درس دیا کرتے تھے۔

ایک دو دن کے قیام کے بعد بھگوان پھر سے سفر پر روانہ ہو جاتے اور اس طرح مشرق میں بھاگلپور اور مغرب میں کوروؤں کے کلماشدمبہ نامی شہر شمال میں ہمالیہ جنوب میں وندھیہ کے بیچ کے علاقے میں آٹھ ماہ تک بھکشوؤں کے ہمراہ گھومتے رہتے تھے۔

چوماسہ میں قیام

بھگوان بُدھ نے جب اپنی تعلیمات کی تبلیغ کا آغاز کیا اس وقت اُن کے بھکشو برسات کے موسم میں ایک مقام پر نہیں رہتے تھے۔ وہ چاروں طرف گھوم پھر تبلیغی کام کیا کرتے تھے لیکن دوسرے فرقوں کے بھکشو چونکہ برسات کے دنوں میں یکجا ہو کر ایک مقام پر رہتے تھے اس لئے عام لوگوں کو بودھ بھکشوؤں کا یہ طریقہ کچھ اچھا نہ لگا۔ وہ بودھ بھکشوؤں پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ اس پر اُن کے اطمینان کے لئے بھگوان بُدھ نے یہ اصول وضع کیا کہ بودھ بھکشو برسات کے زمانہ میں کم از کم تین ماہ تک ایک جگہ رہیں۔ لیکن مہاوگ کی اس کہانی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بھگوان نے واقعی ایسا کوئی اصول وضع کیا ہوگا۔ اول تو یہ کہ ہر فرقہ کے تمام افراد برسات کے زمانے

میں ایک جگہ پر نہیں رہا کرتے تھے۔ اور دوئم یہ کہ بھگوان کے وضع کردہ اس اصول میں بھی بہت سے جھول ہیں مثلاً چوروں کی وجہ سے یا اسی طرح کی کوئی اور تکلیف پیدا ہو جانے سے برسات کے زمانے میں بھکشو کسی دوسری جگہ پر جا سکتے ہیں۔

بھگوان بدھ نے جب اپنی تعلیمات کا تبلیغی سلسلہ شروع کیا اُس وقت وہ زیادہ مشہور نہیں تھے اس لیئے وہ یا اُن کی مختصر سی بھکشو جماعت کے افراد برسات کے دنوں میں ایک جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ جب اُن کا شہرہ چاروں طرف پھیل گیا۔ تب سب سے پہلے اناتھ پنڈک نے شراوستی کے قریب جیت بن میں اُن کے لیئے ایک بڑی خانقاہ بنوائی۔ اور کچھ عرصہ بعد وشاکا نامی اُن کی ایک پجارن نے اسی شہر کے پاس "پوروارام" نام کی ایک عظیم عمارت بنوا کر اُسے بھکشو جماعت کی نذر کر دیا۔ بھگوان بدھ اپنے بڑھاپے میں زیادہ تر انھیں دو جگہوں میں رہ کر چوماسہ گذارتے تھے۔ دوسرے مقامات کے عقیدت مندوں کی دعوت پر بھگوان بدھ برسات کا زمانہ گذارنے کے لیئے اُن کے یہاں بھی جاتے تھے۔ برسات کے زمانے کے لیئے لوگ بھکشوؤں کی خاطر جھونپڑیاں بنواتے تھے۔ بھگوان کے لیئے ایک الگ جھونپڑی ہوتی تھی۔ جسے "گندھ کٹی" کہا جاتا تھا۔

برسات کے زمانے میں قرب و جوار کے بودھ بھگت بدھ کے درشنوں کیلیئے آتے اور اُن کا اپدیش سُنتے۔ لیکن وہ ہر روز اپنے ساتھ بھکشا کا سامان نہیں لاتے تھے۔ بھکشوؤں اور بھگوان بُدھ کو بدستور بھکشا کے لیئے بستی میں جانا پڑتا تھا۔ گرہستھی لوگوں کے یہاں سے کھانے کی دعوت کبھی کبھی ہی ملتی تھی۔

بیمار بھکشوؤں کی پوچھ تاچھ

بھکشوؤں میں سے اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تو بھگوان بدھ دوپہر کو دھیان سمادھی پوری کر کے اس کی حالت دریافت کرتے اُس کے پاس جاتے ایک بار مہا کاشیپ راج گرہ کے قریب ایک گپھا میں بیمار تھا۔ اُس وقت بھگوان وینوبن میں مقیم تھے۔ شام کے وقت مہا کاشیپ کا حال چال دریافت کرنے کی غرض سے اس کے پاس بھگوان کے جانے کی کتھا "بوجھنگ سنیت" کے چودھویں ست میں آتی ہے اور پندرھویں ست میں ایک اور موقع پر بھگوان کے مہا موگلان کی تیمارداری کے بارے میں کتھا درج ہے۔ ان دونوں کو بھگوان نے سات "بودھیہ انگوں" کی یاد دلائی۔ اور اُس سے اُن کی بیماری جاتی رہی۔

وقتی گوشہ نشینی

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ بھگوان بدھ جب سفر میں ہوتے تھے یا چوماسہ گزارنے کے لئے کسی جگہ مقیم ہوتے تھے تو دوپہر کو ایک دو گھنٹے اور رات کے پہلے اور آخری پہر میں اپنا بہت سا وقت دھیان سمادھی میں گزارا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ "آنا پان سمرتی سنیت" کے نویں سُت میں یہ کہانی درج ہے کہ بھگوان بدھ ایک بار ویشالی کے قریب مہابن میں رہتے ہوئے پندرہ دن کے لئے گوشہ نشین ہوئے تھے صرف بھکشا لانے والے ایک بھکشو کو ہی اُن کے

پاس جانے کی اجازت تھی۔ اسی سُت کے گیارھویں سُت میں یہ ذکر ملتا ہے:

"ایک بار بھگوان اِچھانَنگل گاؤں کے قریب اِچھانَنگل بن میں رہتے تھے۔ وہاں بھگوان بھکشوؤں سے بولے۔" اے بھکشوؤ! میں تین ماہ کے لئے گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں میرے پاس بھکشا لانے والے بھکشو کے علاوہ اور کوئی نہ آئے۔"

ان تین ماہ کے بعد بھگوان خلوت گاہ سے باہر آئے اور بولے۔" اگر دوسرے فرقوں کے سادھو آپ سے پوچھیں کہ اس چوماسے میں بھگوان کون سی دھیان سمادھی کرتے رہے ہیں تو آپ ان سے کہئے کہ بھگوان آناپان سمرتی سمادھی[1] کرتے رہے ہیں۔"

متذکرہ بالا سُت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھگوان پندرہ دن تک آناپان سمرتی سمادھی کرتے تھے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگ اس سمادھی کی اہمیت سمجھ جائیں۔ پندرہ دن یا تین ماہ تک اس کا ریاض کرنے سے بھی انسان بیزار نہیں ہوتا اور اس سے جسم تندرست رہتا ہے۔

ایک اور موقع پر بھگوان کے بھکشو جماعت کو چھوڑ کر تنہا پاری لیک بن میں جا رہنے کا تذکرہ چھٹے باب میں آ ہی چکا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان کبھی کبھی ایسی جگہوں میں جا کر رہا کرتے تھے۔ جہاں اُنہیں کوئی نہ

---

[1] اس کا ذکر سمادھی والے باب میں آچکا ہے۔

جانتا ہو۔ لیکن جب چاروں طرف اُن کا شہرہ پھیل گیا اور لوگ انہیں پہچاننے لگے تو جماعت کے ساتھ رہتے ہوئے بھی کچھ عرصے کے لئے اُنھوں نے جماعت سے الگ تھلگ رہنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہوگا۔ لیکن اُن کی بیتنالیس سالہ تبلیغی زندگی میں ایسے مواقع زیادہ نہیں آئے۔

آج کل (سنہ ۱۹۴۰ء) کایا کلپ کا بہت بول بالا ہو گیا ہے۔ کسی شخص کو مہینہ ڈیڑھ مہینہ کیلئے کسی کمرے میں بند کر دیا جاتا ہے اور خاص قسم کی غذاؤں کے علاوہ اُسے طرح طرح کی دوائیں بھی دی جاتی ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح وہ شخص ازسرِ نو جوان ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے کایا کلپ کے ساتھ بھگوان بدھ کی گوشہ نشینی کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ کیونکہ بھگوان اس زمانے میں کسی قسم کی دوا استعمال نہیں کرتے تھے وہ تو صرف "آناپان سمرتی سمادھی" کا ریاض کیا کرتے تھے۔

طویل مدت کے لئے گوشہ نشین ہو جانے کی رسم سیلون، برما یا سیام میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ لیکن تبت میں آج بھی اس کا رواج ہے بلکہ کہیں کہیں تو اس میں انتہا پسندی بھی آگئی ہے۔ بعض تبتی لامہ سالہا سال کے لئے خود کو کسی غار یا گپھا میں بند کر لیتے ہیں اور تمام سمادھیاں مکمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بیماری

بھگوان کے بیمار ہونے کا ذکر بہت کم جگہوں پر ملتا ہے۔ ایک بار راج گرہ

کے پاس وہ وینوبن میں بیمار تھے۔ "بالوجھاگ سینت" کے سولھویں سُت میں یہ کتھا آتی ہے کہ اس وقت مہا چُند نے اُن کے کہنے پر اُنھیں سات "بودھ انگ" کہہ سُنائے اور اُس سے وہ تندرست ہو گئے۔

"دنے پٹک" کے "مہا وگ" میں لکھا ہے کہ ایک بار بھگوان کچھ علیل تھے اور جیوک کمار بھرتیہ نے اُنھیں جُلاب کی دوا دی تھی۔ "چل وگ" میں دیودت کی کتھا ہے کہ اُس نے گردھ کوٹ پہاڑ پر سے بھگوان کے اوپر ایک بہت بڑا پتھر پھینکا تھا۔ اُس کا ایک ٹکڑا بھگوان کے پیر میں لگا اور اُس سے بھگوان بیمار ہو گئے۔ اس خوف سے کہ بھگوان کو دیودت جان سے نہ مار دے کچھ بھکشوؤں نے بھگوان کی قیام گاہ کے چاروں طرف پہرہ دینا شروع کر دیا اُن کی ہل چل دیکھ کر بھگوان نے آنند سے پوچھا۔ "یہ بھکشو یہاں کیوں گھوم رہے ہیں؟" آنند نے جواب دیا۔ "محترم! یہ بھکشو یہاں اس لئے پہرہ دے رہے ہیں کہ آپ کے جسم کو کوئی شخص تکلیف یا نقصان نہ پہنچا سکے۔"

بھگوان نے آنند کے ذریعہ ان بھکشوؤں کو اپنے پاس بُلایا اور کہا۔ "میرے جسم کی حفاظت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے شاگرد میری حفاظت کریں۔ اس لئے یہاں پہرہ دینے کے بجائے تم لوگ اپنے کاموں پر چلے جاؤ۔"

"دنے پٹک" کی ان کتھاؤں کی "سُت پٹک" میں کہیں بنیاد نہیں ملتی۔ جُلاب کی دوا والی بات تو بالکل معمولی ہے اور دیودت والی کہانی، ممکن ہے دیودت کو انتہائی ذلیل ثابت کرنے کے لئے گھڑ لی گئی ہو۔ وہ سچی بھی ہو جب بھی

ایسا نہیں لگتا کہ اس زخم سے بھگوان بہت دنوں تک بیمار رہے ہوں۔ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی بیماریوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ بُدھ ہونے کے بعد بھگوان عام طور پر تندرست رہتے تھے۔

تندرستی کا سبب

بھگوان بُدھ اور اُن کے شاگرد ہر قسم کے لوگوں کی دی ہوئی بھکشا لیتے تھے اور دن میں ایک بار کھانا کھاتے تھے اس کے باوجود اُن کی صحت اچھی رہتی تھی اور چہرہ خوش و خرم دکھائی دیتا تھا۔ اُس کا ثبوت "دیوتا سنیت" (وگ ۱، ست ۱۰) کے حسب ذیل مکالمے میں ملتا ہے،

(سوال) جنگل میں رہتے ہیں۔ نفس کشی کرتے ہیں اور صرف ایک بار کھانا کھاتے ہیں اس کے باوجود سادھوؤں کے چہرے کیوں کر خوش و خرم رہتے ہیں؟

(جواب) اُنھیں ماضی کا غم نہیں مستقبل کے بارے میں وہ اُلٹی سیدھی نہیں ہانکتے اور حال سے مطمئن ہیں۔ اسی لئے اُن کے چہرے خوش و خرم رہتے ہیں۔

آخری بیماری

بھگوان بدھ کی آخری بیماری کا ذکر "مہاپری نبان سُت" میں ملتا ہے اس سال برسات سے پہلے بھگوان راج گرہ میں تھے، وہاں سے بڑی

بھکشو جماعت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ ویشالی پہنچے وہاں خود تو چوماسہ گزارنے کے لئے بیلو نامی گاؤں میں رہے اور بھکشوؤں کو اُن کی سہولت کے مطابق ویشالی کے آس پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ اس برسات میں بھگوان بہت بیمار ہو گئے لیکن اُنھوں نے اپنے ہوش وحواس مختل نہیں ہونے دیئے۔ بھکشو جماعت کو دیکھے بغیر پری نروان حاصل کرنا اُنھیں مناسب معلوم نہ ہوا۔ لہٰذا اُنھوں نے اپنی عمر میں کچھ دنوں کا اضافہ کر لیا۔ اس بیماری سے جب بھگوان نکل آئے تو آنند اُن سے بولا۔" محترم! یہ دیکھ کر میں خوش ہوں کہ آپ تندرست ہو گئے ہیں۔ آپ کی اس بیماری سے میرا دل ڈول گیا تھا۔ مجھے کچھ بھی نہیں سوجھتا تھا۔ اور آپ کی تعلیمات بھی بھولنے لگی تھیں پھر بھی مجھے اُمید تھی کہ بھکشو جماعت کو آخری اپدیش دیئے بغیر بھگوان کا پری نروان نہیں ہوگا۔"

بھگوان: اے آنند! بھکشو جماعت مجھ سے کون سی باتیں جاننے کی خواہش مند ہے؟ میں نے بڑی تفصیل سے اپنی تعلیمات بتا دی ہیں کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ بھکشو جماعت کا قائد بنے اور بھکشو جماعت اُس کے زیرِ سایہ رہے وہی بھکشو جماعت کو کچھ آخری باتیں بتائے گا لیکن اے آنند! بُدھ کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ بھکشو جماعت کا قائد بنے اور بھکشو جماعت اُس کے زیرِ سایہ رہے لہٰذا بُدھ بھکشو جماعت کو آخری طور سے کیا کہہ سکتا ہے، اے آنند! اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ میری عمر اسّی برس کی ہو گئی ہے۔ ٹوٹا پھوٹا چھکڑا جس طرح بانس کے ٹکڑے

جوڑ دینے سے کسی طرح گھسٹتا رہتا ہے اسی طرح جوں توں میرا جسم گھسٹ رہا ہے جس وقت میں نرودھ (ضبط، انسداد) سمادھی کا ریاض کرتا ہوں اُسی وقت میرے جسم کو کچھ اچھا لگتا ہے۔ اس لئے آنند! اب تم لوگ خود کفیل بنو، روح پر مدار رکھو، دھرم پر مدار رکھو، روح کی پناہ میں جاؤ، دھرم کی پناہ میں جاؤ۔"

ایسی حالت میں بھی بھگوان بیلو گاؤں سے ویشالی لوٹ گئے۔ وہاں آنند کو بھیج کر اُنھوں نے بھکشو جماعت کو مہابن میں جمع کیا اور بہت سے اپدیش دیئے۔ اس کے بعد بھگوان بھکشو جماعت کے ہمراہ ہستی گرام، بھانڈ گرام، آمر گرام، جنبو گرام، بھوگ نگر وغیرہ مقامات کا سفر کرتے ہوئے پادا نامی نگری میں چُنید لوہار کے آمر بن میں جا مقیم ہوئے۔ چُنید نے بھگوان اور بھکشو جماعت کو اپنے یہاں کھانے پر مدعو کیا۔ چُنید نے جو پکوان تیار کروائے اُن میں "سوکر مدھو" نام کی ایک چیز بھی تھی۔ اُس کے کھاتے ہی بھگوان شدید پیچش میں مبتلا ہو گئے پھر بھی تمام تر درد و کرب برداشت کرتے ہوئے اُنھوں نے ککُتھا اور ہرنیہ وتی نامی دو ندیاں عبور کر کے کُشی نارا تک سفر کیا۔ وہاں ملّوں کے شال بن میں اُس رات کے آخری پہر میں بھگوان بُدھ کا پری نروان ہوا اور یوں بھگوان کی انتہائی کار آمد زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

ضمیمہ نمبر ۱

گوتم بدھ کی سوانح عمری میں جوڑے ہوئے

"مہاپدان سُت" کے حصّے

"اپدان" (سنسکرت "اودان") کے معنی ہیں نیک زندگی۔ اس اعتبار سے مہاپدان کے معنی ہوئے عظیم شخصیتوں کی نیک زندگیاں۔ "مہاپدان ست" کے شروع میں گوتم بُدھ سے پہلے کے چھ بُدھوں اور گوتم بُدھ کے مختصر حالات زندگی بیان کیئے گئے ہیں۔ گوتم بُدھ سے پہلے سکھی، وِسّبی، وِیسبھو، ککوسنگھ، کرناگن" اور کسپ یہ چھ بُدھ ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے تین کھشتری تھے اور باقیماندہ تین برہمن۔ اُن کے گوت، عمر، ان پیڑوں کے نام جن کے نیچے بیٹھ کر وہ بُدھ ہوئے اُن کے دو ممتاز شاگرد، اُن کے بھکشوؤں کی تعداد، اُن کے خدمت گذار بھکشو، والدین، اُس زمانے کا راجا اور راجدھانی وغیرہ سے متعلق معلومات اس سُت کے شروع میں درج ہیں اور پھر وِپسّی بُدھ کے سوانح بڑی

تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں ان سوانح کے جو حصے گوتم بدھ کی سوانح عمری میں شامل کر دیے گئے ہیں اُن کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱)

بھگوان بولے : "اے بھکشوؤ ! اس سے پہلے کے اکیانویں ٹجگ میں اعلیٰ و اشرف وپسّی بھگوان نے اس دُنیا میں جنم لیا۔ وہ ذات سے کھشتری اور گوت سے کونڈنیہ تھا۔ اس کی عمر اسّی ہزار برس کی تھی وہ پاٹلی پیڑ کے نیچے بُدھ ہوا۔ کھنڈ اور تِسّ نامی اُس کے دو ممتاز شاگرد تھے اُس کے شاگردوں کی تین جماعتیں تھیں پہلی جماعت میں اڑسٹھ لاکھ، دوسری میں ایک لاکھ اور تیسری میں اسّی لاکھ شاگرد تھے۔ اشوک نامی بھکشو اُس کا خاص خدمت گزار تھا۔ بندھما نامی راجا باپ تھا۔ بندھومتی نامی رانی ماں تھی اور بندھما راجا کی راجدھانی کا نام بندھومتی تھا۔

(۲)

(۱) اور بھکشوؤ ! وپسّی بودھی ستو دیولوک سے معزول ہوکر ہر اعتبار سے ذی ہوش و ذی شعور ہوکر ماں کی کوکھ میں داخل ہوا۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۲) بھکشوؤ ! جب بودھی ستو دیولوک سے معزول ہوکر ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تب دیوتا، کام دیو، برہما، سادھوؤں، برہمنوں اور عام انسانوں سے بھری ہوئی اس

دُنیا میں چاروں طرف نور ہی نور بکھر جاتا ہے۔ مختلف دُنیاؤں کے درمیان جس سرزمین میں ازل سے تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور جہاں چاند اور سورج کی بھی کوئی کرن نہیں پہنچ پاتی۔ اس علاقے میں بھی چاروں طرف نور ہی نور بکھر جاتا ہے اور اس نور کی مدد سے وہاں کے جاندار ایک دوسرے کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ اُن کے علاوہ دوسرے جاندار بھی وہاں موجود ہیں۔ یہ دس ہزار دُنیائیں ڈولنے لگتی ہیں اور ان تمام دُنیاؤں میں دیوتاؤں کے اثر سے پیدا ہونے والے نور سے بھی زیادہ تیز نور بکھر جاتا ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۳) بھکشوؤ! یہ ایک فطری اصول ہے کہ جب بودھی ستو ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں کو انسانوں یا غیر انسانوں کی دسترس سے محفوظ رکھنے کیلئے چار دیوتا اس کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں۔

(۴) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں فطری طور پر بلند اخلاق ہوتی ہے وہ قتل چوری، بدفعلی، دروغ گوئی اور شراب نوشی سے بلند و بالا ہوتی ہے ـــــــ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۵) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں کے دل میں کسی بھی مرد کے تئیں شہوانی جذبہ پیدا

نہیں ہوتا اور کوئی بھی مرد شہوانی جذبہ کے تحت بودھی ستو کی ماں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۶) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں کو پانچ سُکھ حاصل ہوتے ہیں اور وہ ان سکھوں سے محظوظ ہوتی ہے یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۷) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی ماں کو کسی طرح کا کوئی روگ نہیں ہوتا۔ وہ خوش وخرم رہتی ہے اور اپنی کوکھ میں رہنے والے سب گن پورے بودھی ستو کو دیکھتی ہے جیسے کوئی ہشت پہلو ہیرا تراش کر اس میں نیلا، زرد، سُرخ یا سفید دھاگہ پرو دینے سے وہ ہیرا اور وہ دھاگہ آنکھوں والے شخص کو صاف طور پر دکھائی دیتا ہے ویسے ہی بودھی ستو کی ماں اپنی کوکھ کے بودھی ستو کو صاف طور پر دیکھتی ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۸) بھکشوؤ! بودھی ستو کی پیدائش کے بعد ساتویں روز اس کی ماں چل بستی ہے اور پھر دیولوک میں جنم لیتی ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۹) بھکشوؤ! جس طرح عام عورتیں نویں یا دسویں مہینے بچے کو جنم دیتی ہیں اس طرح بودھی ستو ماں کی ماں جنم نہیں دیتی دس مہینے مکمل ہو جانے کے بعد ہی بودھی ستو کو جنم دیتی ہے یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۰) بھکشوؤ! دوسری عورتیں جس طرح بیٹھی یا لیٹی ہوئی حالت میں بچے کو جنم دیتی ہیں بودھی ستو کی ماں اس طرح جنم نہیں

دیتی۔ وہ کھڑے کھڑے بودھی ستو کو جنم دیتی ہے۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۱) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ سے باہر نکلتا ہے تو سب سے پہلے اُسے دیوتا اُٹھاتے ہیں اور پھر انسان۔ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۲) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ سے باہر نکلتا ہے تو زمین پر پڑنے سے پہلے ہی دیوتا اُسے اُٹھا لیتے ہیں اور اس کی ماں کے سامنے رکھ کر کہتے ہیں: "دیوی! خوش ہو کہ تیرے یہاں عظیم المرتبت بیٹے نے جنم لیا ہے ...." یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۳) بھکشوؤ! بودھی ستو جب ماں کی کوکھ سے باہر نکلتا ہے تو وہ خون وغیرہ کسی قسم کی گندگی سے لت پت نہیں ہوتا وہ تو بالکل صاف و پاک حالت میں باہر آتا ہے بھکشوؤ! کسی ریشمی کپڑے پر اگر کوئی قیمتی ہیرا رکھا ئے تو نہ تو وہ ہیرا اس کپڑے کو میلا کرتا ہے، نہ کپڑا ہیرے کو، کیوں کہ وہ دونوں پاک و صاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بودھی ستو جب باہر آتا ہے تو وہ تمام آلودگیوں سے پاک ہوتا ہے، یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۴) بھکشوؤ! بودھی ستو جب ماں کی کوکھ سے باہر آتا ہے تو آسمان سے پانی کی دو دھارائیں نیچے آتی ہیں۔ اُن میں سے ایک سرد اور دوسری گرم ہوتی ہے۔ یہ دھارائیں بودھی ستو اور

اُس کی ماں کو دھو ڈالتی ہیں ـــــ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۵) بھکشوؤ! پیدا ہوتے ہی بودھی ستو اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر شمال کی طرف سات قدم چلتا ہے اُس وقت اُس پر سفید چھتر تانا جاتا ہے اور چاروں طرف نگاہ ڈال کر وہ گرجتا ہے" میں دُنیا کا پیشوا ہوں، افضل ہوں۔ یہ میرا آخری جنم ہے۔ میں دوبارہ پیدا نہیں ہوں گا۔" ـــــ یہ ایک فطری اصول ہے۔

(۱۶) بھکشوؤ! جب بودھی ستو ماں کی کوکھ سے باہر نکلتا ہے تب دیوتا، کام دیو، برہما..... "(تفصیل ۲ کے مطابق)

(۳)

"بھکشوؤ! وپسی راجکمار کے پیدا ہوتے ہی راجا بندھما کو خبر دی گئی کہ" مہاراج! راجکمار نے جنم لیا ہے! مہاراج چل کر اُسے دیکھیں"۔ بھکشوؤ! راجا بندھما نے وپسی راجکمار کو دیکھا اور جیوتشی برہمنوں کو بُلا کر اُس کی جسمانی علامتیں دیکھنے کو کہا۔

جیوتشی بولے۔" مہاراج خوشیاں منائیے، آپ کے یہاں عظیم المرتبت بیٹے نے جنم لیا ہے۔ یہ آپ کی انتہائی خوش بختی ہے کہ آپ کے یہاں ایسا بیٹا ہوا ہے۔ اُس میں برتر انسانوں کی بتیس علامتیں ہیں۔ ایسے عظیم تر انسان کی صرف دو شخصیتیں ہو سکتی ہیں، تیسری نہیں ہو سکتیں۔ وہ اگر گرہستھ آشرم میں رہے تو دھرم راجا، چاروں سمندروں سے گھری ہوئی زمین کا مالک

اپنی سلطنت میں امن وسکون قائم کرنے والا، سات رتنوں سے مزین چکرورتی راجا بنتا ہے۔ اس کے سات رتن یہ ہوتے ہیں:
۱۔ چکررتن (چکرورتی راجا کا علامتی چکر) (۲) منی رتن (ہاتھی)
(۳) اشورتن (گھوڑے) (۴) منی رتن (دھن دولت)
(۵) استری رتن (عورتیں) (۶) اگرہپتی رتن (نوکر چاکر)
(۷) پری نائیک رتن (پردھان منتری) اس کے ایک ہزار سے بھی زیادہ دشمن کی فوج کا مقابلہ کرنے والے بہادر بیٹے ہوتے ہیں۔ وہ سمندر تک پھیلی ہوئی اس زمین کو ہتھیاروں کے بغیر صرف دھرم کے ذریعہ فتح کرکے اس پر حکومت کرتا ہے لیکن اگر وہ سنیاس لے لے تو اس کے ہاتھوں دُنیا پار اُترتی ہے۔
مہاراج سنئے! وہ بتیس علامتیں کونسی ہیں:
۱۔ یہ راجکمار بودھی ستو ہے۔
۲۔ اس کے پیر کے تلوے میں ہزار آروں، چکروں اور اُن کے دھروں سے آراستہ ہر پہلو سے جامع اور مکمل چکر ہے۔
۳۔ اُس کی ایڑیاں لمبی ہیں۔
۴۔ اُنگلیاں لمبی ہیں۔
۵۔ ہاتھ پاؤں نرم و نازک۔
۶۔ جالے کے مانند ہیں۔
۷۔ پاؤں کے ٹخنے نکیلے اور گول ہیں۔

۸۔ رانیں ہرنی کی رانیں ایسی ہیں۔
۹۔ کھڑی حالت میں بغیر جھکے یہ اپنی ہتھیلیوں سے اپنے گھٹنے چھو سکتا ہے۔ اُنھیں سہلا سکتا ہے۔
۱۰۔ اُس کے خفیہ اعضا کپڑوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔
۱۱۔ اس کا چہرہ کندن کی طرح دمکتا ہے۔
۱۲۔ چمڑی پتلی ہونے کی وجہ سے جسم پر دھول نہیں جم سکتی۔
۱۳۔ اس کے ہر مسام میں صرف ایک بال اُگا ہوا ہے۔
۱۴۔ اس کے بال اوپر کو اُٹھے ہوئے نیلے، سرمئی، گھنگریالے اور داہنی طرف کو جھکے ہوئے ہیں۔
۱۵۔ اُس کا جسم ملائم ہے۔
۱۶۔ اُس کے جسم کے سات حِصّے ٹھوس ہیں۔
۱۷۔ اُس کے جسم کا اگلا نصف حصہ شیر کے اگلے حصہ کی طرح ہے۔
۱۸۔ اُس کے کندھوں کے اوپر کا حصہ مضبوط ہے۔
۱۹۔ یہ برگد کے پیڑ کی طرح متوازن ہے جتنی اس کی اونچائی اتنی ہی گولائی اور جتنی گولائی اتنی ہی اونچائی ہے۔
۲۰۔ اُس کے کندھے یکساں طور پر مُڑے ہوئے ہیں۔
۲۱۔ اُس کا ذائقہ اعلیٰ ہے۔
۲۲۔ ٹھوڑی شیر کی ٹھوڑی کے مانند ہے۔
۲۳۔ اُس کے چالیس دانت ہیں۔

۲۴۔ وہ سیدھے ہیں۔
۲۵۔ اوبڑ کھابڑ نہیں ہیں۔
۲۶۔ سفید ہیں۔
۲۷۔ اس کی زبان لمبی ہے۔
۲۸۔ اس کی آواز کرویک پرندے کی سی ہے۔
۲۹۔ اُس کی آنکھوں کے ڈھیلے نیلے ہیں۔
۳۰۔ اس کی پلکیں گائے کی پلکوں کی مانند ہیں۔
۳۱۔ اُس کی بھوؤں میں ملائم روئی کے ریشوں کے مانند سپید روئیں اُگے ہوئے ہیں۔
۳۲۔ اس کا ماتھا بیچ میں سے اونچا ہے۔

(۴)

پھر اے بھکشوؤ! بندھماراجا نے وِپسّی راجکمار کے لئے تین محل تعمیر کروائے۔ ایک برسات کے لئے ایک جاڑے کے لئے اور ایک گرمی کے زمانے کے لئے۔ ان محلوں میں ہر طرح کا عیش و عشرت کا سامان مہیا کر دیا گیا۔ بھکشوؤ! برسات کا زمانہ گذارنے کے لئے جو محل تعمیر کیا گیا تھا۔ وِپسّی کمار برسات کے چار مہینوں میں سے ایک دن بھی اس محل سے باہر نہ نکلتا تھا اور دن رات رقص و سرود سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

(۵)

اور بھکشوؤ! سینکڑوں، ہزاروں برس کے بعد وپسّی کمار رتھ بان کو بلا کر بولا ۔" اے رتھ بان! ہمارے لئے بہت عمدہ قسم کا رتھ حاضر کرو۔ ہم قدرت کے حسین مناظر دیکھنے کیلئے باغ میں جائیں گے۔" رتھ بان نے رتھ تیار کیا۔ اور وپسّی کمار رتھ میں بیٹھ کر باغ کی طرف چل دیا۔ راستے میں ایک جگہ ایک انتہائی ناتوان، لکڑی کے سہارے کانپ کانپ کر چلتے ہوئے ایک ضعیف العمر شخص کو دیکھ کر اُس نے رتھ بان سے کہا۔" اس شخص کی حالت ایسی کیوں ہے؟ اس کے بال اور جسم تو اوروں کی طرح کے نہیں ہیں۔"

رتھبان: مہاراج! یہ شخص بوڑھا ہے۔

وپسّی: اے رتھ بان! بوڑھا کسے کہتے ہیں؟

رتھ بان: بوڑھا اُسے کہتے ہیں مہاراج! جسے عنقریب مرجانا ہوتا ہے۔

وپسّی: تو کیا میں بھی اسی طرح بوڑھا ہوں گا؟

رتھ بان: مہاراج! ہم سب اسی طرح بوڑھے ہوں گے۔

وپسّی: تو پھر اے رتھ بان! اب ہمیں باغ کی طرف نہیں جانا ہے، چلو، واپس راج محل میں لے چلو۔

رتھ بان: بہت بہتر مہاراج۔

یہ کہہ کر رتھ بان رتھ کو واپس لے آیا۔ محل میں جا کر وپسّی کمار بڑی مغموم حالت میں سوچنے لگا۔ اس جنم پر لعنت ہے جس سے بڑھاپا پیدا ہوتا ہے،

راجا بندھما نے رتھ بان کو بلا کر پوچھا۔ "اے رتھ بان! کیا راجکمار باغ میں جا کر خوش ہوا؟ اُسے کچھ لطف آیا؟"

رتھ بان: نہیں مہاراج!

راجا: کیوں؟ اُس نے باغ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کیا دیکھا؟

رتھ بان نے سارا قصہ کہہ سنایا اُسے سُن کر راجا نے وپستی راجکمار کے لیے عیش و عشرت کا مزید سامان فراہم کر دیا تاکہ وہ سنیاسی نہ بنے۔ وپستی کمار پھر سے اس عیش و عشرت کی زندگی میں مگن ہو گیا۔

اور پھر کئی سو یا سینکڑوں ہزاروں برس کے بعد وپستی کمار پھر سے باغ کی سیر کو نکلا۔ راستہ میں اُس نے ایک ایسا شخص دیکھا جو بے حد بیمار تھا، جو اپنی ہی غلاظت میں لوٹ رہا تھا۔ اور جس کے کپڑے وغیرہ سنبھالنے کا کام دوسرے لوگ کر رہے تھے۔ اُسے دیکھ کر وہ رتھ بان سے بولا۔ "اسے کیا ہوا ہے؟ اس کی آواز اور آنکھیں دوسروں کی سی نہیں ہیں؟"

رتھ بان: یہ مریض ہے۔

وپستی: مریض کیا ہوتا ہے؟

رتھ بان: مریض وہ ہوتا ہے جو حسبِ سابق زندگی نہیں گزار سکتا۔

وپستی: اے رتھ بان! کیا میں بھی مریض ہو سکتا ہوں؟

رتھ بان: مہاراج! ہم سب مریض ہو سکتے ہیں۔

دلیپی: تو پھر ہمیں باغ میں نہیں جانا ہے۔ رتھ کو محل واپس لے چلو۔
رتھ بان رتھ کو واپس محل میں لے آیا۔ وہاں راجکمار بڑی
مغموم حالت میں سوچنے لگا۔ اس جنم پر لعنت ہے جس کی وجہ
سے انسان مریض ہو جاتا ہے۔
رتھ بان سے راجا بندھما کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے
راجکمار کے لئے عیش و عشرت کے اور بھی زیادہ سامان فراہم
کر دیئے۔ تاکہ وہ راج پاٹ چھوڑ کر سنیاس نہ لے لے۔
اور بھکشوؤ! سینکڑوں ہزاروں برس کے بعد
دلیپی کمار پہلے ہی کی طرح تیاری کر کے باغ کی سیر کو روانہ ہوا۔
راستہ میں اُس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ رنگ برنگے
کپڑوں کی ایک پالکی تیار کر رہے ہیں۔ اُس نے رتھ بان سے پوچھا
"یہ لوگ رنگ برنگے کپڑوں کی پالکی کیوں تیار کر رہے ہیں۔"
رتھ بان: مہاراج! وہاں کوئی مُردہ ہے۔ (اس لئے)
دلیپی: تو پھر اس مُردے کے پاس رتھ لے چلو۔
رتھ بان حکم کے مطابق اس جگہ رتھ لے گیا۔ مُردے کو دیکھ کر دلیپی کمار
نے پوچھا تو اے رتھ بان! مُردہ کسے کہتے ہیں؟
رتھ بان: مُردہ اُسے کہتے ہیں جو اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیزوں کو
دکھائی نہیں دے گا اور وہ خود بھی اُنھیں نہیں دیکھ سکے گا۔
دلیپی: اے رتھ بان! کیا کبھی میں بھی مُردہ ہو جاؤں گا؟ کیا راجا اور رانی

اور دوسرے رشتہ داروں کو دکھائی نہیں دوں گا اور کیا میں بھی اُنھیں نہیں دیکھ سکوں گا۔

رتھ بان: ہاں مہاراج!

وِپسّی: تو پھر اب ہمیں باغ میں نہیں جانا ہے رتھ کو واپس محل میں لے چلو۔

حکم کے مطابق رتھ بان رتھ کو واپس محل میں لے گیا۔ وہاں وپسّی کمار بڑی مغموم حالت میں سوچنے لگا کہ اس جنم پر لعنت جو بڑھاپے، امراض اور موت کا باعث بنتا ہے۔

جب بندھُما راجا کو رتھ بان سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے راجکمار کے لئے عیش وعشرت کے مزید سامان فراہم کر دیئے ... وغیرہ

اور بھکشوؤ! سینکڑوں ہزاروں برس کے بعد وپسّی راجکمار اسی طرح پوری تیاریوں کے ساتھ باغ کی سیر کو نکلا۔ راستہ میں ایک سنیاسی کو دیکھ کر وہ رتھ بان سے بولا "اے رتھ بان! یہ کون شخص ہے؟ اس کا سر اور لباس دوسروں ایسا کیوں نہیں ہے؟"

رتھ بان: مہاراج! یہ سنیاسی ہے۔

وِپسّی: سنیاسی کیا ہوتا ہے؟

رتھ بان: سنیاسی وہ ہوتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ دھرم پر چلنا اچھا ہے توازن برقرار رکھنا اچھا ہے، نیک عمل کرنا اچھا ہے دوسروں پر رحم وکرم کرنا اچھا ہے۔

وِپسّی: تو پھر رتھ اس کے پاس لے چلو۔

رتھ بان سنیاسی کے پاس رتھ لے گیا۔ اور بولا "تم کون ہو؟
تمھارا سر اور لباس دوسروں ایسا نہیں ہے۔"
سنیاسی: مہاراج! میں سنیاسی ہوں میرا عقیدہ ہے کہ دھرم پر چلنا۔
توازن برقرار رکھنا، نیک عمل کرنا اور دوسروں پر رحم و کرم کرنا اچھا ہے۔
"ٹھیک ہے۔" کہہ کر وپسی کمار رتھ بان سے بولا۔ "اے رتھ بان!
تم رتھ لے کر محل کو لوٹ جاؤ۔ میں بال اور ڈاڑھی مونچھ منڈوا کر
اور گیروے کپڑے پہن کر سنیاس لیتا ہوں۔"
رتھ بان رتھ کو واپس لے گیا اور وپسی راجکمار نے وہیں
سنیاس لے لیا۔

(۶)

اے بھکشوؤ! وپسی بودھی ستو جب تنہائی میں طرح طرح کے
مسائل پر غور کر رہا تھا۔ تب اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ لوگوں
کی حالت بڑی قابل رحم ہے، وہ پیدا ہوتے ہیں، بوڑھے ہوتے ہیں
لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس دکھ سے کیونکر چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا
ہے وہ یہ بات کب جانیں گے؟
اے بھکشوؤ! وپسی بودھی ستو اس بات پر غور کرنے لگا کہ
بڑھاپا اور موت کیونکر پیدا ہوتے ہیں؟ تب اس نے اپنی نگاہِ دور رس
سے جانا کہ جنم ہونے سے آدمی بوڑھا بھی ہوتا ہے اور اس کی بھی موت
ہوتی ہے اور جنم کیسے ہوتا ہے؟ تخلیق سے تخلیق گرفت سے، گرفت

تشنگی سے، تشنگی احساس سے، احساس اتصال سے، اتصال چھ صوبوں یا حواس سے، حواس مادی خصوصیات سے، مادی خصوصیات ہوش سے، ہوش قوت اور رجحان سے اور قوت اور رجحان جہل سے پیدا ہوتے ہیں۔

وپسی بودھی ستو نے یہ اصل الاصول سلسلہ وار جان لیے اس طرح اُس نے یہ بھی جان لیا کہ جنم سے تو بڑھاپا اور موت نہیں آتے تخلیق نہ ہو تو جنم نہیں ہوتا۔ قوت اور رجحان نہ ہو تو ہوش نہیں ہوتا اور یوں اُس نے علم الحقائق حاصل کر لیا۔

(۷)

اور بھکشوؤ! بدھ ہونے کے بعد وپسی بھگوان کے دل میں اپنی تعلیمات کی تبلیغ کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اُسے لگا کہ اس کی تعلیمات ہر کس و ناکس کی سمجھ سے بالاتر ہیں اُسے صرف کوئی عالم و فاضل شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔ اگر میں اپنی تعلیمات کی تبلیغ کروں اور لوگ اُسے نہ سمجھ سکیں تو اُس سے مجھی کو تکلیف ہوگی مجھی کو دُکھ ہوگا۔

اور بھکشوؤ! وپسی بھگوان کے ذہن میں اچانک حسب ذیل خیالات پیدا ہوئے جو پہلے کبھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

جو کچھ میں نے بڑی کوششوں کے بعد حاصل کیا ہے، اُسے دوسروں کو نہیں بتانا چاہیے۔

حسد و بغض سے بھرے ہوئے لوگ ان تعلیمات کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتے۔

یہ دھرم وقت کے دھارے کے خلاف اور نہایت دقیق ہے، اُسے نفس پرستی کے اندھیرے میں گھرے ہوئے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

اے بھکشوؤ! اس خیال سے وِپسی بھگوان کا دل دھرم کا اپدیش دینے کے بجائے گوشہ نشینی کی طرف مائل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر مہابرہما اپنے دل میں بولا "دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی ——— کیونکہ وِپسی بھگوان دھرم کا اُپدیش دینے کے بجائے گوشہ نشین ہونا چاہتے ہیں"

لہٰذا اے بھکشوؤ! جتنی دیر میں کوئی طاقتور شخص پھیلے ہوئے ہاتھ کو سکیڑ لیتا ہے اور سکڑے ہوئے ہاتھ کو پھیلا دیتا ہے اتنی دیر میں ہی مہابرہما برہم لوک سے اتر کر وِپسی بھگوان کے روبرو ظاہر ہو گیا اور اپنا داہنا گھٹنا زمین پر ٹیک کر اور ہاتھ جوڑ کر بھگوان سے بولا "بھگوان! دھرم کا اُپدیش کرو ——— جلد از جلد دھرم کا اُپدیش کرو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی آنکھیں دھول سے بھری ہوئی نہیں ہیں۔ وہ اس لئے تباہ ہو رہے ہیں کہ انھیں اپدیش سننے کو نہیں ملتا۔"

وِپسی بھگوان نے تین بار اپنا گوشہ نشینی اختیار کرنے کا خیال ظاہر کیا اور برہم دیو نے تینوں بار اپنی یہی درخواست دہرائی کہ "دھرم کا اُپدیش کرو"۔ تب بھگوان نے برہم دیو کی اس درخواست اور دنیا

کی نجات کے خیال سے متاثر ہو کر دُنیا کی طرف دیکھا اور اُسے ایسے انسان دکھائی دیے جن کی آنکھوں میں دھول قدرے کم تھی اور ایسے بھی جن کی آنکھیں دھول سے پٹی ہوئی تھی۔ ایسے بھی جن کے اعضا سخت اور کھردرے تھے اور ایسے بھی جن کے نرم و نازک تھے۔ انسان اچھی شکل وصورت کے بھی تھے اور بُری شکل وصورت کے بھی۔ ایسے بھی جنہیں آسانی سے سمجھایا جا سکتا تھا اور ایسے بھی جنہیں سمجھانا بہت مشکل تھا۔ بعض آئندہ زندگی اور دوسری دُنیا کے خوف میں مبتلا تھے ——— جس طرح کنول کے پھولوں سے بھرے تالاب میں کچھ کنول پانی میں ڈوبے رہتے ہیں، کچھ پانی کی سطح پر ہوتے ہیں اور کچھ سطح سے اوپر اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وسّی بھگوان نے مختلف انسانوں کو دیکھ لیا۔

اور بھکشو! وسّی بھگوان کے دل کی بات بھانپ کر برہم دیو نے کہا "جس طرح کسی اونچی چٹان پر کھڑے ہو کر آس پاس کے لوگوں کو دیکھا جاتا ہے اسی طرح عقل و شعور کی بلندی پر سے چاروں طرف دیکھنے والے تم حیات و ممات کے چکر میں پھنسی ہوئی جنتا کو دیکھو۔"

"اے بہادر! اُٹھو، تم نے جنگ جیت لی تم ایسے سوداگر ہو جس کے سر پر سے قرض کا بوجھ اُتر چکا ہے لہٰذا اب دُنیا میں گھومو پھرو بھگوان! دھرم کا اپدیش کرو، سمجھنے والے ضرور ہوں گے۔"

اور بھکشوؤ۔! دِلیپی بھگوان نے برہم دیو کو جواب دیا:
"جنہیں دھرم کا اُپدیش سُننے کی خواہش ہے اُن کے
لئے نجات کے دروازے کھل گئے ہیں۔"
اے برہم دیو! میں نے لوگوں کو اس اعلیٰ وارفع دھرم
کا اُپدیش اس لئے نہیں دیا تھا کہ اس سے تکلیف ہوگی۔"
اور بھکشوؤ! یہ جان کر کہ وِلیپی بھگوان نے دھرم کا اُپدیش دینے
کا وعدہ کر لیا ہے وہ مہا برہما بھگوان کو پرنام کر کے اور بطورِ عقیدت
بھگوان کے چاروں طرف گھوم کر معدوم ہو گیا ۔۔۔۔۔۔"

ان سات حصوں میں سے تیسرا حصہ سب سے پہلے لکھا گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ "ترمی پٹک"
ادب کی سب سے قدیم کتاب سُت نپات کے سیل سُت میں ملتا ہے یہی سُت
"مجھم نکائے" (نمبر ۹۲) میں بھی موجود ہے۔ اس سے پہلے کے (۹۱) برہم یُن سُت
اور "دیگھ نکائے" کے "امبٹھ سُت" میں بھی اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ بُدھ کے زمانے
کے برہمن ان جسمانی علامتوں کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ لہٰذا یہ دکھانے کے لئے کہ بُدھ
کے جسم پر یہ تمام علامتیں موجود تھیں، بُدھ کے ایک دو صدیوں میں یہ سُت تخلیق
کئے گئے ہوں گے اور پھر انھیں "مہاپدان سُت" میں شامل کر دیا گیا ہوگا۔ گوتم بودھی ستو
کے بدھ ہو جانے پر برہمن پنڈتوں نے اُن کی جسمانی علامتیں دیکھی تھیں لیکن اس سُت
میں یہ بتایا گیا ہے کہ دِلیپی کمار کی جسمانی علامتیں اس کی پیدائش کے فوراً بعد ہی دیکھ لی
گئی تھیں۔ اس سے ایک بہت بڑا تضاد پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اس کے چالیس
دانت ہیں، وہ سیدھے ہیں، اونچے نیچے نہیں اور سفید ہیں ۔۔۔۔۔۔ یہ چاروں علامتیں

جوں کی توں نقل کردی گئی ہیں ـــــــ اس سُت کے مصنف نے اس بات کو فراموش کردیا کہ کوئی بچہ دانتوں سمیت پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد دوسرا حصہ تیار کیا گیا ہوگا۔ اس میں جو نظری اصول بیان کئے گئے ہیں وہ "مجھم نکائے" کے "اچھریہ ابھت دھم ست" (نمبر ۱۲۳) میں بھی موجود ہیں، جنھیں بودھی ستو کو خاص اہمیت دینے کی غرض سے ہی تخلیق کیا گیا ہوگا ان میں سے صرف دو واقعات ـــــــ اس کی ماں نے اُسے کھڑے جنم دیا اور اُس کے سات دن کا ہونے پر وہ چل بسی ہی حقیقی ہو سکتے باقی سب شاعرانہ تخیل کی پیداوار۔

اس کے بعد یا اس سے آگے پیچھے کچھ عرصہ کے بعد لکھا ہوا ساتواں حصہ ہے "مجھم نکائے کے اریہ پریشن سُت" میں "ندان وگ سنیت" میں اور "مہاوگ" سے شروع میں ملتا ہے۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ برہم دیو کی درخواست پر ہی بُدھ نے اپنے دھرم کا اُپدیش دینا شروع کیا۔ یہ حصہ تصنیف کیا گیا ہوگا۔ میں نے اپنی کتاب "بُدھ دھرم آنی سنگھ" کے پہلے خطبہ میں ثابت کردیا ہے کہ یہ برودت درد مندی اُخروی اور اطمینان ان چار ذہنی میلانات کے سلسلے کی ایک تمثیل ہے۔

اس کے بعد آتا ہے وہ تھا تین محلوں والا حصہ۔ اس کا تذکرہ "انگتر نکائے" کے "تک نپات" (سُت نمبر ۳۸) اور "مجھم نکائے" کے "ماگندیہ سُت" (نمبر ۷۵) میں موجود ہے۔ ان میں سے پہلے سُت میں لکھا ہے کہ "جب میں باپ کے گھر میں تھا تو میرے رہنے کے لئے تین محل تھے" لیکن دوسرے سُت میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ "جوانی میں میں تین محلوں میں رہتا تھا" ـــ اس میں باپ کا ذکر نہیں ہے۔ شاکیوں کے راجا وجیوں جتنے دولتمند اور خوش حال نہیں تھے۔ پھر اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ خود وجیوں کے نوجوان

راجکمار عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہوں، اس کے برعکس "اوکم سنیت" ذوگ نمبر ست نمبر ۵ میں درج ہے کہ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور عیش و عشرت کی زندگی کی انھیں کوئی خواہش نہیں تھی بھگوان کہتے ہیں "بھکشوؤ! اس وقت لچھوی لکڑی کے کندوں کے تکیے بنا کر سوتے ہیں اور بڑے ذوق و شوق سے قواعد سیکھتے ہیں اس لئے مگدھ کا راجا جات شترو ان پر حملہ نہیں کر سکتا لیکن مستقبل میں لچھوی نازک مزاج بنیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں نرم و سبک ہوں گے وہ ملائم بچھونوں پر روئی کے تکیے لے کر سوئیں گے تب راجا جات شترو ان پر بخوبی حملہ کر سکے گا۔"

وجیوں جیسے دولت مند اور خوش حال راجا اگر رہن سہن کے معاملے میں اتنی سادگی برتتے تھے تو یہ کسی طرح ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ اُن سے کہیں کم حیثیت کے شاکیہ راجا بڑے بڑے محلات میں عیش و عشرت کی زندگی گزارتے ہوں گے۔ پھر شدھودن چونکہ خود کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بیٹے کو وہ کسی طرح تین محل بنوا کر نہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ تین محلوں کا تصور بُدھ کی سوانحعمری میں بعد ازاں جوڑا گیا ہے۔

مندرجہ بالا چھوٹے حصے اور "نداں دگ سنیت" کے نمبر ۴ سے نمبر ۶ تک کے ست بالکل ایک جیسے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ست "مہا پدان ست" ہی سے لئے گئے ہوں گے۔ "نداں وگ سنیت" کے دسویں ست میں کہا گیا ہے کہ گوتم بدھ سے پہلے کے چھ بُدھوں کو عالم فکر میں جس طرح دُکھ کے اصل الاصول کا سلسلہ مل گیا تھا اسی طرح گوتم کو بودھی ستو کی حالت میں ہی یہ سلسلہ مل گیا تھا۔ لیکن

" مہاوگ" کے شروع میں کہا گیا ہے کہ بدھ ہونے کے بعد وہ اصل الاصول کے سلسلے سے روشناس ہوئے تھے اس سے کچھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ "پریتیہ سمتپاد" گوتم بدھ کے پری نروان کے ایک دو صدی بعد لکھا گیا اور پھر اُسے اہمیت دلانے کے لئے پہلے کے بدھوں کے سوانح میں شامل کر لیا گیا۔ رفتہ رفتہ خود گوتم بدھ کے سوانح میں بھی اُسے خاص اہمیت دی جانے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار بنیادی صداقتوں کا سیدھا سادہ فلسفہ پس پشت چلا گیا۔ اور اس عمیق فلسفے کو بلا وجہ اہمیت حاصل ہوگئی۔

باغ کی سیر والا پانچواں حصہ "تری پٹک" ادب میں گوتم بدھ کے سوانح کے ساتھ بالکل نہیں جوڑا گیا۔ اُسے "للت وستر" "بدھ چرتر اور جاتک کی ندان کتھائیں" جوں کا توں یا تھوڑے بہت مبالغہ کے ساتھ شامل کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مصنفین نے اُسے "مہاپدان سُت" ہی سے لیا ہے۔

جیسا کہ پہلے حصہ میں بتایا گیا ہے کہ گوتم بدھ کے ممتاز شاگردوں وغیرہ کے نام اس سُت کے دیباچے ہی میں درج ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گوتم بدھ کھشتری تھے اور اُن کے باپ کی راجدھانی کپل وستو تھی۔ پھر اُن کے گوت کا نام گوتم بتایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم چوتھے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ شدھودن شاکیہ کبھی بھی کپل وستو میں نہیں رہا تھا۔ شاکیوں کا گوت آدتیہ تھا اور عام طور سے اُنھیں شاکیہ نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بودھ بھکشوؤں کو "شاکیہ شرمن" کا لقب نہ ملتا۔ بودھ کا گوت اگر گوتم ہوتا تو انھیں "گوتم شرمن" یا "گوتمک شرمن" کہا جاتا۔

ضمیمہ نمبر (۲)

وجیوں کے عروج کے سات اصول

بھگوان راج گرہ میں گردھر کوٹ پہاڑ پر رہتے تھے اس وقت راجا اجات شترو وجیوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا اس سلسلے میں بھگوان بدھ کی رائے معلوم کرنے کے لئے اُس نے اپنے وسّکار نامی برہمن وزیر کو بھگوان کے پاس بھیجا۔ اس وزیر نے بھگوان کو اجات شترو کے خیال سے آگاہ کیا۔ اُس وقت آنند بھگوان کو پنکھا جھل رہا تھا۔ اُس کی طرف دیکھ کر بھگوان بولے۔ "آنند! کیا تم نے سُنا ہے کہ وجی لوگ بار بار اجلاس کرتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں؟"

آنند: جی ہاں میں نے سُنا ہے کہ وجی بار بار اجلاس کرتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں۔

بھگوان: کیا وجی اتفاق رائے سے جمع ہوتے ہیں اتفاق رائے سے اُٹھتے ہیں

اور اتفاق رائے سے اپنا کام کرتے ہیں؟

آنند: جی ہاں! میں نے ایسا ہی سُنا ہے۔

بھگوان: وجی کہیں ایسا تو نہیں کرتے کہ جو آئین اُنھوں نے وضع نہیں کیا اس کے بارے میں کہیں کہ وضع کیا ہے۔ اور کیا وہ اپنے وضع کردہ آئین پر کاربند رہتے ہیں؟

آنند: جی ہاں! میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے آئین پر کاربند رہتے ہیں!

بھگوان: کیا وجی اپنے یہاں کے بزرگ سیاست دانوں کا احترام کرتے ہیں اور اُن کا مشورہ قبول کرتے ہیں؟

آنند: جی ہاں وجی لوگ بزرگ سیاست دانوں کا احترام کرتے ہیں۔ اور اُن کا کہنا مانتے ہیں۔

بھگوان: وہ اپنی ریاست کی کسی کنواری یا شادی شدہ عورت پر جبر تو نہیں کرتے۔

آنند: میں نے سُنا ہے کہ وجیوں کی ریاست میں عورتوں کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔

بھگوان: وجی اپنے شہر اور شہر سے باہر کے مقدس مقامات کی مناسب دیکھ بھال کرتے ہیں نا؟

آنند: جی ہاں! میں نے سُنا ہے کہ وہ اپنے مقدس مقامات کی مناسب دیکھ بھال کرتے ہیں۔

بھگوان: اُن کی ریاست میں آئے ہوئے سادھو وغیرہ نیک بندے سُکھ سے

رہیں اور جو نہیں آئے اُنہیں آنے کی ترغیب ملے کیا وجی لوگ اس قسم کا کوئی انتظام کرتے ہیں؟

آنند: جی ہاں وجی لوگ ایسا انتظام کرتے ہیں جس سے سادھو وغیرہ نیک بندوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔

تب بھگوان وسکار سے بولے "اے برہمن! ایک بار ویشالی کے دوران قیام میں میں نے وجیوں کو ان سات اصولوں کا اپدیش دیا تھا۔ جب تک وجی ان اصولوں پر کار بند رہیں گے اُن کا عروج ہی ہوگا زوال نہیں ہوگا۔"

وسکار بولا۔ "اے گوتم! اگر وجی ان میں سے ایک اصول پر بھی کار بند رہیں تو اُن کا عروج ہی ہوگا۔ زوال نہیں ہوگا۔ پھر یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان سات اصولوں پر کار بند رہنے سے اُن کا عروج ہوگا۔"

سات اصولوں کی تشریح

ا۔ بار بار جمع ہوتے ہیں: یہ نہ کہہ کر کہ کل بھی جمع ہوئے تھے۔ پرسوں بھی جمع ہوئے تھے۔ لہٰذا آج پھر کس لئے جمع ہوں .... وہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ اس طرح جمع نہ ہوں تو چاروں طرف سے آنے والی خبروں کا اُنہیں پتہ نہیں چلتا۔ فلاں گاؤں یا شہر کے حدود کے سلسلے میں تنازع اُٹھ کھڑا ہوا ہے یا چور ہٹر بونگ مچا رہے ہیں وغیرہ باتوں کا پتہ نہیں چلتا۔ حکمرانوں کو غافل سمجھ کر چور لوٹ مار کرتے ہیں۔ اس سے حکمرانوں کا زوال ہوتا ہے۔ بار بار

جمع ہونے سے اس قسم کی تمام خبریں فوراً مل جاتی ہیں۔ اور فوج کو بھیج کر مناسب انتظام کیا جاسکتا ہے۔ حاکموں کو باخبر اور ہوشیار دیکھ کر چور ٹولیاں بنا کر نہیں رہتے بلکہ ٹولیاں توڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔

۲۔ اتفاق رائے سے جمع ہوتے ہیں وغیرہ: آج فلاں کام ہے۔ یا آج فلاں تہوار ہے وغیرہ کہہ کر جی چرانے کے بجائے نقارے کی آواز کان میں پڑتے ہی سب جمع ہو جاتے ہیں۔ جمع ہونے کے بعد بڑی توجہ اور تندہی سے تمام مسائل طے کئے بغیر اگر وہ چلے جائیں تو اُن کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اتفاق رائے سے اُٹھتے ہیں۔ ایسا نہ کرتے ہوئے تمام مسائل طے کر کے ایک ساتھ اُٹھتے ہیں۔ تمام کام اتفاق رائے سے کرتے ہیں۔ یعنی اگر کسی ایک راجا کا کوئی کام ہو تو تمام راجے اُس کی مدد کو جاتے ہیں یا دوسری ریاست سے کوئی مہمان آئے تو سب کے سب مل کر اُس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

۳۔ وضع کردہ آئین وغیرہ: الباً محصول یا ٹیکس نہیں لیتے جو پہلے سے مقرر نہ ہو۔ پہلے سے مقررہ ٹیکس ہی لیتے ہیں۔ مسلمہ قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتے ہمیشہ قانون کے مطابق ہر کام کرتے ہیں۔ یعنی اگر لوگ کسی کو چور کہہ کر پکڑ لائیں تو پوری پوری تفتیش کئے بغیر اس شخص کو سزا نہیں دیتے قانون کی خلاف ورزی کرنے سے لوگ مشتعل ہوتے ہیں۔ خود باغی ہو جاتے ہیں سرحدی باغیوں کی ٹولیوں میں شامل ہو کر ریاست پر دھاوا بول دیتے ہیں اس طرح حکمرانوں کا زوال ہوتا ہے۔ وضع کردہ آئین پر عمل پیرا ہونے سے

بروقت ٹیکس وصول ہوتا ہے، خزانہ بڑھتا ہے اور اس سے فوج کے اور دیگر اخراجات بخوبی پورے کیے جا سکتے ہیں۔

وجیوں کا آئین یہ تھا کہ اگر کسی کو چور کہہ کر پکڑ لیا جاتا تھا تو وجی راجا اُسے فوراً سزا دینے کے بجائے اُسکو یکے بعد دیگرے چھ قسم کے مخصوص افسروں کی ٹولیوں کے حوالے کر دیتا تھا۔ افسروں کی وہ ٹولیاں یکے بعد دیگرے پوری پوری جانچ پڑتال کرتیں۔ اگر چھیوں کی چھیوں ٹولیوں کو اُس کے چور ہونے پر یقین ہو جاتا تو اس چور کو پھر سے راجہ کے حضور میں پیش کر دیا جاتا۔ پھر راجہ خود بھی اس سلسلے میں تفتیش کرتا۔ اگر وہ چور ثابت نہ ہوتا تو اُسے چھوڑ دیتا اور اگر ثابت ہو جاتا تو راجہ اُس سے آئین کا مسودہ پڑھنے کو کہتا۔ مسودے میں ہر طرح کے جرائم کی سزائیں درج ہوتی تھیں۔ اسی کے مطابق راجہ اس کو سزا دیتا تھا۔ یہ تھا وجیوں کا آئین!

۴۔ اگر اپنے یہاں کے بزرگ سیانے داناؤں کا احترام نہ کیا جائے اور گاہے گاہے اُن سے ملاقات نہ کی جائے تو اُن کے مشوروں سے مستفید نہیں ہوا جا سکتا اور یوں حکمرانوں کا زوال ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ بزرگوں سے مشورہ کرتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ فلاں موقع پر اُن کے لئے فلاں بات مناسب ہوگی۔ اور یوں اُن کا عروج ہوتا ہے۔

۵: شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورتوں کی عصمت دری ہونے سے ریاست کے لوگ بدظن ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "ہم نے جن لڑکیوں کی پرورش کی اُنھیں یہ حکمران زبردستی اپنے گھر ڈال لیتے ہیں ــــــ" اور پھر وہ سرحدی علاقوں میں جا کر بغاوت کرتے ہیں۔ یا باغیوں کے گروہ میں شامل ہو کر ریاست

بڑھاوا بول دیتے ہیں۔ جہاں عورتوں پر جبر نہیں ہوتا حکمرانوں کی طرف سے کسی طرح کی زبردستی نہیں ہوتی۔ وہاں لوگ بڑے امن وسکون سے اپنے اپنے کام کرتے ہیں اور یوں ریاست کا خزانہ بڑھتا ہے۔

۶۔ مقدس مقامات کی مناسب دیکھ بھال کرنے سے مقدس روحیں (دیوتا) ریاست کی حفاظت کرتی ہیں۔

۷۔ سادھوؤں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچنے دیتے۔ یعنی اُن کی قیام گاہ کے آس پاس کے درخت کوئی نہیں کاٹتا جال بچھا کر ہرنوں کو نہیں پکڑتا تالاب سے مچھلیاں نہیں پکڑتا۔ وغیرہ۔

"اٹھ کتھا" میں وجیوں کے آئین کے بارے میں کافی تفصیلات ملتی ہیں۔ چور کو پکڑنے پر مختلف افسران کی چھ ٹولیاں اور پھر راجہ خود اس کی جانچ پڑتال کرتا تھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ اصول آجکل کی جیوری کا سا تھا یا کسی اور ڈھنگ کا۔ دوسرے افسران کے حقوق کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ راجا جمہوری ریاستوں کا صدر نہیں، سردار ہوتا تھا۔ لیکن اس بارے میں بھی یہ معلومات نہیں ملتیں کہ وہ راجا کتنے برس تک صدر یا سردار کے عہدہ پر فائز رہتا تھا۔ وجیوں کے آئین سے متعلق ایک تحریری کتاب موجود تھی۔ لیکن افسوس کہ وہ تلف ہو گئی۔ گریک لوگوں کی طرح اگر ہمارے بزرگ بھی امور حکومت میں دلچسپی لیتے تو جمہوری ریاستوں کی تاریخ یوں حرف غلط کی طرح نہ مٹ جاتی

یہ بہت اہم بات ہے کہ عورتوں کی عزت و آبرو کے سلسلے میں وجی لوگ بڑی احتیاط برتتے تھے۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ جب جمہوری راجہ غیر منظم ڈھنگ

سے حکومت کرنے لگے تبھی غریب لوگوں کی عورتوں پر زبردستیاں ہونے لگی ہوں گی اور اسی لئے لوگوں کو مطلق العنانیت پسند آئی ہوگی۔ مطلق العنان مہاراجہ زیادہ سے زیادہ اپنے دارالخلافہ کی کچھ عورتوں کو حرم سرائے میں رکھتا تھا۔ لیکن وہ جمہوری راجے تو پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے اور اس وجہ سے کسی بھی بستی کی کوئی عورت اُن کی دسترس سے محفوظ نہ تھی۔ چنانچہ لوگوں نے خود اپنی مرضی سے جمہوری طرزِ نظام پر مطلق العنانیت کو ترجیح دی ہوگی۔

جب یہ راجے غیر منظم طریقے سے حکومت کرنے لگے تو قدرتی طور پر اُن میں پھوٹ پڑ گئی۔ وسّکار برہمن نے بھی وجّی ریاستوں میں پھوٹ ڈالی اور اس طرح راجہ اجات شترو کو انھیں شکست دینا بہت آسان ہو گیا۔ وجیوں کی جمہوری ریاستیں ختم ہونے پر جلد ہی ملّوں کی جمہوری ریاستیں بھی ختم ہو گئیں۔ اس طرح قدیم جمہوری ریاستیں مٹ گئیں اور حکومت کے بارے میں اُن کے مرتب کردہ آئین بھی نیست و نابود ہو گئے۔ صرف اُن کی ہلکی سی جھلک بودھ ادب میں بچی رہ گئی۔

بودھ جماعت کے اجلاس بلانے اور جماعتی کام کرنے کا جو طریقہ ونے پٹک میں درج ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وجّی وغیرہ جمہوری راجے کیونکر جمع ہوتے تھے اور کیونکر اپنے مجلسی کام سرانجام دیتے تھے۔

ضمیمہ نمبر ۳

اشوک کا بھابرو کتبہ

اور

اُس پر کندہ سوتر

بھابرو نامی مقام ریاست جے پور کے ایک پہاڑی علاقے میں واقع ہے۔ اشوک کے زمانے میں وہاں رہنے والی بھکشو جماعت نے راجہ اشوک سے پیغام مانگا ہوگا۔ اور اشوک نے اپنا یہ پیغام ایک پتھر کی سل پر کھدوا کر بھیجا ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشوک اس قسم کے پیغامات اکثر و بیشتر بھیجتا رہتا تھا لیکن ان میں سے جو پیغامات اُسے اہم معلوم ہوتے تھے صرف انھی کو سلوں یا ستونوں (لاٹوں) پر کھدواتا تھا۔ اشوک نے زبانی یا تحریری طور پر ایسے پیغامات کبھی بھجوائے ہوں گے کہ اس کتبہ پر کندہ سوتر مگدھ دیش کے بودھوں کو بھی پڑھنے چاہئیں لیکن اُنھیں اُس نے کھدوایا نہیں تھا کیونکہ اس قسم کی خبریں اُسے بڑی باقاعدگی سے ملتی رہتی تھیں کہ گرد و نواح کے لوگ کیا کرتے ہیں

اور کیا پڑھتے ہیں؟ اور اس مقصد کے لئے اُس نے کچھ افسر بھی مقرر کر رکھے تھے لیکن راجپوتانہ ایسے دور دراز علاقے سے خبریں پہنچنے میں دیر لگتی تھی۔ اس لئے اشوک نے اس قسم کا ایک کتبہ وہاں بھیجنا مناسب سمجھا۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق اس کتبے کی تحریر کا ترجمہ یہاں پیش کر رہا ہوں:

بھابرو کتبہ پر کندہ تحریر کا ترجمہ

"پریہ درشی (اشوک کا لقب) مگدھ راجہ جماعت کی خیروعافیت کا خواہاں ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ بدھ دھرم اور جماعت کے لئے میرے دل میں کتنی عزت ہے۔ بھگوان بُدھ کا ہر قول قابلِ قدر ہے۔ میں یہاں چند باتوں کی تلقین صرف اسی لیے کر رہا ہوں کہ بودھ دھرم کو دوامی حیثیت حاصل ہو۔

محترم! یہ بُدھ ہی کی تعلیمات (سوتر) ہیں ———

"ونے سمکسے" "الیہ وسانی" "اناگت بھیانی" "منی گاتھا" "مونیہ سوتے" "اُپتس پسنے" اور بھگوان بُدھ کا وہ خطبہ جو اُنھوں نے راہل کو اُپدیش دیتے ہوئے دروغ گوئی کے بارے میں دیا تھا۔ ان سوتروں کے بارے میں میری خواہش یہ ہے کہ سب بھکشو اور بھکشونیاں انھیں بار بار سنیں اور حفظ کرلیں۔ اسی طرح پجاری اور پجارنیں بھی کریں۔ محترم! یہ تحریر میں نے کندہ کرائی ہے۔ اس لئے کہ میرا پیغام سب لوگوں تک پہنچ جائے۔"

ان سات ستوں میں سے پہلا ہے " دنے سُمتکرتش" یا دھرم چکر پرورتن"
اس کا ترجمہ پانچویں باب میں دیا جا چکا ہے۔ باقی ماندہ ستوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"البیہ وسانی" یا "اریہ ونس سُت"

یہ سُت "انگتر نکائے" کے "چتک نپات" میں درج ہے۔ اس کا ترجمہ اس طرح ہے:

"بھکشو و! یہ چار آریہ ونش (اعلےٰ نسب) قدیم، ممتاز اور ناقابل زوال ہیں۔ ان میں کبھی زوال آیا ہے نہ آئیگا۔ ان پر آج تک کسی سادھو سنیاسی یا برہمن نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ یہ چار کون سے ہیں؟ جو بھکشو آسانی سے حاصل ہونے والے لباس (لبادے) پر قانع رہتا ہے۔ اپنی اس قناعت کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔ لباس حاصل کرنے کے لئے کوئی نازیبا حرکت نہیں کرتا۔ لباس نہ ملنے پر کسی طرح کا غم نہیں کرتا اور ملنے پر کسی طرح کے لالچ کو دل میں جگہ دئے بغیر، لباس کو ایک آسودگی کا درجہ دیتے ہوئے صرف ملکیتی کی خاطر اس کا استعمال کرتا ہے اور اپنی اس قسم کی قناعت کے زیر اثر نہ تو اپنی تعریف کرتا ہے، نہ دوسروں کی مذمت۔ جو بھکشو اس سلسلہ میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیتا ہے اسی کو قدیم، ممتاز اور ناقابل زوال آریہ ونش کا بھکشو کہتے ہیں۔

بھکشوؤ! جو بھکشو آسانی سے حاصل ہونے والی بھکشا پر قانع رہتا ہے اپنی اس قناعت کی تعریف و توصیف کرتا ہے۔ بھکشا

حاصل کرنے کے لئے کوئی نازیبا حرکت نہیں کرتا بھکشانہ ملنے پر کسی
طرح کا غم نہیں کرتا اور ملنے پر کسی قسم کے لالچ کو دل میں جگہ دئے بغیر
بھکشا کو ایک آسودگی کا درجہ دیتے ہوئے صرف مکتی کی خاطر اس کا استعمال
کرتا ہے اور اپنی اس قسم کی قناعت کے زیر اثر نہ تو اپنی تعریف کرتا ہے نہ
دوسروں کی مذمت۔ جو بھکشو اس سلسلہ میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیتا ہے
اسی کو قدیم، ممتاز اور ناقابل زوال آریہ ونش کا بھکشو کہتے ہیں۔

بھکشوؤ! جو بھکشو ہر قسم کی جائے رہائش پر قانع رہتا ہے، اپنی
اس قناعت کی تعریف وتوصیف کرتا ہے، جائے رہائش کے
سلسلے میں کوئی نازیبا حرکت نہیں کرتا۔ نہ ملنے پر کسی طرح کا غم نہیں
کرتا اور ملنے پر کسی طرح کے لالچ کو دل میں جگہ دئے بغیر جائے رہائش
کو ایک آسودگی کا درجہ دیتے ہوئے صرف مکتی کی خاطر اس کا استعمال
کرتا ہے اور اپنی اس قسم کی قناعت کے زیر اثر نہ تو اپنی تعریف و
توصیف کرتا ہے، نہ دوسروں کی مذمت۔ جو بھکشو اس سلسلے میں
ہمیشہ احتیاط سے کام لیتا ہے اسی کو قدیم، ممتاز اور ناقابل زوال
آریہ ونش کا بھکشو کہتے ہیں۔

بھکشوؤ! جو بھکشو سمادھی میں راحت سمجھتا ہے، سمادھی میں
مگن ہوتا ہے۔ رنج وغم دور کرنے میں راحت سمجھتا ہے اور رنج وغم دور
کرنے میں مگن رہتا ہے اور پھر اس سے حاصل ہونے والے اطمینان کے
زیر اثر نہ تو اپنی تعریف کرتا ہے اور نہ دوسروں کی مذمت۔ جو بھکشو اس

سلسلے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لینا ہے اسی کو قدیم، ممتاز اور ناقابل زوال آریہ ونش کا بھکشو کہتے ہیں۔

بھکشوؤ! یہ ہیں چار آریہ ونش۔ جن پر کبھی کسی سادھو، سنیاسی یا برہمن نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

بھکشوؤ! ان چار آریہ ونشوں (اعلیٰ خصائل) کا حامل بھکشو چاہے مشرق کی طرف رُخ کرے چاہے مغرب، شمال یا جنوب کی طرف وہ بیراگ، یا خود فراموشی کو مغلوب کرتا ہے، بیراگ یا خود فراموشی اسے مغلوب نہیں کرتی۔ کیونکہ قناعت بیراگ پر غالب آتی ہے۔

ہر لحاظ سے قانع و مطمئن، حسد و کینہ سے بلند و بالا اس شخص کے راستے میں کون حائل ہوگا؟ کھرے سونے جیسے شخص پر کون الزام دھرے گا دیوتا بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور خود برہم دیو بھی اس کی تعریف کرتا ہے۔

اناگت بھیانی

یہ سُت "انگتر نکائے" کے "پنچک نپات" میں درج ہے۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

بھکشوؤ! دیکھنے والے بھکشو کو یہ پانچ آئندہ خوف ——— جو درجہ حاصل نہیں ہوا ہے اُسے حاصل کرنے کے لئے، جو وہ نہیں جانتا اُسے جاننے کے لئے، جو اس پر ظہور نہیں ہوا اس کے ظہور کے لئے ——— اس کے سرگرم عمل ہونے کے لئے ضروری ہیں ——— یہ پانچ کون سے ہیں؟

جو بھکشو یہ سوچتا ہے کہ ابھی میں نوجوان اور تنومند ہوں لیکن ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا۔ بوڑھے اور ضعیف کیلئے بُدھ کے دھرم کا تفکر و تدبّر آسان نہیں ہے جنگل میں رہنا اور گوشہ نشین ہونا آسان نہیں ہے اس لیئے اس حالتِ غیر کو پہنچنے سے پہلے ہی اگر میں، جو درجہ مجھے نہیں ملا اُسے حاصل کرنے کے لیئے، جو میں نہیں جانتا اُسے جاننے کے لئے اور جو مجھ پر ظاہر نہیں اُس کے ظہور کے لیئے کوشاں رہوں تو بہتر ہو گا۔ اس طرح میں بڑھاپے کے عالم میں بھی سُکھ سے رہ سکوں گا۔ یہ پہلا آئندہ خوف دیکھنے والے بھکشو کے سرگرمِ عمل ہونے کے لیئے ضروری ہے۔

بھکشوؤ! جو بھکشو یہ سوچتا ہے کہ ابھی میں صحت مند ہوں، میرے اعضا مضبوط اور کام کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب اس جسم کو امراض لاحق ہوں گے۔ کسی مریض کے لئے بُدھ کے دھرم کا تفکر و تدبّر آسان نہیں ہے۔ جنگل میں رہنا، گوشہ نشین ہونا آسان نہیں ہے۔ اسی لیئے اس حالتِ غیر کو پہنچنے سے پہلے ہی اگر میں ——— جو درجہ مجھے نہیں ملا اُسے حاصل کرنے کے لئے، جو میں نہیں جانتا اُسے جاننے کے لئے اور جو مجھ پر ظاہر نہیں ہوا اُس کے ظہور کے لئے کوشاں رہوں تو بہتر ہو گا۔ اس طرح میں مریض ہوتے ہوئے بھی سکھ سے رہ سکوں گا۔ یہ دوسرا آئندہ خوف دیکھنے والے بھکشو کے سرگرمِ عمل ہونے کے لئے ضروری ہے۔

بھکشوؤ! جو بھکشو یہ سوچتا ہے کہ ابھی تو لوگ خوشحال ہیں. بھکشا آسانی سے مل جاتی ہے. بھکشا پر گذر بسر کرنا آسان ہے. لیکن ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب لوگ خوشحال نہیں رہتے، قحط پڑ جاتا ہے اور بھکشا آسانی سے نہیں مل سکتی، ان حالات میں لوگ ایسے علاقوں میں چلے جاتے ہیں جو قحط زدہ نہ ہوں اور اس طرح ان علاقوں میں آبادی بڑھ جاتی ہے زیادہ آبادی کے علاقے یعنی بھیڑ کی جگہ میں بدھ کے دھرم کا تفکر و تدبر آسان نہیں ہوتا. جنگل میں رہنا گوشہ نشین ہونا آسان نہیں ہوتا اسی لئے اگر ان حالات کے پیدا ہونے سے پہلے ہی کوشاں رہوں تو بہتر ہوگا اس طرح ان حالات میں بھی میں سُکھ سے رہ سکوں گا. یہ تیسرا آئندہ خوف دیکھنے والے بھکشو کے سرگرم عمل ہونے کے لئے ضروری ہے.

بھکشوؤ! جو بھکشو یہ سوچتا ہے کہ ابھی تو لوگ آپس میں بڑی محبت اور ہمدردی سے دودھ اور پانی کی طرح مل جل کر رہتے ہیں لیکن کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے جب بغاوت وغیرہ کوئی خوفناک حادثہ پیش آجائے اس وقت لوگ اپنا مال و اسباب لے کر رتھوں میں یا پا پیادہ اُدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، ایسے کڑے وقت میں لوگ کسی محفوظ جگہ میں پناہ لیتے ہیں اور یوں وہاں آبادی بڑھ جاتی ہے زیادہ آبادی کے علاقہ یعنی بھیڑ کی جگہ میں بدھ کے دھرم کا تفکر و تدبر آسان نہیں ہوتا جنگل میں رہنا. گوشہ نشین ہونا آسان نہیں ہوتا. اسی لئے اگر ان حالات کے پیدا ہونے سے پہلے ہی ..... کوشاں رہوں تو بہتر ہوگا. اس طرح ان

حالات میں بھی میں سُکھ سے رہ سکوں گا۔ یہ چوتھا آئندہ خوف، دیکھنے والے بھکشو کے سرگرم عمل ہونے کے لئے ضروری ہے۔

بھکشوؤ! جو بھکشو یہ سوچتا ہے کہ آج تو بھکشو جماعت میں بہت اتفاق ہے، کوئی آپس میں لڑتا جھگڑتا نہیں لیکن ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے۔ جب جماعت میں پھوٹ پڑ سکتی ہے۔ جماعت میں پھوٹ پڑ جانے سے بُدھ کے دھرم کا تفکر و تدبر آسان نہیں ہوتا۔ جنگل میں رہنا، گوشہ نشین ہونا آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے اگر اس حالت کے پیدا ہونے سے پہلے ہی...... کوشاں رہوں تو بہتر ہو گا۔ اس طرح ان حالات میں بھی میں سکھ سے رہ سکوں گا۔ یہ چوتھا خوف، دیکھنے والے بھکشو کے سرگرم عمل ہونے کے لئے ضروری ہے۔

بھکشوؤ! دیکھنے والے بھکشو کو یہ پانچ آئندہ خوف —— جو درجہ حاصل نہیں ہوا اُسے حاصل کرنے کے لئے جو وہ نہیں جانتا اُسے جاننے کے لئے جو اس پر ظاہر نہیں اُس کے ظہور کے لئے —— اس کے سرگرم عمل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

مُنی گاتھا

یہ سُتت "مُنی سُت" کے عنوان سے "سُت نپات" میں درج ہے۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

(۱) وابستگی سے خوف پیدا ہوتا ہے اور گھر سے گندگی، لہٰذا ہر قسم کی وابستگی

اور شہرت کے کنارہ کشی کو ہی مُنی (رشی) کا فلسفۂ حیات سمجھنا چاہیے۔

(۲) جو شخص اپنی تمام تر ذہنی آلودگیوں کو ختم کر دیتا ہے اور انھیں پھر سے پیدا نہیں ہونے دیتا اور انھیں یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ اسی گوشہ نشین شخص کو مُنی کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص موجودات اور اُن کے اسباب و علل کو سمجھ لیتا ہے اور پھر اُن سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھتا۔ وہی حقیقی مُنی ہے۔

(۴) جو دُنیا کی تمام راحتوں سے واقف ہے اور کسی ایک کی خواہش نہیں رکھتا وہ بے نیاز مُنی اس پار چلا جاتا ہے۔

(۵) جو سب کچھ جانتا ہے۔ سب کچھ جیت چکا ہے۔ دُنیا کی کوئی چیز جسے اپنی طرف راغب نہیں کر سکتی اُسے دانا لوگ مُنی کہتے ہیں۔

(۶) علم جس کی طاقت ہے۔ جو خوش اخلاق ہے۔

(۷) جو تنہائی پسند ہے، محتاط ہے، تعریف یا مذمت کا جس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جو شیر کی طرح الفاظ سے نہیں ڈرتا۔ ہوا کی طرح صاف و شفاف ہے۔ جو دوسروں کا رہبر ہے لیکن جس کا کوئی رہبر نہیں۔ اسی کو دانا لوگ مُنی کہتے ہیں۔

(۸) لوگ اس کے بارے میں چاہے جو کہیں، وہ گھاٹ پر استادہ ستون[1] کی طرح اٹل رہتا ہے جو تارک الدنیا ہے اُسے مُنی کہتے ہیں۔

---

[1] ندی کے گھاٹ پر جو گول یا آٹھ کونے ستون بنوائے جاتے تھے، جن پر تمام طبقوں کے لوگ نہاتے وقت اپنی پیٹھ رگڑتے تھے۔

(۹) جو ڈھرکی Shuttle کی طرح (تانوں بانوں میں سے)
سیدھا جاتا ہے، اعمالِ بد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اچھے اور
بُرے کی پرکھ رکھتا ہے اُسے دانا لوگ مُنی کہتے ہیں۔
(۱۰) کم عمر ہو یا ادھیڑ عمر، جو زاہد گناہ نہیں کرتا، جو زاہد طیش میں
نہیں آتا اور کسی دوسرے کو طیش نہیں دلاتا اُسے دانا لوگ مُنی کہتے ہیں۔
(۱۱) جو دوسروں کی دی ہوئی خیرات پر گذر بسر کرتا ہے، جو خیرات
کے طور پر ملی ہوئی غذا میں کسی طرح کا نقص نہیں نکالتا، تعریف کرتا ہے منت نہ
اُسے سمجھ دار لوگ مُنی کہتے ہیں۔
(۱۲) جو عورتوں کی صحبت سے نفرت کرتا ہے، نوجوان ہوتے
ہوئے بھی پاکدامن رہتا ہے، منشیات سے نفرت کرتا ہے اُسے دانا
لوگ مُنی کہتے ہیں۔
(۱۳) جس نے اس دُنیا کو ہر پہلو سے دیکھ بھال کر راہِ نجات ڈھونڈلی
ہے، جس نے تمام دنیوی بندھن توڑ ڈالے ہیں اور کسی کا آسرا نہیں چاہتا
اُسے دانا لوگ مُنی کہتے ہیں۔
(۱۴) گھر میں عورت پالنے والے گرہستھی اور تارک الدنیا مُنی
کے رہن سہن اور مزاج میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ گرہستھی کسی جاندار
کی جان جانے کے سلسلہ میں زیادہ فکر نہیں کرتا جبکہ مُنی ہمیشہ جاندار وں کی
حفاظت کرتا ہے۔
(۱۵) جس طرح آسمان میں اُڑنے والا مور ہنس کی سی تیزی سے

نہیں اُڑ سکتا اُسی طرح گرہست شخص جنگل میں ریاضت کرنے والے مُنی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔

مونیہ سُت

یہ نالک سُت" کے عنوان سے "سُت نپات" میں درج ہے طوالت کے خیال سے میں اس کا ترجمہ یہاں پیش نہیں کر تا محققین ودی گیان وستار (مراٹھی رسالہ) کا جون ۱۹۳۷ء کا شمارہ دیکھیں۔ اس میں اس پورے کا ترجمہ درج ہے۔ نالک، اسِتی رشی کا بھانجہ تھا، جنم کے وقت وہ بہت چھوٹا تھا۔ اسِتی رشی نے بودھی ستو کے مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی کہ وہ بہت بڑا مُنی ہوگا اور اُس نے نالک کو گوتم بُدھ کا پیرو ہونے کو کہا تھا، ماموں کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے نالک گوتم بودھی ستو کے بُدھ ہونے تک تپسوی بنا رہا۔ اور جب گوتم بُدھ ہو گئے تو اُن کے پاس جا کر اُس نے مون (خاموشی) کے بارے میں سوالات کئے۔ اُنھی سوالات سے اس سُت کی شروعات ہوتی ہے۔

(۱) میں نے جان لیا ہے کہ اسِتی کا یہ قول (کہ تم بہت بڑے مُنی بنو گے) سچا ہے لہٰذا تمام دنیوی آلائشوں سے پاک و بلند گوتم سے میں پوچھتا ہوں۔ (۲) اے مُنی! میں پوچھتا ہوں کہ گھر بار چھوڑ کر، بھکشا پر گزر بسر کرنے والے کے لئے بہترین خاموشی کون سی ہے۔ تم مجھے وہ بتاؤ۔

(۳) بھگوان بولے۔ "میں تمھیں بتاتا ہوں کہ حقیقی خاموشی کسے کہتے ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہونا آسان نہیں۔ اس کے لئے بڑی تکلیفیں

برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ پھر بھی میں تمھیں بتا دوں، تم بڑی مستقل مزاجی اور بڑی احتیاط سے اس پر عمل پیرا ہونا۔

(۴) گاؤں کے لوگ تمھاری تعریف کریں یا مذمت۔ تم سب کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھنا، غصے کو دل میں نہ آنے دینا۔ کسی طرح کا گھمنڈ کئے بغیر امن و سکون سے رہنا۔

(۵) جنگل کی آگ کی شعلوں کی طرح گاؤں میں عورتیں گھومتی ہیں وہ منی کا دل لبھاتی ہیں۔ تم محتاط رہنا کہ وہ تمھیں اپنی محبت کے جال میں نہ پھنسا سکیں۔

(۶) ہر قسم کے تعیش اور تن پروری (عورت) سے بے نیاز ہو جاؤ۔ کسی کی مخالفت نہ کرنا اور نہ بلاوجہ کسی کی حمایت۔

(۷) خود اپنی مثال سے یہ جانو کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی دوسرے ہیں اور جیسے دوسرے ہیں ویسا ہی میں ہوں۔ نہ کسی کو مارو، نہ کسی کو مرواؤ۔

(۸) جس خواہش یا لالچ کے ماتحت عام انسان راستے سے بھٹک جاتا ہے اس خواہش یا لالچ کو خیر باد کہہ کر چشم بینا رکھنے والا شخص ہی اس جہنم کو عبور کر کے اس پار جاتا ہے۔

(۹) قلیل غذا پر صابر و قانع رہو۔ کسی قسم کی خواہش نہ رکھنے والا شخص ہی سکون و اطمینان سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

(۱۰) منی کو چاہئے کہ وہ بھکشا مانگ چکنے کے بعد جنگل میں

جائے اور وہاں کسی پیڑ کے نیچے آسن پر بیٹھے۔

(۱۱) وہ زاہد و متقی جنگل میں خوش رہے، پیڑ کے نیچے بیٹھ کر بڑے اطمینان سے دھیان لگائے۔

(۱۲) پھر صبح ہونے پر وہ گاؤں میں آئے۔ وہاں ملنے والی دعوت یا نذرانے سے مسرور و شاد نہ ہو۔

(۱۳) منی کو چاہیئے کہ وہ گاؤں کے لوگوں سے زیادہ میل جول نہ رکھے۔ بھکشا کے لیئے نہ تو منہ سے کچھ کہے نہ کوئی اشارا کرے۔

(۱۴) بھکشا مل جائے تو بھی اچھا اور نہ ملے تو بھی اچھا۔ اس کے لیئے دونو حالتیں ایک سی ہوتی ہیں اور پھر وہ (اپنے رہنے کے) پیڑ کے پاس آتا ہے۔

(۱۵) ہاتھ میں بھیک کا ٹھیکرا لیے گھومنے والے کو چاہیئے کہ وہ گونگا نہ ہوتے ہوئے بھی گونگے کی طرح رہے اور ملنے والی بھکشا کے قلیل المقدار ہونے پر نہ تو بھکشا کی ناقدری کرے نہ بھکشا دینے والے کی۔

(۱۶) سادھو بدھ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ برا راستہ کون سا ہے اور نیک راستہ کون سا۔ دنیا کے اس پار دوبار نہیں جایا کرتے لیکن علم ایک ہی قسم کا نہیں ہوتا۔

(۱۷) جو بھکشو دنیوی بندھن توڑ چکا ہے اور اچھائی برائی سے بے نیاز ہو گیا ہے اسے کبھی ذہنی اذیت نہیں ہوتی۔

(۱۸) بھگوان بولے۔ "تمہیں میں مونیہ (خاموشی) کی تلقین کرتا ہوں۔

تیز دھار (تلوار) پر سے شہد چاٹنے والے شخص کی طرح ہوشیار اور چوکنے رہو۔ زبان کو تالو سے لگا کر بھی غذا کے معاملہ میں پرہیز رکھو۔

(۱۹) دل و دماغ کو چوکنّا رکھو، لیکن اس کے ساتھ ہی بہت زیادہ سوچ بچار مت کرو۔ حقیر خیالات سے اوپر اُٹھو، ہر لحاظ سے خود کفیل بنو۔

(۲۰) گوشہ نشینی اور غور و فکر میں دلچسپی لو۔ تنہائی کا دوسرا نام خاموشی ہے۔ اگر گوشہ نشینی میں تمھیں لطف آنے لگے۔

(۲۱) تو اپنے دل کی آواز سن کر تم دس سمتوں کو روشن کرو گے پھر بھی (اس درجہ کو پہنچا ہوا) میرا بھگت گناہوں کے تئیں نفرت پیدا کرے گا۔

(۲۲) یہ ندیوں کی تشبیہہ سے سمجھا جائے۔ چھوٹے نالے تو پہاڑی گھاٹیوں میں بہت شور کرتے ہوئے بہتے ہیں لیکن بڑی ندیاں نرم رو ہوتی ہیں۔

(۲۳) جو چھچھلا ہوتا ہے، وہ شور مچاتا ہے لیکن جو سنجیدہ ہوتا ہے وہ کم بولتا ہے، احمق آدھی بھری ہوئی گگری کی طرح اچھلتا ہے لیکن دانا مُنھ تک بھری ہوئی گگری کی طرح ساکن رہتا ہے۔

(۲۴) سادھو (بدھ) اگر بہت بولتا ہے تو موزوں اور مفید سمجھ کر بولتا ہے۔ وہ دانستہ طور پر دھرم کا اُپدیش دیتا ہے اور دانستہ طور پر بولتا ہے۔

(۲۵) جو مُنی دانستہ طور پر بھی زیادہ نہیں بولتا، وہ خاموشی کے

اہل ہے اُس منی نے خاموشی کا راز پالیا ہے۔

اُپتس پیسنے

یہ "ساری پُت" کے زیرِ عنوان "سُت نپات" میں درج ہے۔ "اٹھ کتھا" میں اُسے "تھر پنہ" بھی کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے "ساری پت پنہ" بھی کہتے ہیں۔ اُس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

(۱) ساری پُت بولا "ایسا شیریں دہن، شائستہ گورو اور جماعت کا قائد میں نے پہلے کبھی دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔

(۲) تمام تاریکیوں کا صفایا کر کے سادھو کے درجہ کو پہنچا ہوا یہ دیوتا صفت انسان ساری دُنیا کو واحد نجات دہندہ دکھائی دیتا ہے۔

(۳) اس بُدھ کے درجہ کو پہنچے ہوئے رہبرِ ملت کے پاس میں فلاح عامہ کی خاطر سوالات پوچھنے آیا ہوں۔

(۴) دُنیا سے بیزار ہو کر پیڑ کے نیچے شمشان میں یا پہاڑوں کی غاروں میں گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے والے بھکشو کے لیے۔

(۵) ان اچھے بُرے مقامات میں کون سے خطرات ہوتے ہیں؟ ان ویران علاقوں میں بھکشو کو کون سے خطرات سے نہیں ڈرنا چاہیے۔

(۶) ایسے دور اُفتادہ علاقوں میں رہنے والے بھکشوؤں کو کیا کیا خلل اندازیاں برداشت کرنی چاہئیں؟

(۷) اس محکم ارادہ بھکشو کی آواز کیسی ہو؟ اُس کی بود و باش

کیسی ہو؟ اس کا مزاج اور اخلاق کیسا ہو؟

(۸) جیسے کوئی سنار آگ میں "روپا" ڈال کر اُس کے اندر کی ہلکی چیز نکال لیتا ہے اسی طرح ذی شعور، صوفی منش بھکشو کس ریاضت پر عمل پیرا ہو کر اپنی آلودگیوں کو جلا ڈالے؟

(۹) بھگوان بولے: "اے ساری پُت! دُنیا سے بیزار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرنے والے ذی شعور بھکشو کے جو فرائض مجھے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ وہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔

(۱۰) گوشہ نشین، ذی شعور بھکشو ان پانچ خطرات سے نہ ڈرے مچھروں کے کاٹنے سے، سانپوں سے، انسانوں سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں سے، چوپاؤں سے۔

(۱۱) اور غیر مذاہب کے لوگوں سے، غیر مذاہب کے لوگوں کی نکروہ ترین مداخلت بیجا بھی برداشت کرے۔

(۱۲) امراض اور بھوک سے پیدا ہونے والی تکالیف اور سردی گرمی برداشت کرے۔ ان مزاحم کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہمت و استقلال سے اپنا کام جاری رکھے۔

(۱۳) چوری نہ کرے، جھوٹ نہ بولے، جنگلی جانوروں پر رحم و کرم کی نگاہ رکھے اور ذہنی آلودگیوں کو مارِ آستین سمجھ کر اُن سے دور رہے۔

(۱۴) وہ غصے یا غرور کے چنگل میں نہ چلا جائے۔ اُنھیں اُن کی بنیادوں سے اُکھاڑ پھینکے اور ہمت و استقلال سے عمل پیرا ہو۔

(۱۵) بہی خواہ انسان کو چاہئے کہ وہ علم و دانائی کو اہمیت دیتے ہوئے اس راستہ کی تمام رکاوٹیں برداشت کرے۔ گوشہ نشینی میں دل کو بے چینی ہو تو اُسے بھی برداشت کرے، اور فکر مند کرنے والی چار باتوں کو دل سے نکال دے۔

(۱۶) (وہ یہ ہیں ــــــ) میں آج کیا کھاؤں گا اور کہاں کھاؤں گا؟ پچھلی رات کو نیند نہ آنے کی وجہ سے تکلیف ہوئی تھی، آج کہاں سوؤں گا؟ اور غیر معاشرتی زندگی کا خیال دل سے نکال دیں۔

(۱۷) وقت بے وقت غذا یا کپڑا ملے تو وہ اُس میں توازن رکھے صابر و قانع رہے، دوسرے لوگ غم و غصہ کا اظہار کریں تو بھی ان باتوں سے دل کو پاک و صاف رکھنے والا اور بڑی تدبیر سے گاؤں میں رہنے والا بھکشو سخت الفاظ زبان پر نہ لائے۔

(۱۸) وہ اپنی نظر پیروں پر رکھے، اپنی چال میں شوخی نہ آنے دے۔ دھیان مگن اور بیدار مغز رہے۔ لاتعلقی کے زیر اثر دل کو یکسو کرے تکرار میں نہ پڑے۔

(۱۹) وہ ذی شعور انسان اپنی خامیاں بتانے والے کی قدر کرے۔ موقع کی مناسبت سے موزوں بات کہے۔ لوگوں کے بحث و مباحثہ میں حصہ لینے کی خواہش نہ کرے۔

(۲۰) اس کے بعد وہ ذی شعور انسان دُنیا کی پانچ آلائشوں کو ترک کرنا سیکھے (یعنی) صورت، آواز، بو، ذائقہ اور لمس (ان

پانچوں آلائشوں کی) تمنا وہ نہ کرے۔

(۲۱) ان آلائشوں سے لاتعلق رہنے والا دہ ذی شعور و ذی ہوش، اکثر دھیان تفکر و تدبر کرنے والا ایکسو خیال بھکشو، تاریکیوں کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہوگا۔" ایسا بھگوان نے کہا۔

راہلوواد سُت

اسے "چول راہلوواد" اور امبلٹھک راہلوواد" بھی کہتے ہیں، یہ مجھم نکائے میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"ایک بار بھگوان راج گرہ کے پاس وینوبن میں رہتے تھے اور راہل امبلٹھکا[1] نامی جگہ پر رہتا تھا۔ ایک دن شام کے وقت دھیان سمادھی ختم کر کے بھگوان راہل کی قیام گاہ پر چلے گئے۔ دور سے بھگوان کو آتے دیکھ کر راہل نے آسن بچھایا، اور پیر دھونے کیلئے پانی رکھ دیا۔ بھگوان نے آسن پر بیٹھ کر اپنے پیر دھوئے۔ راہل بھگوان کو پرنام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔

بھگوان نے پیر دھونے کے برتن میں تھوڑا سا میلا پانی رکھ چھوڑا اور راہل سے بولے۔ " راہل! کیا تم یہ میلا پانی دیکھتے ہو؟" "جی ہاں محترم!" راہل نے جواب دیا۔

" راہل! جنھیں جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی، اُن کی ریاضت اس پانی کے مانند بیکار ہے۔"

پھر اس برتن کو اوندھا کر کے بھگوان بولے۔ " راہل! جنھیں جھوٹ بولتے

---

[1] امبلٹھکا میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک محل تھا لیکن چونکہ معلوم نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ راج گرہ کے پاس ایک گاؤں تھا۔

میں شرم نہیں آتی۔ اُن کی ریاضت اس برتن کے مانند اوندھی سمجھنی چاہیئے۔"
پھر برتن سیدھا کرکے بھگوان نے کہا۔ "راہل! کیا تم یہ خالی برتن دیکھتے ہو؟"
"جی ہاں محترم!" راہل نے کہا۔
"راہل! جنھیں جھوٹ بولنے میں شرم نہیں آتی۔ اُن کی عبادت اس برتن کی مانند خالی خولی ہے۔"
"اے راہل! جنگ کے لئے لیس کیا ہوا راجہ کا بڑا ہاتھی پاؤں سے لڑتا ہے، ماتھے سے لڑتا ہے، کانوں سے لڑتا ہے، دانتوں سے لڑتا ہے، دُم سے لڑتا ہے لیکن صرف سونڈ کو الگ رکھتا ہے، تب مہاوت جان لیتا ہے کہ راجہ کا اتنا بڑا ہاتھی اپنے تمام جسمانی اعضا سے لڑتا ہے لیکن صرف سونڈ کو بچائے ہوئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ فتح کرنے کے لئے اس نے سر دھڑ کی بازی نہیں لگائی۔ اگر وہ ہاتھی دوسرے جسمانی اعضاء کے ساتھ ساتھ سونڈ کا بھی استعمال کرے تو مہاوت سمجھتا ہے کہ ہاتھی نے جنگ فتح کرنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگادی ہے، اب اس میں کوئی خامی نہیں رہی اسی طرح میں کہتا ہوں کہ جنہیں جھوٹ بولنے میں شرم نہیں آتی، اُنھوں نے کوئی بھی پاپ نہیں چھوڑا ہے اس لئے اے راہل! تم یہ کوشش کرو کہ ہنسی مذاق میں

لہ اٹھ کتھا میں اس کے یہ معنی دئے گئے ہیں کہ ہاتھی کانوں سے تیروں کو روکتا ہے اور دم میں باندھے ہوئے پتھر یا لوہے کے ڈنڈے سے توڑ پھوڑ کرتا ہے۔

بھی جھوٹ مت بولو۔"

"راہل! آئینے کا کیا استعمال ہے؟"

"اپنا آپ دیکھنے کے لئے آئینہ استعمال کیا جاتا ہے محترم!"— راہل نے جواب دیا۔

"اسی طرح راہل! بار بار آئینہ دیکھ کر (سوچ بچار کر کے) ذہن، زبان، اور جسم کا استعمال کرنا چاہیئے۔"

"اے راہل! جب تم ذہن، زبان یا جسم کو کسی سلسلہ میں استعمال کرنا چاہو تو سب سے پہلے اس بات پر غور کرو کہ ایسا کرنے سے خود کے لئے یا کسی دوسرے کے لئے کوئی دُکھ تو پیدا نہیں ہوگا؟ اگر تم سمجھو کہ دُکھ پیدا ہوگا تب اس کا استعمال ترک کرو" اور اگر یہ سمجھو کہ اس سے کسی طرح کا دُکھ پیدا نہیں ہوگا تب اس کا استعمال کرو۔

زبان سے، ذہن سے یا جسم سے کسی فعل کا آغاز کر چکنے پر بھی اس بات پر غور کرو کہ اس کے نتیجہ کے طور پر خود کو یا کسی دوسرے کو کوئی دُکھ تو نہیں پہنچے گا۔ اور اگر یہ سمجھو کہ پہنچے گا تو اسے وہیں ترک کر دو اور اگر سمجھو کہ اس سے سکھ پیدا ہوگا تو اسے بار بار دُہراؤ۔

زبان سے ذہن سے یا جسم سے کوئی فعل کر چکنے کے بعد بھی اس بات پر غور کرو کہ جسم اور زبان سے متعلق اس فعل کے نتیجے کے طور پر خود کو یا کسی دوسرے کو کوئی دُکھ تو نہیں پہنچے گا اور اگر یہ دکھائی دے کہ دُکھ پہنچے گا تو اپنے گورو یا کسی دوسرے عالم و فاضل شخص کے پاس جا کر اُسے قبولو اور آئندہ کے لئے اس بات کا خیال رکھو کہ وہ فعل تم سے دوبارہ نہ ہونے پائے۔

اگر وہ ذہن سے متعلق فعل ہو تو اس پر نادم ہو اور دوبارہ اس قسم کا خیال ذہن میں نہ آنے دو۔ لیکن ذہن زبان اور جسم سے اگر کوئی ایسا فعل ہو جس کا نتیجہ سُکھ کی شکل میں نکلنے والا ہو تو اُسے بار بار کرنا سیکھو۔

"اے راہل! پُرانے زمانے میں جن برہمن سادھوؤں نے اپنے ذہن، زبان اور جسم کو پاک کیا تھا اُنھوں نے بار بار خود تجزیہ کے ذریعہ ہی اُنھیں پاک کیا تھا۔ آئندہ زمانے میں جو برہمن سادھو اُنھیں پاک کریں گے وہ بھی خود تجزیہ کے ذریعہ ہی اُنھیں پاک کریں گے اور فی زمانہ جو برہمن اُنھیں پاک کرتے ہیں وہ خود تجزیہ کے ذریعے ہی پاک کرتے ہیں۔ اس لئے اے راہل! بار بار غور و فکر اور تجزیہ کر کے اُنھیں پاک کرنا سیکھو۔"

بھگوان نے ایسا کہا اور راہل نے بھگوان کے اس اُپدیش کو سر آنکھوں پر لیا۔"

ان سات ستوں میں "ست نپات" میں آئے ہوئے تین ست ——— "مُنی گاتھا" "نالک ست" اور "ساریہ ست" نظم میں ہیں اور باقی ماندہ چار نثر میں۔ منظوم ستوں میں جگہ جگہ تکرار کلام ہے۔ اُسے اس زمانے کے ادب کا ایک دستور سمجھنا چاہئے کیونکہ جینیوں کے سوتروں اور بعض مقامات پر اپنشدوں میں بھی ایسا ہی تکرار کلام موجود ہے۔ "ترپٹک" میں تو اس کی اتنی بہتات ہے کہ قاری یہ سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب کچھ حسب سابق ہوگا۔ اور یوں تکرار کلام میں کوئی نہ کوئی بات ایسی رہ جاتی ہے جس کی طرف قاری کی توجہ نہیں جاتی مثال کے طور پر "راہلو وادسُت" میں ذہن، زبان اور جسم سے متعلق باتوں کے بارے میں غور و فکر اور خود تجزیہ کی ایک سی باتیں بار بار آئی ہیں لیکن جسم اور

زبان سے ہونے والے بُرے افعال کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اپنے گورو یا کسی دوسرے عالم فاضل شخص کے سامنے اُن کا اعتراف کرنا چاہئے اور آئندہ وہ فعل نہیں ہونے دینا چاہئے ذہن سے متعلق فعل کے سلسلے میں اس اصول کو لاگو نہیں کیا گیا۔ کیونکہ "ونے پٹک" میں زبان اور جسم سے متعلق بُرائیوں کے کفارہ یا تلافی ہی کا ذکر ہے۔ ذہنی بُرائیوں کیلئے اصول کفارہ درج نہیں۔ اس کا کفارہ صرف اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اس پر نادم ہو جائے۔ اور پھر ویسا خیال ذہن میں پیدا نہ ہونے دیا جائے جسم اور زبان سے متعلق برے افعال اور ذہن سے متعلق بُرے افعال کے بیچ کا یہ فرق "راہلوواد سُت" کو سرسری طور پر پڑھنے والے کے دھیان میں نہیں آئے گا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اشوک کے زمانے میں یہ تمام سُت حسب حال تھے یا کچھ مختصر؛ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اگر وہ مختصر بھی تھے جب بھی اُن میں بُنیادی باتیں کہی تھیں "سُت پٹک" کے قدیم ستوں کو پہچاننے کے لئے ان سات ستوں سے بڑی مدد ملتی ہے۔

ضمیمہ نمبر ۴

حوالہ جات

[اس ضمیمہ کے تحت جناب دھرمانند کوسمبی کی مختلف کتابوں کے ان حوالہ جات کی تفصیل درج ہے جن کا ذکر زیر نظر کتاب میں آیا ہے]

بودھ سنگھا چا پریچے

کھجترا اور ساماوتی

۲۳۷ تا ۲۴۵ ماگندیہ نامی ایک برہمن غلطی سے بھگوان بُدھ کو شادی کے
(۴۳) قابل بر سمجھ کر اپنی بیٹی ماگندیا کو اُن کے پاس لے گیا۔ اُس کی بات سُن کر بھگوان بولے ۔" اے برہمن! لالچ، بے اطمینانی اور جنسی میلانات دیکھ کر عورتوں کی صحبت میں مجھے راحت نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناپاک عناصر سے بھرا ہوا جسم پاؤں سے بھی چھونے کے قابل نہیں ہے۔"

بھگوان کی ان باتوں سے ماگندیا کو بہت غصہ آیا اور اور بھگوان کی دشمن بن گئی ۔ آگے چل کر اُس کے حُسن سے متاثر ہو کر راجہ اُدین نے اُس سے شادی کر لی، راجہ اُدین کی دوسری رانی ساماوتی اور اُس کی داسی کھجترا بھگوان بُدھ کی پجارنیں تھیں ۔لہٰذا ماگندیا نے راجہ کو اُن کے خلاف بھڑکانے کی بہت کوشش کی لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی ۔ بالآخر ماگندیا نے ساماوتی کے محل میں آگ لگوادی جس سے ساماوتی اور اُس کی سہیلیاں جل کر راکھ ہو گئیں ۔ اُدین راجہ کو جب اس کا پتہ چلا تو اُس نے ماگندیا کے رشتہ داروں کو جمع کر کے اُنھیں ماگندیا کے سامنے مروا ڈالا

اور آخر میں ماگندیا کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

۱۶۵ - ۱۶۸ "مہاکاتیاین" ـــــ اسی واقعہ کی تفصیل

۳۰ ـــ ۳۱ سون نے بھگوان بُدھ کو پرنام کر کے کاتیاین کی مانگیں اُن کے سامنے رکھیں۔ تب بھکشوؤں کو جمع کر کے بھگوان بولے "آج سے میں پانچ بھکشوؤں کی جماعت کو (اُن میں سے ایک پرودہت رہے) پرتینیت جن پدوں (پرتینیت: ایک دیس کا نام جس میں ملیچھ یعنی کافر بستے تھے۔ جن پد: عوام الناس) میں تبلیغ مذہب کی اجازت دیتا ہوں۔ پرتینیت جن پد یہ ہیں مشرق میں کجنگل نامی شہر، پھر مہاشال اور اُس کے بعد پرتینیت جن پد جنوب میں شوبت کرنک نامی شہر اور پھر جن پد مغرب میں تھول (دھول) نامی برہمنوں کا گاؤں اور پھر پرتینیت جن پد۔ شمال میں اُشیر دُھوج نامی پہاڑ اور پھر پرتینیت جن پد۔

۲۰۳ "مہاکپن" ـــــ اسی واقعہ کی تفصیل

بھدراکنڈل کیسا

۲۱۴ - ۲۱۷

بھدراکا جنم راج گرہ کے ایک اعلےٰ خاندان میں ہوا تھا۔ ستک نامی چور کو جو راج پروہت کا لڑکا تھا جب چوری کے جرم میں

پکڑ کر پھانسی دینے کیلئے شہر سے باہر لے جایا جا رہا تھا تو اُسے دیکھ کر بھدّا اُس پر فریفتہ ہو گئی اور کوتوال کو ایک ہزار درائج الوقت سکّے دے کر اُس نے شترک کو چھڑا لیا۔ لیکن شترک کا دل چوری میں ہی لگا رہا۔ اس لئے وہ بھدّا کو لے کر شہر سے دور ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔ بھدّا نے اُسے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔ بالآخر بھدّا نے اُس سے بغلگیر ہونے کے بہانے اُسے پہاڑ کی چوٹی پر سے نیچے گرا دیا۔ تب بن دیویاں بولیں:

"ہمیشہ مرد ہی عقلمند ہوتا ہو یہ بات نہیں۔ کبھی کبھی عورت بھی عقلمندی کا ثبوت دے دیتی ہے۔"

اس کے بعد بھدّا جینیوں کے آشرم میں گئی اور اُس نے اپنے بال اُکھاڑ ڈالے۔ جب وہ بال پھر سے اُگنے لگے تو گھونگھر والے بن گئے۔ اس بنا پر لوگ اُسے "کنڈل کیسا" کہنے لگے۔ جب ساری پُت نے بحث و مباحثہ کے ذریعہ بھدّا کو ہرا دیا تو وہ بودھ بھکشونی بن گئی۔

۱۵۴ اسی سلسلے کی تفصیل

سُجاتا سینانی دوہتا

۲۳۶ بُدھ کی پناہ میں جانے والی پجارنوں میں سجاتا سینانی دوہتا،

بہلی بچارن تھی وہ اروویلار یاست کے سینانی (سپہ سالار) کے
یہاں پیدا ہوئی تھی نوجوان ہونے پر اُس نے برگد کے ایک پیڑ پر
رہنے والے دیوتا سے منت مانی کہ اگر اُسے حسب منشا شوہر ملے گا
اور پہلی اولاد لڑکے کی شکل میں ہوگی تو ہر برس وہ اس دیوتا کی
خدمت میں مناسب نذرانے پیش کیا کرے گی، جب اُس کی
یہ خواہش پوری ہوگئی تو اپنی منت پوری کرنے کے لئے اُس نے
صرف دودھ کی کھیر تیار کی اور برگد کے اس پیڑ کے نیچے کچھ
جگہ صاف کرنے کے لئے اپنی داسی کو بھیجا۔ اُس دن بودھی ستو
گوتم اس پیڑ کے نیچے بیٹھے تھے۔ اُنھیں دیکھ کر داسی کو ایسا
لگا کہ سجاتا کی منت قبول کرنے کیلئے دیوتا نے اوتار لے لیا ہے
اُس نے دوڑتے ہوئے گھر جاکر اپنی مالکن سے اُس کا ذکر کیا
جب سجاتا داسی کے ہمراہ دودھ کی کھیر لے کر وہاں پہنچی تو وہ سمجھ
گئی کہ پیڑ کے نیچے دیوتا نہیں، بلکہ تپسوی بودھی ستو بیٹھے ہیں۔
یہ جانتے ہوئے بھی اُس نے دودھ کی وہ کھیر بودھی ستو کی نذر
کردی، یہ بھکشا کھا کر بودھی ستو اُسی رات بدھ کے درجہ کو
پہنچ گئے۔"

۷ - ۸ اسی کی تفصیل

۹۷ بہی تذکرہ

سنگھ سامگری

تنظیم کے سلسلے میں جماعتی کارروائی

۴۳ ـ ۴۷ بھگوان بدھ کو جب یہ بات بتائی گئی کہ تب وہ بولے ـ ایسے موقعہ پر سنگھ سامگری کرنی چاہئے ـ یہ سنگھ سامگری اس طرح ہو ــــــ سب جمع ہو جائیں۔ متعلقہ بھکشو بیمار ہو جب بھی حاضر رہے ـ تب ایسا بھکشو جو متعلقہ باتوں سے بخوبی واقف ہو اُٹھ کر کہے : " جماعت کے معزز ممبران میری بات پر توجہ دیں ـ جس بات پر جماعت میں جھگڑا ہوا تھا یہ بھکشو اس کا اعتراف کرتا ہے ـ یہ اپنے قصور پر نادم ہے ـ اگر جماعت مناسب سمجھے تو اس بات کو ختم کر کے سنگھ سامگری کرے ـ" یہ اعلان ہو گیا ـ اس کے بعد متعلقہ بھکشو کو تین بار پوچھنے پر بھی جب وہ کسی طرح کا عذر پیش نہ کرے تو سمجھنا چاہئے کہ سنگھ سامگری ہو گئی ـ"

اُپالی نے پوچھا کہ سنگھ سامگری کتنے قسم کی ہوتی ہے ـ

تب بھگوان بولے ـ" سنگھ سامگری دو قسم کی ہوتی ہے ـــــ بے معنی اور بامعنی جس بات پر جھگڑا ہوا ہو اس کا بنیادی سبب جانے بغیر جو سامگری کی جاتی ہے وہ بے معنی ہے ـ لیکن جو

ساںگری جھگڑے کا بنیادی سبب ڈھونڈنے کے بعد کی جاتی ہے اُسے بامعنی ساںگری سمجھنا چاہیے۔

پروارنا

(اصلاح)

۲۴ - ۲۶ تب بھگوان بولے: "اے بھکشوؤ! دوسرے سادھو سنیاسیوں کی طرح طویل خاموشی کا برت نہیں رکھنا چاہیے، چوماسہ ختم ہونے پر دیکھی ہوئی سُنی ہوئی یا مشکوک خامیوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ وہ اصلاح اس طرح ہو ـــــ ایسا بھکشو جو متعلقہ باتوں سے بخوبی واقف ہو اعلان کرے۔ "جماعت کے معزز ممبران میری بات پر توجہ دیں۔ آج کا دن اصلاح کا ہے۔ اگر جماعت مناسب سمجھے تو آج اصلاح کرے۔" پھر سب سے بوڑھا بھکشو گھٹنے ٹیک کر بیٹھے اور کہے۔ جماعت کو میری جو خامیاں دکھائی دی ہوں۔ سنائی دی ہوں یا جن کے بارے میں اُسے شک ہوا ہو۔ میں جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ اُنھیں بیان کرے مجھ پر مہربانی کرتے ہوئے جماعت مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرے۔ اگر میں اُنھیں صحیح سمجھوں گا۔ تو میں اُن کی مناسب تلافی کروں گا۔ اس طرح وہ تین بار کہے۔ اگر کوئی بھکشو دوسرے کی خامیاں بتادے تو بلاتوقف اُن کا

اعتراف کرلے اور جماعت سے معافی مانگے۔ اس طرح جو ماسہ
کے بعد جماعت میں از سر نو تنظیمی محاسن پیدا کیے جائیں۔"
۵۲ - ۵۳ بھگوان بولے : "جب تک جماعت کو قائم ہوئے کافی
مدت نہیں ہو جاتی، جماعت میں وسعت نہیں آتی۔ جماعت
بہت سے مفید کام سر انجام نہیں دے سکتی۔ جماعت میں
علم کا دور دورہ نہیں ہوتا۔ تب تک جماعت میں کسی طرح کی
آلودگی نہیں آتی۔ سر دست جماعت تمام آلودگیوں سے
پاک وصاف ہے۔"

مانتّ

(جماعت کا اطمینان)

۴۷ اس طرح مدت مقاطعہ پوری ہونے پر بھکشو کو چاہیے کہ وہ اس کی
اطلاع جماعت کو دے۔ پھر جماعت اُسے چھ راتوں کا مانتّ دیتی
ہے ___ یعنی اس بھکشو کو چاہیے کہ جماعت کے اطمینان کیلئے
وہ مدت مقاطعہ کی راتوں کی طرح چھ مزید راتیں (کم از کم طلوعِ
آفتاب کے وقت) مٹھ سے باہر گزارے۔
۲۵۳-۲۵۶ "شو پارک" نے اپنے بارے میں جو منظوم تذکرے لکھے ہیں
اُنھیں تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔
۱۷ - ۱۹ بھکشوؤں کے سنیاس لینے کے قواعد و ضوابط کی تفصیلات

ورشاواس

(چوماسہ)

۲۴ برسات کے دنوں میں ادھر اُدھر گھومنے کی وجہ سے بھکشو ہری گھاس کو کچلتے تھے جس سے کئی چھوٹے چھوٹے کیڑے مر جاتے تھے۔ اس لئے لوگ ان پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ لہٰذا بھگوان نے یہ اصول وضع کیا کہ اساڑھ کی پورنماشی کے دن چوماسے کا پہلا ماہ شروع ہوگا اور اس کے ایک ماہ بعد دوسرا ماہ۔ چوماسہ شروع ہونے پر بھکشو کو تین ماہ تک ایک ہی جگہ پر رہنا چاہیئے۔

۳۴ اس وقت بھگوان بیمار ہو گئے تھے۔ جب جیوک کو اس کا پتہ چلا تو اُس نے اُنھیں جلاب کی دوا دے کر صحت عطا کی اور پردیوت کا بھیجا ہوا کپڑوں کا جوڑا بھگوان کی نذر کیا۔

ہندی سنسکرتی آنی اہنسا

۱۷ - ۱۹ اندر اور داسوں کے بارے میں بعض تفصیلات

۱۹ - ۲۰ رگ وید کا حوالہ اس طرح ہے:

" وشورپ نامی توشٹا کا بیٹا اور راکششوں کا بھانجا دیوؤں کا پروہت تھا ...... اس خوف سے کہ وہ بغاوت کرے گا۔

اندر نے اس کا سر کاٹ ڈالا.... تب لوگ "برہما کا قاتل" کہہ کر اندر کی مذمت کرنے لگے۔ (ت۔س۔ کانڈ ۲/۵/۱)

۲۲ - ۲۵ رگ وید (۸/۹۶/۱۳ - ۱۵) میں بتایا گیا ہے کہ اندر نے برہسپتی کی مدد سے شری کرشن کی فوجوں کا مقابلہ کر کے انھیں ہرا دیا۔ اور کرشن کی حاملہ عورتوں کو قتل کر دیا۔ اس کے برعکس "بھاگوت" (دشم سکندھ) میں بتایا گیا ہے کہ شری کرشن نے گوردھن پربت کو اوپر اٹھا کر اندر کی بارش سے گوکل کی حفاظت کی تھی۔

۳۷ - ۳۸ "اتھروید" میں (کانڈ ۲۰ سوتر ۱۲۷) راجہ پریکھشت کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

(۷) تمام لوگوں میں ممتاز، عظیم اور عالمگیر راجہ پریکھشت کی تعریف و توصیف دل لگا کر سنو۔ (۸) شوہر بیوی سے کہتا ہے کہ جب یہ کورو راجہ گدی پر بیٹھا تو اس نے اندھیرے کو جکڑ کر لوگوں کے گھروں کی حفاظت کی (۹) پریکھشت راجہ کی سلطنت میں بیوی شوہر سے پوچھتی ہے "تمھارے لئے دہی لاؤں یا مکھن؟" (۱۰) راجہ پریکھشت کے راج میں جو کے ڈھیر راستوں میں پڑے رہتے تھے۔ (اس طرح) راجہ پریکھشت کے راج میں لوگ ترقی کر رہے تھے۔

براہمن دھمک ست

۳۹ - ۴۰ ایک بار بھگوان بُدھ شراوستی میں رہتے تھے۔ ان دنوں کوسل دیس کے کچھ بزرگ برہمن اُن کے پاس گئے اور انھوں نے پوچھا: "کیا آج کل کے برہمن قدیم براہمن دھرم پر چل رہے ہیں؟" بھگوان نے جواب دیا۔ "نہیں"۔ لہٰذا اُنھوں نے درخواست کی کہ وہ قدیم براہمن دھرم کے بارے میں کچھ بتائیں"۔

تب بھگوان بولے۔ "زمانہ قدیم کے رشی زاہد و متقی ہوتے تھے۔ عیش و عشرت کے سامان چھوڑ کر وہ تزکیۂ نفس کرتے تھے ان برہمنوں کے پاس جانور، یا دھن دولت کچھ نہیں ہوتا تھا۔ تحقیق و مطالعہ ہی اُن کی دولت ہوتی تھی .... وہ برہمن ایک سے زیادہ عورتیں نہیں رکھتے تھے۔ وہ عورت کو خریدتے نہیں تھے، اسی عورت سے شادی کرتے تھے جس سے اُنھیں سچی محبت ہوتی تھی ....

لیکن اُن کے مزاج میں خلل آتا گیا۔ سامانِ عیش، خوبصورت عورتیں، عمدہ گھوڑوں والے رتھ، اچھے مکانات وغیرہ چیزوں کا اُنھیں لالچ ہوتا گیا۔ اُنھوں نے منتر تیار کر کے راجہ اوکاک کو یگیہ کرنے کو کہا۔ تب راجہ نے اشومیدھ، پُورش میدھ، واجپئے وغیرہ یگیہ کرے ....

آگے چل کر برہمنوں نے جذبۂ لالچ کے زیر اثر راجہ

اوکاک کو گومیدھ یگیہ (جس میں گئوؤں کی قربانی دی جاتی

تھی) کرنے پر مجبور کیا۔ بھیڑوں جیسی معصوم گئوؤں کو سینگوں

سے پکڑ کر راجہ نے اُنھیں یگیہ میں مروا ڈالا جب گئوؤں پر ہتھیار

اُٹھا تو دیوتا، راکھشس اور تمام پاک مقدس روحیں چلا

اُٹھیں "ادھرم ہو گیا"۔۔۔ پہلے صرف تین بیماریاں ہوتی تھیں

خواہش بھوک اور بڑھاپا۔ لیکن جانوروں کی قربانی کرنے والے

یگیہ کے شروع ہوتے ہی بیماریوں کی تعداد اٹھانوے ہو گئی۔۔۔

جہاں ایسی بات ہوتی ہے وہاں لوگ یگیہ کرنے والے

کی مذمت کرتے ہیں۔ اس طرح دھرم کا اُلٹ پھیر ہونے سے

شودر اور ویش الگ الگ ہو گئے کھشتری بھی الگ ہو گئے

اور بیوی شوہر کی بدخوئی کرنے لگی کھشتری اور برہمن اپنی گوت

کا لحاظ کرتے تھے (خاندانی روایات پر چلتے تھے) لیکن

(جانوروں کی قربانی کے بعد) خاندانی روایات سے قطع نظر

وہ لالچ کے چنگل میں پھنس گئے۔

۴۸ - ۵۰ اس کی تفصیل دی گئی ہے۔

(پیش لفظ :)

۱۷۰ - ۱۷۲ لگ بھگ تمام مغربی مورخین کا قول ہے کہ "بھگوت گیتا"

پیش لفظ : کے براہمنی تہذیب سے متعلق اشلوک بودھ کتابوں کی بنیاد پر

لکھے گئے ہیں اور "برہم نروان مرحلتی" والے آخری اشلوک سے تو اس قول کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے۔ اس میں کے بعض الفاظ کے معنی بودھ اصطلاحات کو جانے بغیر ٹھیک ٹھیک سمجھ میں نہیں آسکتے.....

وسو بندھو کا دوست پُرگپت تھا۔ اُس نے اپنے بیٹے بالادتیہ اور مہارانی کو وسو بندھو سے بودھ فلسفہ کی تعلیم دلوائی۔ بعد میں بالادتیہ نے جنگ نہ کرنے کی خواہش کے ماتحت کسی برہمن سے "بھگوت گیتا" تصنیف کروائی اور بعد ازاں وہی "مہابھارت" کا حصہ بن گئی۔

۱۵ اسی کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ

بُدھ لیلا سار سنگرہ

۱۶۰ - ۱۶۵ اسی کی تفصیلات

۱۷۹ - ۱۸۰ اسی کی تفصیلات

دیودت

۱۸۷ - ۱۸۸ جب بھگوان بُدھ کو مار ڈالنے کی تمام تدابیر ناکام ہو گئیں تو دیودت

نے جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اپنے ساتھی سمدر دت کے ساتھ وہ بھگوان بدھ کے پاس گیا اور انہیں پرنام کر کے بولا "بھگوان بھکشوؤں کو دنیوی راحت سے بالکل الگ تھلگ رکھنے کیلئے میں نے یہ پانچ اصول بنائے ہیں آپ حکم دیں کہ تمام بھکشو ان اصولوں پر عمل کریں۔ (۱) بھکشو ہمیشہ جنگلوں میں رہیں (۲) زندگی بھر وہ بھکشا پر ہی گذر بسر کریں۔ کسی کے مدعو کرنے پر دعوت کھانے کی غرض سے کسی کے یہاں نہ جائیں (۳) زندگی بھر راستے میں پڑے ہوئے چیتھڑوں کا ہی لبادہ بنائیں اور پہنیں گرہستی لوگوں سے ہرگز کوئی کپڑا نہ لیں۔ (۴) زندگی بھر پیڑ کے نیچے رہیں۔ جھونپڑی یا گھر میں نہ رہیں (۵) مچھلی کا گوشت استعمال نہ کریں ـــــ جو ان پانچ اصولوں پر عمل کرنے سے انکار کرے اس کو مجرم قرار دیا جائے۔"

بھگوان بولے "مجھے ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ ان پانچ اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے روحانی ترقی میں کوئی مدد ملے گی لیکن جو بھکشو ان پر عمل کرنا چاہتا ہے۔ ضرور کرے۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"بھگوان بدھ جماعت پر یہ اصول عائد کرنے کو تیار نہیں ہیں۔" اس بات کا ڈھنڈورا پیٹ کر دیودت نے بعض بھکشوؤں

کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اُنھیں اپنے ہمراہ لے کر راج گرہ سے گیا چلا گیا۔ اس پر بھگوان نے ساری پُت اور موگلان کو گیا بھیجا اور وہ ان بھکشوؤں کو اپدیش دے کر واپس لے آئے۔

۲۷۹ ۔ ۲۸۱ یہی کہانی درج ہے۔

۱۶۷ ۔ ۱۷۹ اناتھ پنڈک اور وشاکھا مگار ماتا کی کتھائیں بالتفصیل درج ہیں۔

اناتھ پنڈک نے بھگوان بدھ کے لیے جیت راجکمار کا باغ لینے کے لیے باغ کی زمین سنہری مہروں سے پاٹ دی اتنا زیادہ وہ بدھ کا بھگت تھا۔ بعد میں یہ جیت بن اُس نے بھکشو جماعت کو دان میں دے دیا۔

وشاکھا مگار ماتا کے سسر جینیوں کے پجاری تھے لیکن اُنھوں نے وشاکھا کو بھگوان بدھ کی پوجا کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ بالآخر بدھ کا اُپدیش سُن کر وہ بھی اُن کے پجاری بن گئے۔

پری نروان

۲۹۲ ۔ ۳۱۲ اس سلسلہ کی تفصیلات درج ہیں۔

بدھ دھرم آئی سنگھ

پنچ سکندھ

(مرکب انسان کے اجزائے ترکیبی)

۹۰ - ۹۱ روپ (مادی خصوصیات یا صفات) ویدنا (احساسات) سنجیا (تصوراتِ مجرّد و منتزع) سنسکار (رجحان) اور وگیان (علم یا خیال و شعور) ان پانچ اجزا کو "پنچ سکندھ" یا پانچ عناصر ترکیبی کہتے ہیں۔

(۱) مٹی، پانی، آگ اور ہوا ان چار عناصر اربعہ اور ان سے پیدا شدہ اشیا کو "روپ سکندھ" کہتے ہیں۔

(۲) تسکین دہ احساس، تکلیف دہ احساس اور معتدل احساس ان تین احساسات کو "ویدنا سکندھ" کہتے ہیں۔

(۳) گھر، پیڑ، گاؤں کے تصوراتِ مجرد و منتزع کو "سنجیا سکندھ" کہتے ہیں۔

(۴) رجحان یعنی ذہنی رجحانات —— اس کی تین قسمیں ہیں۔ نیک، بد اور غیر واضح یعنی جو نیک ہے نہ بد۔

(۵) آنکھ، کان، ناک، زبان اور جسم اور ذہن (حافظہ) سے متعلقہ احساسات کو "وگیان سکندھ" کہتے ہیں۔

جب یہ پانچ سکندھ ہوس آلود ہوتے ہیں تب انھیں
اُپادان سکندھ" (تخلیقی عناصر ترکیبی) کہتے ہیں۔ اُن کے باعث
دوسرا جنم ہوتا ہے۔ اس جنم میں اچھے بُرے کرم کرنے سے اگلے
جنم میں پھر سے پانچ سکندھوں کی شروعات ہوتی ہے۔ جب
متذکرہ بالا سکندھ ہوس سے یکسر مبرّا ہوتے ہیں تو انھیں اُپادان
سکندھ کے بجائے صرف سکندھ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کی وجہ
سے دوسرے جنم کا امکان نہیں رہتا۔ اعلیٰ وارفع درجہ پر پہنچ
جانے سے ہوس کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچے ہوئے
انسان کے پانچ سکندھ صرف اُس کی موت تک موجود رہتے
ہیں اور موت کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے ہیں
یعنی اُن سے پانچ نئے سکندھوں کی ابتدا نہیں ہوتی۔

۹۴ - ۹۹ چار بنیادی صداقتوں کی تفصیلات درج ہیں۔

جماعت میں داخلے کا طریقہ

۵۶ - ۶۰ پہلے سات بھکشوؤں کو بھگوان بُدھ نے اپنے ہاتھوں سے
ضروری رسوم ادا کر کے جماعت میں داخل کیا تھا۔ اُس وقت
صرف " دا یہہ بھکشو" کہتے سے ہی رسم داخلہ ادا ہوجاتی تھی۔
پھر جب بھکشوؤں کی تعداد بڑھنے لگی تو بھگوان نے پُر لطف

بھکشوؤں کو نئے اُمیدوار جماعت میں داخل کرنے کی اجازت دے دی۔ داخلہ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ اُمیدوار پہلے سر منڈا لیتا تھا پھر گھٹنے ٹیک کر اور ہاتھ جوڑ کر تین بار یہ کہتا تھا "بُدھاں سرناں گچھامی" (میں بُدھ میں پناہ لیتا ہوں) "دھماں سرناں گچھامی" (میں دھرم میں پناہ لیتا ہوں) "سنگھماں سرناں گچھامی" (میں جماعت میں پناہ لیتا ہوں)

پھر جب روٹی کپڑے اور دیگر معمولی باتوں کے لالچ سے لوگ جماعت میں بھرتی ہونے لگے تو اُن کے لئے نئے نئے اصول وضع کرنے پڑے۔ ان اصولوں کے مطابق اُمیدوار کو سب سے پہلے کسی بھکشو کو اپنا اُستاد بنانا پڑتا ہے۔ پھر وقتاً فوقتاً اُسے اُپدیش دیئے جاتے ہیں۔ پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اُسے دق۔ سل۔ مرگی۔ کوڑھ۔ نامردی وغیرہ بیماریاں تو نہیں ہیں؟ بھکشو بننے کا خواہشمند بھکشو مقروض نہیں ہونا چاہیئے۔ اُسے والدین کی اجازت حاصل ہونی چاہیئے۔ وہ راجہ کا سپاہی نہیں ہونا چاہیئے وغیرہ بہت سے کڑے اصول بنا دیئے گئے۔

سمادھی مارگ

۶۸ - ۶۹ "ابھی دھرم" کا کہنا ہے کہ "متری" "کرونا" اور "مُدِتا" (محبت، ہمدردی اور مسرت) ان تینوں موضوعات کے ریاض سے

پہلے تین کی تکمیل ہوتی ہے اور "اپیکھشا" (اطمینانِ دماغی) کے ریاض سے صرف چوتھے دھیان کی تکمیل ہوتی ہے۔ برہ گھوش بھی اس خیال سے متفق ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ پہلے تین دھیان پہلے تین موضوعات میں سے ایک موضوع کے ریاض کے ذریعہ حاصل کر لینے پر "اپیکھشا" کا ریاض کرنا پڑتا ہے اور اُس کے ذریعے چوتھے دھیان کی تکمیل ہوتی ہے۔

پانچ آلائشیں

۳۱ - ۳۷ (۱) کام چھند = جنسی میلانات
(۲) دیاپاد = غصہ
(۳) تھِن مدھ = سُستی
(۴) ادھیچ = وہم
(۵) وِچی کِچھا = اندیشہ

۳۸ - ۴۸ "آناپان سمرتی بھاونا" تفصیل کے ساتھ سمجھائی گئی ہے

ایضاً

اشبھ بھاؤنا

(منحوس احساس یا جذبہ)

پھولی ہوئی لاش۔ نیلی پڑی ہوئی لاش۔ ایسی لاش جس میں پیپ بھر گئی ہو۔ ایسی لاش جس میں سوراخ ہو گئے ہوں، نچی کھسی لاش۔ ایسی لاش جس کے اعضاء ادھر اُدھر بکھرے پڑے ہوں۔ ایسی لاش جس کے اعضاء ہتھیاروں کے ذریعے یا جانوروں کے ذریعے کٹ کٹ کر ادھر اُدھر بکھرے پڑے ہوں۔ ایسی لاش جس میں سے خون بہتا ہو۔ ایسی لاش جس میں کیڑے پڑ گئے ہوں۔ ایسی لاش جو ہڈیوں کا ڈھیر رہ گئی ہو ——— ان پر دھیان لگانا "اشبھ بھاؤنا" ہے۔ ایسے اجسام میں سے کوئی جسم دکھائی دینے پر اُسے اپنے سراپا میں منتقل کر کے دیکھنے اور اسی کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر غور و فکر کرنے سے اس دھیان کی تکمیل ہوتی ہے۔ عورت مرد کا اور مرد عورت کا مُردہ جسم دیکھ کر اس دھیان کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اسی لئے اسے ممنوع سمجھا جائے۔ ہم جنس مرد کی لاش پر ذہن مرکوز کر کے اور اگر وہ پوری کی پوری آنکھوں کے سامنے نہ آئے تو اس کا جو حصہ بھی آنکھوں کے سامنے آئے اسی پر ذہن کو مرکوز کر کے اس دھیان کی تکمیل کی جائے۔

کتابیں جن سے مدد لی گئی

یہ کتاب بالخصوص پالی ادب کے "سُت پٹک" اور اس سے متعلقہ "اٹھ کتھاؤں" کی بُنیاد پر لکھی گئی ہے۔ "ونے پٹک" کے جن قصّے کہانیوں کو اس میں استعمال کیا گیا ہے انھیں بھی "سُت پٹک" کی کسوٹی پر کسے بغیر تاریخی اور موثق نہیں مانا گیا۔ ایک اقتباس کے علاوہ "ابھی دھم پٹک" کا کہیں اور استعمال نہیں کیا گیا۔

جین ادب میں سے "آچارانگ سوتر" "بھگوتی سوتر" "دشویکالک سوتر" اور "پروچن سارودوار" وغیرہ کتابوں سے اقتباسات لئے گئے ہیں۔

پہلے باب میں "رگ وید" کا کافی استعمال کیا گیا ہے اپنشدوں سے بھی بہت سی باتیں لی گئی ہیں۔

دھرم سوتروں اور منوسمرتی" کا بھی ضرورت کے مطابق استعمال کیا گیا ہے۔

مراٹھی مصنف وشنو شاستری چپلونکر (مرحوم) کے "بان بھٹ" سے متعلق مضمون کا کچھ حصہ نقل کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت ضمنی ہے

Arctic Home in the Vedas : By B. G. Tilak.

Myths and Legends of Babylonia and Assyria : by Lewis Spence.

A History of Babylon : by L.W.King.

Buddhist India (1903) : by Prof. Rhys Davids.